www.KitaboSunnat.com

پروفیسر محمد رفیق چودھری☆

قراءتوں کا اِختلاف اور منکرینِ حدیث

یہ ایک مسلّمہ اَمر ہے کہ قرآن مجید کی ایک سے زیادہ قراءتیں ثابت ہیں۔ لیکن اہلِ قرآن کہلانے والے منکرین حدیث ان اختلافِ قراءات کو نہیں مانتے۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن کی صرف ایک ہی قراءت ہے اور یہ کہ خود نبی ﷺ نے قرآن کو کتابی صورت میں مرتب اور مدوّن کیا اور اس پر اعراب و نقطے لگوائے تھے جبکہ یہ بات خلافِ واقعہ ہے۔

جناب پرویز صاحب لکھتے ہیں:

''ہم سمجھتے ہیں کہ اس کے بعد 'اختلافِ قراءت' کے فتنہ کے متعلق کچھ سمجھنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی''

[طلوع اسلام، ص ۵۶، شمارہ جنوری ۱۹۸۲ء، لاہور]

وہ مزید لکھتے ہیں:

''قرآن مجید جس شکل میں ہمارے پاس موجود ہے اسے خود رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح مرتب اور مدوّن شکل میں اُمت کو دیا تھا۔'' [طلوع اسلام، ص ۴۲، شمارہ جنوری ۱۹۸۲ء، لاہور]

اسی طرح ایک اور منکرِ حدیث رحمت اللہ طارق صاحب نے لکھا ہے:

''اختلافِ قراءت کا فتنہ ہی لے لیجئے جس کا مودودی صاحب جیسا شخص نہ صرف معترف اور معتقد ہے بلکہ سرگرم مبلغ اور پُرجوش ناشر ہے۔'' [اعجازِ قرآن واختلافِ قراءت، مرتبہ تمنا عمادی: ۴۲۷]

طارق صاحب نے مزید لکھا ہے:

﴿ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴾ [النساء: ۸۲]

''یعنی قرآن اگر غیر اللہ کا کلام ہوتا تو اس میں بہت سا اختلاف پایا جاتا۔''

ظاہر ہے کہ اس 'اختلاف' میں صرف مطالب و مفاہیم کا اختلاف ہی نہیں بلکہ الفاظ وقراءت کا اختلاف بھی شامل ہے۔ اس قرآنی دعویٰ کی روشنی میں تو صرف یہی کہا جاسکتا ہے کہ قرآن اگر مفہوم کے اختلاف و تضاد سے پاک ہے تو قراءتوں کے اختلاف سے بھی پاک ہے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے خود اس کتاب کی حفاظت کا اِعلان کیا ہے۔

﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ [الحجر: ۹]

''اگر اس عظیم الشان دعویٰ کے باوجود بھی قرآن میں قراءتوں کے اختلاف کو تسلیم کرلیا جاتا تو پھر آخر قرآن کی صداقت کا معیار کیا رہ جاتا ہے۔'' [اعجاز قرآن اور اختلاف قراءت، مرتبہ تمنا عمادی: ۴۳۷]

اس کے بعد طارق صاحب فرماتے ہیں:

''اعراب کے معنی ہیں الفاظ پر زیر، زبر اور پیش لگانا۔ سلف صالحین کا تو یہ عقیدہ تھا اور ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہونا چاہیے کہ یہ بنیادی اور عظیم کام خود آنحضرت ﷺ سرانجام دے گئے تھے بلکہ آپ ﷺ نے حکم دیا تھا کہ أعربو القرآن یعنی قرآن پر اعراب لگاؤ۔'' [بحوالہ مشکوٰۃ: ۲۱۶۵، اعجاز قرآن اور اختلاف قراءت، مرتبہ تمنا عمادی: ۴۵۱]

☆ ناظم مکتبہ قرآنیات، اردو بازار و مدرّس دار الہدیٰ انٹرنیشنل، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم اَب منکرین حدیث کے ان دعاوی کا علمی جائزہ لیں گے۔ ان حضرات کے مذکورہ بالا دعاوی میں چند در چند بنیادی غلطیاں ہیں۔ انکی پہلی بنیادی غلطی یہ ہے کہ یہ مصحف کو قرآن سمجھتے ہیں جبکہ مصحف اور قرآن میں فرق ہے۔

قرآن وہ ہے جو اُمت کے حفاظ وقراء کے حافظے میں ہے اور اس کی تحریری شکل کو مصحف کہا جاتا ہے۔

ان منکرینِ حدیث کی دوسری بنیادی غلطی یہ ہے کہ یہ لوگ لکھے ہوئے قران یعنی مصحف کو اَصل قرار دیتے ہیں اور جو قران اُمت کے حفاظ وقراء کے سینوں میں ہے اُسے کوئی مقام اور حیثیت دینے کے لیے تیار نہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن اصل ہے اور مصحف ثانوی درجہ رکھتا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ جب تک کسی مصحف کی تصدیق حفاظ وقراء کے ذریعے حاصل نہ ہو وہ معتبر ہی نہیں ہے۔ (بلکہ تصدیق کے بغیر کوئی تحریر بھی قابل قبول نہیں ہوتی) کیونکہ آج بھی دنیا میں لاکھوں کی تعداد میں شائع ہونے والے مصاحف کی تصحیح اور تصدیق کا کام حفاظ وقراء حضرات ہی کرتے ہیں ان کی تصدیق کے بغیر ہم کسی مصحف کو معتبر قرار نہیں دے سکتے۔

منکرین حدیث کی تیسری بنیادی غلطی یہ ہے کہ وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ تاج کمپنی وغیرہ کا شائع شدہ مصحف نقل ہے اُس مصحف کی جسے حضرت محمد ﷺ نے مرتب اور مدوّن فرمایا تھا جو ایک جلد میں سورتوں کی ترتیب سے مسلسل لکھا ہوا تھا جس پر اعراب اور نقطے بھی لگے ہوئے تھے بلکہ رموز اَوقاف کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔ جبکہ حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ وہ ہے جو اُمت مسلمہ کے عقیدے کے مطابق ہے کہ ایسا فی الواقع نہیں ہے نہ تو نبی ﷺ نے ایک جلد کی کتابی صورت میں مصحف لکھوایا، نہ اس پر اعراب اور نقطے لگوائے اور نہ رموز اوقاف کا اہتمام کیا۔ یہ سارا کام بعد میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ وغیرہم کے زمانے میں ہوا۔

لیکن جو لوگ صحیح اَحادیث کا کھلم کھلا اِنکار کرسکتے ہیں وہ تاریخ جمع وتدوین قران کو کیسے تسلیم کرسکتے ہیں؟

منکرین حدیث کو معلوم ہونا چاہئے کہ قرآن نے نبی ﷺ پر اُس کی تلاوت اور تعلیم کی ذمہ داری ڈالی ہے اُسے لکھوانے کا پابند نہیں کیا۔

نبی اُمّی ﷺ نے جیسے قرآن زبانی طور پر اُترا ویسے ہی زبانی طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سنایا اور سکھایا تھا۔ یہی اصل قرآن ہے جو آج تک اہل ایمان کے سینوں میں محفوظ رہا ہے اور قیامت تک انشاء اللہ محفوظ رہے گا۔

﴿ بَلْ هُوَ ءَايَٰتٌۢ بَيِّنَٰتٌ فِى صُدُورِ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْعِلْمَ ۚ ﴾ [العنکبوت:۴۹]

''بلکہ یہ قرآن ایسی واضح آیتوں کا مجموعہ ہے جو ان لوگوں کے سینوں میں ہے جن کو علم عطا ہوا ہے۔''

ویسے احتیاط کے طور پر آپ ﷺ نے مختلف چیزوں جیسے کاغذ، چمڑا وغیرہ پر منتشر صورت میں قرآن کو لکھوا بھی دیا تھا۔ کیا منکرین حدیث یہ بتا سکتے ہیں کہ قرآن میں کہاں یہ لکھا ہوا ہے کہ اس قرآن کو جمع کرنے اور اسے کتابی صورت میں مرتب اور مدوّن کرنے کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر ڈالی تھی، جسے پورا کیا گیا تھا۔؟

ہمارے منکرین حدیث کی گمراہی کا اصلی سبب یہ ہے کہ وہ مستشرقین (Orientalists) کی چند گمراہ کن کتابیں پڑھ کر اِسلام کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں جس کے نتیجے میں وہ غلطی در غلطی کا اِرتکاب کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو یہ توفیق نہیں ہوتی کہ وہ قران مجید، صحیح احادیث، اجماع اُمت اور مستند تاریخی مواد کو براہِ راست اُمتِ مسلمہ کے معتمد علماء و فقہا کے ذریعے سمجھنے کی سعی کریں۔

بات یہ ہے کہ قرآن مجید کی مختلف قراءتوں کو فتنہ قرار دینا منکرین حدیث کی مجبوری بھی ہے۔ اس کی وجہ صاف

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظاہر ہے کہ چونکہ مختلف قراءتوں کا وجود اَحادیث اور اجماع اُمت سے ثابت ہوتا ہے اور ان لوگوں کو حدیث اور اجماع کے الفاظ ہی سے چڑ ہے۔

صورت واقعہ یہ ہے کہ نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانۂ مبارک میں عربی عبارت پر نقطے اور اعراب لگانے کا رواج بالکل نہ تھا۔ آج بھی عرب ممالک میں عربی کتب پر اعراب نہیں لگائے جاتے۔ مصاحف پر نقطے اور اعراب لگانے کا کام تو بہت بعد کے ادوار میں انجام پایا تھا۔

آج دنیا میں نبی ﷺ کا وہ نامۂ مبارک اَصلی حالت میں موجود ہے جو آپ ﷺ نے شاہ مصر مقوقس کو لکھا تھا۔ جو مہر شدہ تھا۔ اس کی نقل اب سیرت کی کتابوں میں بھی دیکھی جاسکتی ہے اور اب انٹرنیٹ پر بھی دستیاب ہے۔ اس نامۂ مبارک کی عبارت پر بھی نہ تو اعراب لگے ہوئے ہیں اور نہ نقطے۔

اسی طرح آج اَمیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تیار کردہ کچھ مصاحف دنیا میں موجود ہیں اور اُن پر نہ نقطے ہیں اور نہ اعراب۔ اسی مصحف عثمانی کی ایک فوٹو کاپی مدینہ منورہ کی مسجد نبوی کے کتب خانے میں بھی موجود ہے جس کا راقم نے خود مشاہدہ کیا ہے اور اس میں اعراب اور نقطے موجود نہیں ہیں۔

ہمارا چیلنج ہے کہ منکرین حدیث نبی ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے کا کوئی ایسا مصحف دکھا دیں جس پر اعراب اور نقطے موجود ہوں: هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِينَ

رہی بات اختلاف قراءت کی تو اس کے خلاف طارق صاحب نے جن دو دلیلوں کا سہارا لیا ہے وہ ہمارے نزدیک غلط ہیں۔

اُن کی پہلی دلیل یہ ہے کہ قرآن میں ہے:

﴿ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ﴾ [النساء:۸۲]

''اور اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے آیا ہوتا تو وہ اس کے اَندر بڑا اختلاف پاتے۔''

تو اس کا یہ مطلب ہے کہ چونکہ قرآن ہر قسم کے اختلاف سے پاک ہے، لہٰذا وہ قراءت کے اختلاف سے بھی پاک ہے۔ لیکن اُن کا یہ استدلال کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا کیونکہ مذکورہ آیت میں اختلاف کا لفظ 'تضاد' (Contradiction) کے معنوں میں آیا ہے نہ کہ اختلاف (Variety) کے معنوں میں۔ اللہ تعالیٰ کے اِرشاد کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کے مضامین اور اس کی تعلیمات میں باہمی کوئی تضاد نہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ وہ ایک جگہ توحید کی تعلیم دے اور دوسرے مقام پر شرک کو جائز قرار دے یا کسی جگہ آخرت کا عقیدہ بیان کرے اور کہیں وہ اس عقیدے کی نفی کردے۔ اس کا کوئی مضمون اور اُس کی کوئی تعلیم تضاد سے آلودہ نہیں۔

خود طارق صاحب کو بھی اختلاف کے ان معنی کا اِحساس تھا اس لیے انہوں نے اپنی عبارت میں ایک جگہ 'اختلاف وتضاد' کو مترادف بھی لکھ دیا ہے تاکہ لوگوں کو دھوکا اور فریب دیا جاسکے۔

عربی زبان کی طرح ہماری اُردو زبان میں اختلاف کا لفظ تنوع کے معنی میں بھی آتا ہے۔

ذوق کا مشہور شعر ہے:

گلہائے رنگ رنگ سے ہے زینت چمن　　　اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

اس شعر میں اختلاف کا لفظ تنوع (Variety) کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

قرآن میں اختلاف کا لفظ تنوع کے معنی میں سورۃ الروم آیت ۲۲ میں استعمال ہوا ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَاخۡتِلَافُ اَلۡسِنَتِكُمۡ وَاَلۡوَانِكُمۡ﴾ ''اور تمہاری بولیوں اور رنگوں کا اختلاف یعنی ایک دوسرے سے مختلف ہونا۔''
قراءتوں کا اختلاف بھی تنوع (Variety) کا اختلاف ہے اور یہ تضاد نہیں ہے۔

قرآن مجید سے متعلق بیسیوں اختلافات موجود ہیں مگر وہ سارے تنوعات (Varieties) کے اعتبار سے ہیں نہ کہ تضادات (Contradictions) کے لحاظ سے اور اس سے اُس کی صداقت اور عصمت پر کوئی حرف نہیں آتا۔

مثال کے طور پر قرآن مجید میں درج ذیل اختلافات پائے جاتے ہیں:

① مختصر اور طویل سورتوں کا اختلاف (کوئی سورت چھوٹی ہے اور کوئی بڑی)
② چھوٹے بڑے رکوعات کا اختلاف (کوئی رکوع چھوٹا اور کوئی بڑا ہے)
③ سورتوں کی آیت کی تعداد میں اختلاف (کسی سورت میں چند اور کسی میں سینکڑوں آیتیں ہیں)
④ سورتوں کے ناموں کا اختلاف (ایک ہی سورت کے کئی دوسرے نام ہیں جیسے سورۃ بنی اسرائیل کو سورۃ الاسراء بھی کہا جاتا ہے۔)
⑤ سورتوں کے آغاز میں بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ لکھنے اور نہ لکھنے کا اختلاف۔ (ہر سورت کے شروع میں بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ لکھا گیا ہے مگر سورۃ توبہ اس سے خالی ہے)
⑥ سورتوں کے افتتاح کا اختلاف: (کوئی سورت حروف مقطعات سے شروع ہوتی ہے، کوئی حمد باری تعالیٰ سے کوئی کسی اور مضمون سے)
⑦ ایک ہی واقعے کو بیان کرنے میں اختلاف: (کبھی ایک ہی تاریخی واقعہ مختلف مقامات پر مختلف انداز میں بیان ہوا ہے جیسے 'قصہ آدم وحوا علیہما السلام' ہر جگہ مختلف انداز اور مضمون کی کمی بیشی کے ساتھ بیان ہوا ہے۔)
⑧ ایک ہی لفظ کو مختلف طریقوں سے لکھنے کا اختلاف: لفظ 'رحمت' کو بعض جگہ 'رحمة' [الانبیاء:۱۰۷] اور بعض جگہ 'رحمت' [الروم:۵۰] لکھا گیا ہے۔ اسی طرح لفظ لعنت کو کسی جگہ 'لعنة' [البقرہ:۱۶۱] اور کسی جگہ 'لعنت' [آل عمران:۶۱] لکھا ہوا ہے۔ لفظ الرسول کو کہیں 'الرسول' [البقرہ:۱۴۳] کو کہیں 'الرسولا' [الاحزاب:۶۶] لکھ دیا گیا ہے۔
⑨ حضرت محمد ﷺ کو خطاب کرنے میں اختلاف آپ ﷺ کو کسی جگہ 'يَاَيُّها الرسول' (اے رسول ﷺ)، کہیں 'يَاَيُّها النبی' (اے نبی ﷺ) اور کہیں 'يَاَيُّها المزمل' (اے چادر میں لپٹے ہوئے) کہہ کر خطاب کیا گیا ہے۔
⑩ مصر کے جادوگروں کی بات کو بیان کرنے میں اختلاف:
ایک مقام پر ہے کہ انہوں نے یوں کہا تھا: ﴿ رَبِّ مُوۡسٰى وَ هٰرُوۡنَ ﴾ [الشعراء:۴۸]
دوسری جگہ پر ہے کہ یوں کہا گیا تھا: ﴿ رَبِّ هٰرُوۡنَ وَ مُوۡسٰى ﴾ [طٰہٰ:۷۰]
⑪ بعض 'افعال' کو بیان کرنے میں اختلاف:
ایک مقام پر ہے کہ قوم فرعون بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کرتے تھے: ﴿ يُقَتِّلُوۡنَ ﴾ [الاعراف:۱۴۱]
انہی کے بارے میں دوسری جگہ ہے کہ وہ ذبح کرتے تھے: ﴿ يُذَبِّحُوۡنَ ﴾ [البقرہ:۴۹]
⑫ ایک ہی واقعے میں صیغوں اور ضمیروں کے استعمال میں اختلاف:
ایک مقام پر جمع کا صیغہ ہے: ﴿ اِنَّا مَعَكُمۡ مُّسۡتَمِعُوۡنَ ﴾ [الشعراء:۱۵]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''بے شک ہم تمہارے ساتھ سننے والے ہیں۔''

﴿ إِنَّنِي مَعَكُمَآ أَسۡمَعُ وَأَرَىٰ ﴾ [طٰہٰ:۴۶] ''بے شک میں سنتا اور دیکھتا ہوں''

⑬ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا سانپ یا اژدھا بننے کا اختلاف؛

وہ اژدھا تھا۔ ﴿ ثُعۡبَانٌ ﴾ ''اژدھا'' [الاعراف:۱۰۷]

وہ سانپ تھا۔ ﴿ حَيَّةٌ ﴾ ''سانپ'' [طٰہٰ:۲۰]

⑭ ایک ہی 'شخص' کو دو الگ الگ نام دینے کا اختلاف:

پہلے اُسے ﴿ إِبۡلِيسَ ﴾ [طٰہٰ:۱۱۶] کہا گیا، پھر اُسی کو ﴿ الشَّيۡطَٰنُ ﴾ [طٰہٰ:۱۲۰] کہہ دیا۔

اسی طرح حضرت الیاس علیہ السلام کو ایک جگہ ﴿ إِلۡيَاسَ ﴾ [الصافات:۱۲۳] کہا گیا، پھر دوسری جگہ اُنہی کو ﴿ إِلۡ يَاسِينَ ﴾ [الصافات:۱۳۰] کہا گیا ہے۔

⑮ سجدۂ تلاوت کے مقامات میں اختلاف:

کیا سورۃ الحج میں دو سجدے ہیں یا ایک ہی سجدۂ تلاوت ہے۔

⑯ اسماء حسنیٰ میں اختلاف:

الۡأَوَّلُ...... [الحدید:۳] الۡأٓخِرُ...... [الحدید:۳] الظَّٰهِرُ...... [الحدید:۳] الۡبَاطِنُ...... [الحدید:۳]

⑰ قرآن کے صفاتی ناموں میں اختلاف:

الۡفُرۡقَانَ...... [الفرقان:۱] الذِّكۡر ...... [الحجر:۹]

⑱ قیامت کے ناموں میں اختلاف:

الۡوَاقِعَةُ...... [الواقعہ:۱] الۡقَارِعَةُ...... [القارعہ:۱]

⑲ رموز اَوقاف کا اختلاف:

کہیں گول تا 'ۃ' ہے، کہیں وقف لازم 'م' ہے کہیں وقف جائز 'ج' اور کہیں وقف مطلق 'ط' ہے۔

مگر ایسے تمام اختلافات جو کہ حقیقت میں تنوعات (Varieties) ہیں، کے باوجود قرآن مجید کی حقانیت، صحت اور عصمت پر کوئی حرف نہیں آتا وہ ہر لحاظ سے برحق، صحیح اور محفوظ ہے۔

پھر جب مذکورہ 'اختلافات' کے ہوتے ہوئے قرآن کی صداقت متاثر نہیں ہوتی تو کیا ایک قراءتوں کے اختلاف سے اُس کی صداقت متاثر ہو جائے گی اور وہ مشکوک ٹھہرے گا؟ حالانکہ قراءتوں کا اختلاف بھی تنوع ہے نہ کہ تضاد۔

اوپر طارق صاحب نے اختلاف قراءت کے خلاف جو یہ حدیث پیش کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا تھا:

« أَعْرِبُوا الْقُرْآنَ » . [شعب الإيمان للبيهقي: ۳/۵۴۸]

تو اوّل تو یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس میں ایک راوی عبداللہ بن مقبری ہے جو کہ ضعیف راوی ہے جیسا کہ مرعات شرح مشکوٰۃ جلد۴ کے ص۳۵۲ پر تصریح کی گئی ہے۔ دوسرے لفظ 'أعربوا' کا ترجمہ 'اعراب لگاؤ' بالکل غلط اور عربیت کے خلاف ہے۔

اہل علم جانتے ہیں کہ صرف ونحو کی اصطلاحات عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہرگز موجود نہ تھیں۔ یہ اعراب رفع نصب جر اور تنوین وغیرہ کی اصطلاحیں بعد کی پیداوار ہیں جو نحویوں نے ایجاد کی تھیں۔قرآن وحدیث کو نحویوں کی اصطلاحات سے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش گمراہی کا باعث بھی بن سکتی ہے۔

سورۃ النور میں آیا ہے:

﴿ فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ ﴾ [النور:۳۶]

اس کو اگر نحویوں کی زبان سے سمجھنے کی کوشش کی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے في بیوت کو في بیوت (مرفوع) پڑھنے کی اجازت دے رکھی ہے اور یہ مفہوم صرف منکرین حدیث کی کھوپڑی میں آسکے گا، کسی صاحبِ علم کے دماغ میں ہرگز نہیں آسکتا کیونکہ فی (حرفِ جار) کے بعد کا اسم مجرور ہی ہونا چاہئے او في بیوت کو في بیوت پڑھنا بالبداہت عربیت کے خلاف ہے اس طرح آیت کا اصل مطلب غارت ہو کر رہ جائے گا۔

زیر بحث ضعیف حدیث میں أعربوا القرآن کا درست ترجمہ یہ ہے:

”قرآن پاک کے معانی واضح کرو۔“

کیونکہ عربی زبان میں أعرب یعرب إعراباً کے معنی بات کو واضح کرنے اور اچھی طرح بیان کرنے کے ہیں نہ کہ الفاظ پر اعراب لگانے کے۔

مشہور ومستند عربی لغت 'لسان العرب' میں ہے:

”الإعراب والتعریب معناهما واحد، وهو: الإبانة. یقال: إعراب عنه لسانه وعرب أي أبان وأفصح. أعرب الکلام وأعرب به: بینه رجل عربي اللسان إذا کان فصیحا.“

[لسان العرب، ابن منظور]

عقل کے اندھے منکرین حدیث اگر کبھی اپنے ہاں کا کوئی لکھا ہوا قرآن ہی کھول کر دیکھ لیتے تو ان کو اس کے اندر بھی قراءتوں کا اختلاف نظر آجاتا جہاں کئی قرآنی الفاظ کی دو دو قراءتیں لکھی ہوئی موجود ہیں۔ (مگر یہ لوگ تو قرآن کا متن نہیں پڑھتے محض اس کے انگلش تراجم پڑھتے ہیں۔)

مثال کے طور پر سورۃ البقرہ آیت ۲۴۵ میں ہے:

﴿ وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَیَبْصُطُ ﴾ میں یَبْصُطُ کو یَبْسُطُ بھی پڑھا جاتا ہے اور اس کے لیے حرف صاد کے اوپر چھوٹا سین (س) ڈال دیا جاتا ہے۔

اسی طرح سورۃ الغاشیہ آیت ۲۲ میں ہے: ﴿ لَسْتَ عَلَیْهِمْ بِمُصَیْطِرٍ ﴾

اس میں بِمُصَیْطِرٍ کو بِمُسَیْطِرٍ بھی پڑھا جاتا ہے اور اس لفظ کے حرف صاد پر بھی چھوٹا سین لکھا ہوا ہے۔

لیکن منکرین حدیث بڑے ڈھیٹ اور بے شرم واقع ہوئے ہیں۔ ایک طرف وہ صحیحین کی معتبر اَحادیث کو نہیں مانتے مگر دوسری طرف ہوائے نفس کی خاطر ضعیف بلکہ موضوع حدیثوں کو دلیل بناتے ہیں۔ صحیح اَحادیث کے مقابل میں تاریخ کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ قرآن مجید کی من مانی تفسیر اور دور از کار تاویلیں کرتے ہیں۔ علمائے اِسلام پر اعتماد کرنے کی بجائے مستشرقین کو اپنا مرشد مانتے ہیں۔ حکومت وقت کی خوشامدان کا پیشہ ہے اور اپنا مؤقف بار بار بدلنا ان کا شیوہ ہے۔ آپ ان کے کسی ایک اعتراض کا جواب دے دیں وہ جھٹ سے دوسرا اعتراض گھڑ کر پیش کر دیں گے۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِهِمُ الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر محمد عبداللہ صالح☆

مصاحفِ عثمانیہ اور مستشرقین کے اعتراضات

حضرت عثمان غنی ؓ نے اپنے زمانہ میں قریش کی لغت کے مطابق قرآن مجید کا ایک صحیح نسخہ تیار کروایا تاکہ پوری امت مسلمہ ایک ہی طرح سے قرآن مجید کی تلاوت کر سکے اور کوئی اختلاف پیدا نہ ہو۔ دراصل حذیفہ بن الیمان ؓ نے شکایت کی تھی کہ بعض علاقوں میں قرآن مجید کو پڑھنے کے انداز میں اختلاف کی بنا پر حالات تشویشناک ہیں چنانچہ حضرت عثمان غنی ؓ نے قرآن حکیم کا ایسا نسخہ کمال احتیاط کے ساتھ تیار کروایا، کہ جس میں تمام جائز قراءاتیں سما سکتی تھیں۔

مگر مستشرقین حضرت عثمان ؓ کی اس کاروائی، اس مصحف کی تیاری، پس منظر اور خود مصحف عثمانی پر اعتراضات کرتے ہیں، اور ان اعتراضات کا ماحاصل یہ ہے کہ عہدِ عثمانی سے قبل قرآن کا کوئی نسخہ معرض وجود میں نہ آسکا۔ ذیل میں ہم مستشرقین کے اعتراضات نقل کرتے ہوئے ان کا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں۔

نولڈیکے (Noldeke) اپنے مقالہ میں قرآن حکیم کی تاریخ حفاظت پر یوں رقم طراز ہے۔

''مصحفِ عثمان ؓ سے قبل قرآن مجید کا کوئی معیار اور مرتب نسخہ موجود نہ تھا۔ اور یہ مصحف، حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے مصحف کی نقل ہی تھا (لہٰذا اگر مصحفِ صدیقی حقیقی مصحف نہ تھا تو مصحفِ عثمانی کی بھی کوئی حیثیت نہیں۔)''

حضرت عثمان ؓ کی تدوین قرآن کی ساری کاروائی مشکوک بناتے ہوئے لکھتا ہے:

"as to thay were conductad we no have Trustworthly information, Tradition being have much under the influence of dog matic persupposition."

مزید یہ کہ حضرت عثمان ؓ کی جمع قرآن کی ان مساعی کو سیاسی مقاصد کے حصول کا رنگ دیتا ہے:

"but for the assentially political object of putting an end to controversies by admitting one from of the common book religion and of law, this measuere was necessar."

آگے چل کر نولڈیکے کہتا ہے کہ حضرت عثمان ؓ نے اپنے نسخے کے علاوہ دیگر تمام مصاحف جلوا دیئے اس طرح قرآن کا بہت سا حصہ ضائع ہو گیا اور قرآن کا حقیقی متن اگر ہم جاننا چاہیں تو معلوم نہیں ہوسکتا۔ مزید اس طرح کے وہ بہت سے شکوک وشبہات پیدا کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"Slight clerical errors there may have beenthought some times in vary strange order." {Ibid.605}

مصحف عثمانی کو مشکوک بنانے کی کوشش میں ایک اور مشہور مستشرق ایف بہل (F.Buhal) بھی پیش پیش نظر آتا ہے۔ وہ اپنے مقالہ میں لکھتا ہے:

''مصحف عثمانی دراصل مصحف صدیقی کی نقل تھا۔ لیکن ساتھ ہی کہتا ہے کہ مصحف صدیق کوئی باقاعدہ مرتب نسخہ نہ تھا۔''

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[Encyclopaedia of islam ,iv.1073]

''اس سلسلے میں نو آموز اور نا تجربہ کار کاتبوں کی طرف سے کچھ لا پروائیاں اور غلطیاں سرزد ہوئیں۔'' [Ibid,1073]

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے تیار کروائے ہوئے نسخے کے علاوہ تمام نسخوں کو ضائع کروا دیا۔ اس طرح قرآن کا ایک بڑا حصہ ضائع ہو گیا۔ [Ibid,1070]

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تو ایک متفقہ قرآن اور متفقہ تلفظ بھی تیار نہ کر سکے۔'' [Ibid,1070]

اگر چہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اختلافات ختم کرنے کے لئے باقی نسخوں کو جلوا دیا تھا۔ لیکن اختلاف ختم کرنے کے لئے جلانے یا ضائع کرنے کا یہ عمل بے اثر تھا، کیونکہ قرآن لوگوں کے حافظے میں موجود تھا۔ [Ibid,1073]

''مصحف عثمانی حقیقی قرآن نہیں، اس مصحف کی کوئی ترتیب بھی نہ تھی۔ علاوہ ازیں جو مصاحف دیگر علاقوں کو روانہ کئے گئے ان میں ہم آہنگی بھی نہ تھی۔ [Ibid,1073]

ایف بہل نے تفسیری طبری کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خود بھی اپنے تیار کردہ نسخے کو مستند اور صحیح نہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ لکھتا ہے:

"even Oth man himself, according to one story --- did not adhere to the text authorised by him. but read sura iii 100 with an addition not now found in it. and if this is correct, it is no wonder that others took still greater liderties, various circumstances contributed to the continual variation in the from of text." [Ibid,1073]

نولڈ یکے اور بہل کی طرح ایک اور مشہور مستشرق مارگولیتھ (Margoliouth) اسی طرح کے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مرتب کئے ہوئے مصحف پر شکوک وشبہات کا اظہار کرتا ہے۔ مارگولیتھ اس مصحف میں ابہام اور اغلاط کے بارے میں لکھتا ہے۔

''زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کام پر اس لیے لگایا کہ انتہائی ابہام کی موجودگی میں وہی اس متن کی وضاحت کر سکتے تھے۔'' [Margoliouth.D.S., Mohammadanism.70]

اس کے اپنے الفاظ میں:

"Perhaps because in the extreme ambiguity with and imperfection ot the scrip he aione could interpert the first edition with certainity." [Ibid,70]

اسی طرح مارگولیتھ کہتا ہے کہ ''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اپنے نسخے کے علاوہ دوسرے نسخے جلوا دینے کے عمل سے قرآن کا بہت سا حصہ ضائع ہو گیا ہے۔ چنانچہ اب ہمیں قرآن کا حقیقی متن نہیں مل سکتا۔'' [Ibid,۷۰]

قریب قریب یہی انداز دیگر مستشرقین

(1) Wath, Montgomery, Mohammad at Makka,9 (2) Frost ,SE, the sacred Writing of world,s Great Religions, 307 (3) Jaffery, arthur, Matevial for the study of History of the Tost of the Quran,a (4)Nicholoson,R,A, Literary History of the Arabs. (5)Trition,A.S, Islam Belief and parctice,60.

(۶) فنڈز، پادری، میزان الحق: ۳۶، ۴۰، [(7) Bell, Richerd , Introduction tothe Quran.42,44

نے بھی اختیار کیا ہے اور انہوں نے بھی اس سے ملتے جلتے اعتراضات اٹھائے ہیں بعض مستشرقین کے نقطہ نگاہ کا تذکرہ ''البیان'' [حقانی، عبدالحق، البیان فی علوم القرآن: ۲۵۸] میں بھی ملتا ہے۔ اور بعض کا تذکرہ ڈاکٹر صبحی صالح [صبحی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صالح، ڈاکٹر ، مباحث فی علوم القرآن:۷۹،۸۰] نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ تاویل القرآن [ضربت، عیسوی، تاویل القرآن:۱۰۶،۱۰۷] میں بھی ان اعتراضات کو دھرایا گیا ہے۔

مستشرقین کا نقطہ نظر بیان کرنے کے بعد اب ہم ذیل میں اسلامی مآخذ سے عہد عثمانی میں جمع قرآن کی نوعیت، مقاصد، پس منظر اور طریقہ کار کا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں تاکہ مستشرقین کے اعتراضات کا رد بھی ہو سکے اور حقیقت حال بھی سامنے آجائے۔

پس منظر

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت تک اسلامی مملکت وسیع علاقے تک پھیل چکی تھی اور عرب کے علاوہ عجم کے تمام علاقے اسلامی حکومت کا حصہ بن چکے تھے۔ قرآن مجید جہاں مسلمانوں کی زندگی کا لازمی جزو تھا۔ تو دوسری طرف ''سبعہ احرف'' بھی موجود تھے۔ حضور سے مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہی ''سات حروف'' کے ساتھ قرآن پڑھا تھا۔ صحابہ نے اپنے شاگردوں کو بھی انہی کے مطابق پڑھایا تھا۔ حضور کی وفات کے بعد، بلکہ آپ کی موجودگی میں صحابہ ان علاقوں میں بھی پھیل چکے تھے۔ جب مملکت کی حدود عجم تک وسیع ہوتی چل گئیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان علاقوں میں پہنچ گئے۔ ان میں سرکاری طور پر بھیجے ہوئے معلمین بھی تھے اور دعوت وتبلیغ کی غرض سے جانے والے بھی۔

[صبحی صالح، ڈاکٹر، حوالہ مذکورہ:۸۱]

اس طرح ''سبعہ احرف'' عرب وعجم کے تمام علاقے میں پھیل گیا۔ جب تک لوگ ''سبعہ احرف'' کی حقیقت سے آگاہ تھے اس وقت تک اس سے کوئی خرابی پیدا نہ ہوئی۔ لیکن جب یہ اختلاف دور دراز کے علاقوں تک پہنچ گیا اور ان پر یہ بات واضح نہ تھی کہ ''سبعہ احرف'' کی سہولت کا مقصد کیا ہے اور یہ بات ان میں پوری طرح مشہور نہ تھی کہ قرآن مجید سات حروف پر نازل ہوا ہے تو اس وقت لوگوں میں جھگڑے کھڑے ہونے لگے۔ بعض لوگ اپنی قراءت کو صحیح اور دوسروں کی قراءت کو غلط قرار دینے لگے۔ [سیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن:۸۱]

ان جھگڑوں سے ایک طرف تو یہ خطرہ تھا کہ لوگ قرآن کریم کی متواتر قراءتوں کو غلط قرار دینے کی سنگین غلطی کریں گے، دوسری طرف یہ مسئلہ بھی تھا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لکھے ہوئے ایک نسخہ، جو کہ مدینہ طیبہ میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود تھا، اس کے علاوہ پورے عالم اسلام میں اس سے معیاری نسخہ نہ تھا۔ جو پوری امت کے لئے حجت بن سکے۔ کیونکہ دوسرے نسخے انفرادی طور پر لکھے ہوئے تھے اور ان میں ساتوں حروف کو جمع کرنے کا کوئی اہتمام نہ تھا۔ اس لیے ان جھگڑوں کے تصفیے کی اگر کوئی قابل اعتماد صورت تھی تو وہ یہی تھی کہ ایسے نسخے پورے عالم اسلام میں پھیلا دیئے جائیں جن میں ساتوں حروف جمع ہوں اور انہیں دیکھ کر یہ فیصلہ کیا جا سکے کہ کونسی قراءت درست اور کون سی قراءت غلط ہے؟ یہ عظیم الشان کارنامہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سرانجام دیا۔

ان کے اس کارنامے کی تفصیلات روایات میں موجود ہیں۔ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ آرمینیا کے محاذ پر جہاد میں مصروف تھے۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ لوگوں میں قرآن کریم کی قراءتوں میں اختلاف ہو رہا ہے۔ چنانچہ مدینہ طیبہ واپس آتے ہی انہوں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ وہ امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور خدمت میں حاضر ہو کر پوری صورت حال سے آگاہ کیا۔ انہوں نے خلیفہ سے کہا کہ قبل اس کے کہ یہ امت کتاب اللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بارے میں یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف کا شکار ہو جائے آپ اس اختلاف کا علاج فرمالیں۔ انہوں نے مزید کہا'' کہ میں آرمینیا کے محاذ پر جہاد میں مصروف تھا کہ میں نے دیکھا کہ شام کے رہنے والے لوگ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت میں پڑھتے تھے جو اہل عراق نے نہیں سنی ہوئی تھی۔ اس بنا پر وہ ایک دوسرے کو کافر قرار دے رہے ہیں۔

[الاتقان فی علوم القرآن:۶۱]

اس سلسلے میں علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

إن حذيفة قدم من غزوة فلم يدخل في بيته حتى أتى عثمان فقال يا أمير المؤمنين! أدرك الناس۔ قال: وما ذاك؟ قال: غزوت أرمينية فإذا أهل الشام يقرئون بقرائة أبي بن كعب فيأتون بما لم يسمع أهل العراق وإذا أهل العراق يقرئون بقرائة عبدالله بن مسعود فيأتون بما لم يسمع أهل الشام فيكفر بعضهم بعضاً۔[عینی، بدرالدین، علامہ، عمدۃ القاری، شرح صحیح بخاری:۱۶]

''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی ایک غزوہ سے واپسی ہوئی تو وہ واپسی پر وہ اپنے گھر میں داخل نہیں ہوئے تا آنکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا: اے امیر المؤمنین! لوگوں کی خبر لیجئے۔ انہوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ کہا میں لڑائی کے سلسلے میں آرمینیا گیا ہوا تھا وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ اہل شام اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت پڑھتے ہیں جسے اہل عراق نے نہیں سنا ہوا تھا اور اہل عراق عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں پڑھتے ہیں جسے اہل شام نے نہیں سنا اس اختلاف کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کو کافر قرار دے رہے ہیں۔''

حضرت حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ عنہ کا واقعہ صحیح بخاری میں ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:

''حضرت حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آذر بائیجان کے معرکے کے بعد حاضر ہوئے اور انہیں قراءاتِ قرآن میں باہمی اختلاف نے بہت پریشان کیا تھا۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المؤمنین! امت کی خبر لیجئے قبل اس کے کہ وہ اپنی کتاب میں یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف کرنے لگیں۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے پاس قرآن مجید کے نوشتے اور صحیفے بھیج دیں، ہم انہیں نقل کرلیں گے اور ایک مصحف کی شکل میں جمع کرلیں گے پھر انہیں آپ کی طرف لوٹا دیں گے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے وہ صحیفے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، سعد بن العاص رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ کو متعین فرمایا کہ وہ ان صحائف کو ایک مصحف میں نقل کریں۔ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جماعت قریش کے تینوں کاتبوں کو فرمایا کہ جب تم اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ میں قرآن کریم کی کسی آیت کے لکھنے میں اختلاف ہو تو پھر اسے لغتِ قریش میں لکھنا، کیونکہ قرآن مجید لغتِ قریش میں نازل ہوا ہے۔ چنانچہ ان حضرات نے اسی پر عمل کیا۔ یہاں تک کہ جب یہ حضرات ان صحائف کو نقل کر چکے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان اصل صحائف کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس لوٹا دیا اور ہر علاقے میں ایک ایک نقل شدہ مصحف ارسال کر دیا، اور یہ حکم صادر فرمایا کہ ان کے علاوہ جو مجموعے اور صحیفے لوگوں کے پاس لکھے ہوئے موجود ہوں ان کو جلا دیا جائے۔[بخاری: محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح:۱۱۱،۱۴۶]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی شاید خود اس خطرے سے آگاہ تھے۔ انہیں اس بات کی اطلاع ملی تھی کہ خود مدینہ طیبہ کے اندر ایسے واقعات پیش آئے کہ جب مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شاگرد اکٹھے ہوئے تو اختلاف کی سی ایک کیفیت پیدا ہو رہی تھی۔[جلال الدین، سیوطی: الاتقان فی علوم القرآن:۱،۶۱]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بھی اسی قسم کی اطلاع دی تو آپ نے فوراً اقدام کرنے کا فیصلہ کیا۔ اسی وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جلیل القدر صحابہ کو جمع کیا اور ان سے اس سلسلے میں مشورہ کیا اور فرمایا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ بعض لوگ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں کہ میری قراءت تمہاری قراءت سے بہتر ہے اور یہ بات کفر تک پہنچ سکتی ہے۔ لہٰذا آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہی پوچھا کہ آپ نے کیا سوچا ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہم تمام لوگوں کو ایک یقینی مصحف پر جمع کر دیں تاکہ کوئی اختلاف اور افتراق باقی نہ رہے۔ صحابہ نے اس رائے کو پسند کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رائے کی تائید کی چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسی وقت لوگوں کو جمع کیا اور خطبہ ارشاد فرمایا:

”أنتم عندي تختلفون فيه وتلحنون، فمن نأى عني من أهل الأمصار أشد فيه اختلافاً وأشد لحناً، اجتمعوا يا أصحاب محمد ﷺ فاكتبوا الناس إماما.“

تم لوگ مدینہ میں میرے قریب رہتے ہوئے قرآن کریم کی قراءتوں کے بارے میں ایک دوسرے کی تکذیب اور ایک دوسرے سے اختلاف کرتے ہو۔ اس سے یہ ظاہر ہے کہ جو لوگ مجھ سے دور ہیں وہ تو اور زیادہ تکذیب اور اختلاف کرتے ہوں گے۔ لہٰذا تم لوگ مل کر ایک نسخہ ایسا تیار کرو جو سب کے لئے واجب الاقتداء ہو۔“

[فتح الباری: كتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، ۴۹۸۸]

مصحفِ عثمان کے بارے میں ہم نے جو وضاحت بیان کی ہے اس سے صاف طور پر واضح ہو رہا ہے کہ متفقہ مصحف تیار کروانے کی اس وقت اشد ضرورت تھی۔ ایسا نہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی سیاسی پالیسی یا ذاتی ضرورت کے تحت ایسا کیا تھا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا آذربائیجان سے واپسی پر فوراً حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آنا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ وہ اس اختلاف سے پریشان تھے۔ پھر انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ مسئلہ اس انداز سے پیش کیا کہ وہ اس کی سنگینی کو فوراً سمجھ گئے۔ اس ساری صورت حال کے پیش نظر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مندرجہ ذیل کام کیے۔

اوّلاً: قرآن کریم کے معیاری نسخے تیار کروائے اور انہیں مختلف اطراف میں روانہ کر دیا۔

ثانیاً: ان مصاحف کا رسم الخط ایسا رکھا کہ اس میں ”ساتوں حروف“ سما سکیں۔ چنانچہ یہ مصاحف نقاط اور حرکات سے خالی تھے اور انہیں ہر حرف کے مطابق پڑھا جا سکتا تھا۔ جتنے انفرادی نسخے لوگوں نے تیار کر رکھے تھے ان سب کو نذر آتش کر دیا۔

ثالثاً: یہ پابندی عائد کر دی کہ آئندہ جو مصاحف لکھے جائیں وہ انہی مصاحف کے مطابق تیار کئے جائیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے تیار کردہ نسخہ میں الگ الگ سورتیں تھیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں اکٹھا کر کے ایک مصحف کی شکل دے دی۔ [سیوطی، جلال الدین: الاتقان فی علوم القرآن: ۶۱/۲]

ان اقدامات کا مقصد یہ تھا کہ کہ تمام عالم میں رسم الخط اور ترتیب سور کے اعتبار سے تمام مصاحف میں یکسانیت ہو اور ان مصاحف کو دیکھ کر فیصلہ کیا جا سکے کہ کونسی قراءت درست اور کونسی غلط ہے۔ اس بات کی وضاحت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ہوتی ہے۔ جو ابن ابی داؤد نے کتاب المصاحف میں نقل کیا ہے۔ [ایضا حوالہ مذکور: ۶۱]

قال علي:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”لا تقولوا في عثمان إلا خيرا فواللہ ما فعل الذي فعل في المصاحف إلا عن ملأ منا قال: ما تقولون فی هذه القراءة فقد بلغني أن بعضهم يقولون إن قراءتي خير من قراءتك ولهٰذا يكادون أن يكون كفراً. قلنا: فما ترى؟ قال: أرى أن نجمع الناس على مصحف واحد فلا تكون فرقة ولا اختلاف۔ قلنا: فنعم ما أريت.

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی بات ان کی بھلائی کے علاوہ نہ کہو، کیونکہ اللہ کی قسم انہوں نے مصاحف کے بارے میں جو کام کیا وہ ہم سب کی موجودگی میں کیا۔ انہوں نے ہم سب سے مشورہ کرتے ہوئے پوچھا تھا کہ ان قراءتوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ کیونکہ مجھے اطلاعات مل رہی ہیں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ میری قراءت تمہاری قراءت سے بہتر ہے۔ حالانکہ یہ ایسی بات ہے جو کفر کے قریب تر پہنچا دیتی ہے۔ اس پر ہم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کی کیا رائے ہے انہوں نے فرمایا میری رائے یہ ہے کہ ہم سب لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کر دیں۔ تاکہ کوئی اختلاف وافتراق باقی نہ رہے ہم سب نے کہا کہ ”آپ نے اچھی رائے قائم کی ہے۔“

اس روایت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے الفاظ ”أرى أن نجمع الناس على مصحف واحد“ ہمارے موضوع کے اعتبار سے خاص توجہ کے حامل ہیں۔ کہ آپ نے یہ ارادہ ظاہر فرمایا کہ ہم ایک معیاری مصحف تیار کرنا چاہتے ہیں جو پورے عالم اسلام کے لئے یکساں طور پر حجت بن سکے اور اس کے بعد کسی صحیح قرآن کے انکار، یا منسوخ یا کسی شاذ قراءت پر اصرار کی گنجائش باقی نہ رہے۔

مولانا تقی عثمانی نے مصحف کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کی تیاری کے وقت بنیادی طور پر انہی صحیفوں کو سامنے رکھا گیا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لکھے گئے تھے۔ اس کے ساتھ ہی مزید احتیاط کے لئے وہی طریقہ اختیار فرمایا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں کیا گیا تھا۔ چنانچہ حضور کے زمانے کی جو متفرق تحریریں مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس موجود تھیں انہیں دوبارہ طلب کیا گیا اور مصحف لکھتے وقت ان کا از سر نو مقابلہ کیا گیا۔ اس مرتبہ سورۃ الاحزاب کی ایک آیت ﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا... ﴾[الاحزاب :۲۳] کے علیحدہ لکھی ہوئی صرف حضرت ابوخذیمہ رضی اللہ عنہ کے پاس ملی۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ آیت کسی کو یاد نہ تھی، کیونکہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:”مجھے مصحف لکھتے وقت سورۃ احزاب کی آیت نہ ملی جو حضور کو پڑھتے ہوئے سنا کرتا تھا ہم نے اسے تلاش کیا تو وہ حضرت حذیفہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس سے ملی۔[تقی عثمانی، مولانا: علوم القرآن:۱۹۱]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ آیت حضرت زید رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اچھی طرح یاد تھی اس طرح اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ یہ آیت کہیں اور لکھی ہوئی نہ تھی، کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جو صحائف لکھے گئے ظاہر ہے کہ یہ آیت ان میں موجود تھی۔ نیز دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس قرآن کریم کے جو انفرادی نسخے موجود تھے ان میں یہ آیت بھی شامل تھی۔ لیکن چونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ کی طرح اس مرتبہ بھی تمام متفرق تحریروں کو جمع کیا گیا تھا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس علیحدہ لکھی ہوئی بھی ملیں لیکن سورۃ الاحزاب کی یہ آیت سوائے حضرت ابوخذیمہ رضی اللہ عنہ کے کسی اور کے پاس الگ لکھی ہوئی دستیاب نہ ہوئی۔[سیوطی، جلال الدین: حوالہ مذکور ۱/۶۱]

یہ تمام تفصیلات مولانا تقی عثمانی نے پیش کی ہیں۔[تقی عثمانی، مولانا، حوالہ مذکور، ۱/۱۹۱]

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قرآن کے جمع کرنے کی یہ شکل ہوئی کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس وقت وجوہِ قراءت میں بکثرت اختلاف پھیل گیا اور یہاں تک نوبت آ گئی کہ لوگوں نے قرآن مجید کو اپنی اپنی زبان میں پڑھنا شروع کر دیا اور ظاہر ہے کہ عربی کی زبانیں بہت وسیع ہیں تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں میں سے ہر ایک زبان کے لوگ دوسری زبانوں کو برسر غلط بتانے لگے اور اس معاملے میں سخت مشکلات پیش آنے لگیں اور بات بڑھ جانے کا خوف پیدا ہو گیا اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کے صحف کو ایک ہی قبیلۂ قریش کی زبان پر اکتفاء کر لیا۔ اس بات کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دلیل یہ دی کہ قرآن مجید کا نزول دراصل قریش کی زبان میں ہوا تھا۔ اگرچہ دقت اور مشقت دور کرنے کے لئے اس کی قراءت غیر زبانوں میں بھی کر لینے کی گنجائش دے دی گئی تھی۔ لیکن اب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رائے میں وہ ضرورت مٹ چکی تھی۔ لہٰذا انہوں نے قرآن کی قراءت کا انحصار محض ایک ہی زبان میں کر دیا۔ [سیوطی، جلال الدین، حوالہ مذکور:۱۶۱]

قاضی ابوبکر ''الإنتصار'' میں لکھتے ہیں:

''کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان اختلافات کو مٹایا جو اس وقت موجود تھے اور آپ نے آئندہ نسلوں کو فساد سے بچا لیا۔''

[ایضا:۶۱/۱]

علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ عمدۃ القاری فی شرح البخاری میں لکھتے ہیں:

''إنما فعل عثمان هذا ولم يفعل الصديق لأن غرض أبي بكر كان جمع القرآن بجميع حروفه ووجوهه التي نزل بها، وهي على لغة قريش وغيرها وكان غرض عثمان تجريد لغة قريش من تلك القراءات، وقد جآء ذلك مصرحاً في قول عثمان لهؤلآء الكتاب فجمع أبوبكر غير جمع عثمان''

''یہ جو کچھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا، یہ کام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہیں کیا تھا، کیونکہ ان کی غرض تو قرآن مجید کو جمع کرنا تھا جس میں تمام وجوہِ لغات شامل تھیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی غرض بھی یہ تھی کہ لغت قریش کو بقیہ لغات سے جدا کر دیا جائے۔ چنانچہ اس بات کی تصریح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قول میں موجود ہے کہ جو انہوں نے کاتبین سے فرمایا تھا۔ اس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جمع کرنا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جمع کرنا جدا جدا تھا۔''

[عینی، بدرالدین، علامہ، حوالہ مذکور:۶۵۵/]

ان روایات کی تصریح کرتے ہوئے علماء اسلام نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عمل کی یہی تشریح کی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مقصد قرآن مجید کے کسی حروف کو ختم کرنا نہ تھا، بلکہ انہیں تو اس بات کا افسوس تھا کہ بعض لوگوں نے درست حروف کا انکار شروع کر دیا تھا اور بعض آپس میں لڑنے جھگڑنے لگے تھے اور اسی مقصد کے لئے آپ نے قرآن مجید کا معیاری نسخہ تیار کروایا تھا۔

یہی نقطہ نگاہ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے ''الفصل فی الملل'' میں۔ [ابن حزم، الفصل فی الملل والنحل:۸۲،۸۱/۲]

مولانا عبد الحق نے تفسیر حقانی [حقانی، عبد الحق، حوالہ مذکور:۵۲۸۵۱] کے مقدمہ میں، علامہ زرقانی نے مناہل العرفان [زرقانی، عبد العظیم، محمد، مناہل العرفان فی علوم القرآن:۲۸۸،۲۶۹،۲۷/۱] میں نقل کیا ہے۔

کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمع قرآن کی کاروائی سیاسی مقاصد کے پیش نظر کی؟

گذشتہ صفحات میں ہم نے عہد عثمانی میں قرآن مجید کے ایک متفقہ نسخہ کی تیاری کا پس منظر، ضرورت، اس کی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیاری اور اس کے بعد اس کے نفاذ کی تفصیلات بیان کر دی ہیں۔ ان تفصیلات کی روشنی میں مستشرقین کے پیدا کردہ ابہام خود بخود دور ہو جاتے ہیں۔ مصحف عثمانی کی تیاری محض بے مقصد کام نہ تھا، بلکہ اس کی تیاری کی بھرپور ضرورت موجود تھی۔ یہ نسخہ کوئی نیا نسخہ نہ تھا بلکہ مصحف صدیقی کی مکمل نقل تھی۔ بعض پہلوؤں سے یہ مصحف صدیقی سے مختلف تھا (مصحف صدیقی میں ''سبعہ احرف'' سے تعرض نہیں کیا جاسکتا تھا جبکہ مصحف عثمانی میں ایسا رسم الخط اختیار کیا گیا کہ جس میں تمام جائز قراءتیں سماسکیں۔ مستشرقین کے مزید اعتراضات کے جوابات ہم آئندہ صفحات میں پیش کریں گے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کا جو نسخہ تیار کروایا تھا اس پر مستشرقین نے کئی ایک اعتراضات کئے ہیں ہم نے ان اعتراضات کا ذکر چند صفحات میں کیا ہے یہ اعتراضات نوعیت کے اعتبار سے باہم متصادم ہیں، اس مصحف کے حوالے سے بعض لوگوں نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ مصحف عثمانی رضی اللہ عنہ میں ''سبعہ احرف'' ختم کر دیئے گئے اور اس کے اندر چھ حصے قرآن مجید ضائع کر دیا گیا۔ [Jeffery,Arthur Op,.5.6]

بعض دوسرے لوگوں نے اس کے برعکس بات کی ہے کہ مصحف عثمان میں کوئی خاص بات نہ تھی اور جس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مصحف میں کوئی ربط وترتیب نہ تھی اسی طرح یہ مصحف بھی محض اوراق کا مجموعہ ہی تھا اس کی تیاری کے بعد بھی قرآن مجید میں اختلافات موجود رہے کیونکہ دیگر مصاحف بھی لوگوں کے زیر تلاوت رہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان اختلافات کو ختم کرنے کا کوئی انتظام نہیں کیا۔ [Vide Bell, Richard, Intosduction the Quran ,23]

ایک گروہ کہتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مصحف کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ [Ibid,23]

مصحف عثمانی کی ضرورت اور اسی بارے میں اصل حقیقت یہ ہے کہ

''اگرچہ قرآن حکیم بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو زبانی یاد تھا تاہم لوگوں نے اپنے ہاں بھی لکھا ہوا تھا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو نسخہ تیار کیا تھا اس میں اس بات کا اہتمام نہیں کیا گیا تھا کہ ''سبعہ احرف'' کے نتیجے میں لکھے گئے ذاتی مصاحف کو ختم کر دیا جائے۔ لوگوں کے پاس ذاتی مصاحف بھی موجود رہے۔ [سیوطی، جلال الدین، حوالہ مذکور: ۱/۱۶]

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب زمانے میں یہ احساس نہ تھا کہ مسلمان کسی مشکل کا شکار ہو جائیں گے، کیونکہ اس وقت تک اسلام ابھی ایک مخصوص علاقے تک محدود تھا لیکن جب اسلام بلاد وامصار میں پھیل گیا تو حافظے کے ساتھ ساتھ کتابت کی یکساں اہمیت محسوس کی جانے لگی اور بلاد وامصار کے مسلمانوں کو کسی ایک طریقے کے مطابق قرآن مجید پڑھایا گیا یہ بات ان میں عملاً معروف نہ ہوئی کہ قرآن مجید سات حروف پر نازل ہوا ہے اس لیے پڑھاتے وقت ان میں اختلاف پیدا ہونے لگے ساتھ ہی انفرادی طور پر تیار کیے ہوئے مصاحف بھی کسی نہ کسی ''حرف'' کے مطابق تھے اور ان کے آپس میں اختلافات تھے لیکن ایک معیاری نسخہ موجود تھا۔

آئندہ سطور میں ہم مستشرقین کے اس موقف کا رد ڈاکٹر صبحی صالح کے بیان کی روشنی میں کریں گے کہ کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے محض سیاسی مقاصد کے حصول اور سیاسی پالیسی کے طور پر قرآن مجید میں مداخلت کی تھی اور اپنی مرضی کا ایک نسخہ تیار کروالیا تھا اور ارکان کمیٹی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آلہ کار بن گئے اور گھ جوڑ کر کے ایک نسخہ تیار کرلیا۔

[صبحی صالح، ڈاکٹر، حوالہ مذکور: ۷۹]

ڈاکٹر موصوف لکھتے ہیں:

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اس کاروائی کا اصل محرک وہ لوگ تھے جن کی نشاندہی حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے آذر

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بائیجان سے واپسی پر کی تھی لیکن مستشرقین اس کاروائی کا محرک سیاسی مقاصد کے حصول قرار دیتے ہیں اس سلسلے میں ''بلا شر'' پیش پیش ہے۔جس نے جمع وتدوین قرآن کے بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نیت پر حملے کیے ہیں یہ تمام حملے بالکل بے بنیاد ہیں۔مستشرقین کے پاس کوئی بنیاد نہیں کہ جس سے ثابت کیا جاسکے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پیش نظر سیاسی مقاصد کا حصول تھا اور آپ نے یہ کاروائی اس لیے بھی کی کہ مہاجرین کی اہمیت جتائی جاسکے۔اس سلسلے میں ڈاکٹر صبحی صالح نے بلاشر (Blasher) کا حوالہ دیا ہے۔[ایضا:۷۹]

ڈاکٹر موصوف لکھتے ہیں کہ یہ تمام اتہام محض مستشرقین کی الزام تراشی ہے اور عبث قیاس آرائیوں کا آئینہ دار ہے اور کسی تاریخی روایت سے ان کے اس دعوی کی تائید نہیں ہوتی۔کوئی دانشور شخص یہ بات درست تسلیم نہیں کرتا کہ امام بخاری رحمہ اللہ جیسے محدث کے مقابلے میں، جو کہ ثقاہت وامانت اور حفظ وضبط میں اپنی نظیر نہیں رکھتے ،مستشرقین کی ان بے سروپا باتوں کو اہمیت دے۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں جو کمیٹی تشکیل دی اس بارے میں بھی مستشرقین نے بے سروپا باتیں کی ہیں یہ کمیٹی چار حضرات پر مشتمل ہے۔[ایضا:۷۹]

ڈاکٹر صبحی صالح لکھتے ہیں کہ عجیب بات ہے کہ محدث ابن ابی داؤد ایک ہی مسئلہ پر مختلف روایتیں نقل کرنے کے شائق ہیں اگر چہ ان میں واضح تضاد پایا جاتا ہو۔اس پر مزید یہ کہ وہ مسئلہ زیر بحث امام بخاری رحمہ اللہ کے ذکر کردہ چار اشخاص کی کمیٹی کا ذکر نہیں کرتے بلکہ اس سلسلے میں قائم شدہ دیگر کمیٹیوں کا ذکر کرتے ہیں مثلاً وہ ایک کمیٹی کا ذکر کرتے ہیں جس کے رکن حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بھی تھے اسی طرح وہ ایک اور کمیٹی کا ذکر کرتے ہیں جو دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور سعید بن العاص رضی اللہ عنہ پر مشتمل تھی۔اس کاروائی سے دو برس قبل حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ وفات پا چکے تھے اسی طرح ایک اور کمیٹی کا ذکر کرتے ہیں جو بارہ اصحاب پر مشتمل تھی اور لطف کی بات یہ ہے کہ ان کے خیالات پر صرف ایک ہی مستشرق نے کلام کیا ہے ۔ یہ مستشرق (Schwally) ہے اس نے جرح وقدح کی ہے۔ مستشرق بلاشر اس پر تعجب وحیرت کا اظہار کرتا ہے ابن ابی داؤد نے ایک ایسی کمیٹی کا بھی ذکر کیا ہے۔

جس کے رکن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بھی تھے جو اس کاروائی سے دو برس قبل وفات پا چکے تھے۔[ایضا:۷۹]

کمیٹی کی تشکیل اور اس کے ارکان کی تعداد میں اس طرح کی روایات کے ذکر کرنے کا ان کے نزدیک مقصد یہ ہے کہ حفاظت قرآن کی ساری تاریخ کو مشکوک بنا دیا جائے۔اس کمیٹی کے ارکان کی تعداد کے علاوہ مستشرقین نے ان حضرات کی ذات پر بھی اعتراضات کیے ہیں اس سلسلے میں بلاشر نے طرح طرح کی قیاس آرائیوں سے کام لیا وہ پہلے تینوں قریشی صحابہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح اُمراء وخواص میں شامل کرتا ہے۔ یہ مستشرقین اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شخصیت وکردار کا کیا عالم تھا؟ اس معاشرے کا نقشہ بھی ان کے ذہنوں میں موجود نہیں ہے اس معاشرے میں عوام وخواص کا تصور کہاں باقی رہ گیا تھا۔اس معاشرے میں خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم خلیفہ ہوتے ہوئے لوگوں کی بکریوں کا دودھ دھو آتا تھا۔خلیفۂ ثانی جس کے ڈر سے دشمن تھر تھر کانپتے تھے، راتوں کو بھیس بدل کر لوگوں کی خدمت کے لئے مدینہ کی گلیوں میں چکر لگایا کرتے تھے۔ہم خود مستشرقین ہی کی کتب سے ایسی مثالیں پیش کرسکتے ہیں کہ یہ بزرگ تقوی وپرہیز گاری میں کس مقام پر فائز تھا کیا یہ لوگ تقوی کے اس مقام پر فائز ہوتے ہوئے قرآن میں من مانی تبدیلی کرنے کی خاطر مختلف حربے استعمال کرسکتے ہیں۔

اس معاشرے میں نہ اس قسم کی کاروائی کا امکان ہوسکتا تھا اور نہ ہی ''خواص وعوام'' کی کوئی تقسیم وہاں موجود تھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت سے برسر منبر مواخذہ ہوسکتا تھا وہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اس قسم کی کاروائی پر لوگ کیونکر خاموش رہ سکتے ہیں۔[ایضا:۸۰]

❶ بلاشر مزید لکھتا ہے کہ یہ تینوں مکی صحابہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار تھے اس لیے وہ ایک مشترکہ مصلحت کے حصول کی خاطر باہم متفق ہوگئے تھے وہ نہیں چاہتے تھے کہ کتابت قرآن مجید کا کام کسی ایسے شخص کے ہاتھوں ہو جو مکہ کے علاوہ کسی اور جگہ کا رہنے والا ہو۔ بلاشر اس من گھڑت قصے کی تکمیل یوں کرتا ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ وہ قریش مکہ کے طبقہ خواص میں شامل ہیں اس لیے وہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رضا کو قرینِ مصلحت خیال کرتے تھے۔[ایضا:۸۰]

بلاشر کے خیالات بعیدِ عقل وقیاس اور لایعنی ہیں۔ ان خیالات میں تناقص وتضاد پایا جاتا ہے۔ اگر ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معاشرے کے تقویٰ اور احتیاط کی کوئی جھلک ذہن میں رکھیں تو اس قسم کی حرکت کسی ذی ہوش انسان کے قلب ودماغ سے کوسوں دور بھاگتی ہے۔ اس کے علاوہ اس کے نظریات کے بطلان کے لئے اتنی بات ہی کافی ہے کہ بلاشر نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو تینوں مکی صحابہ کے ساتھ گٹھ جوڑ میں ملوث کر کے انہیں بلاوجہ متہم کیا ہے۔ اس کی کوئی نقلی یا عقلی دلیل موجود نہیں۔ بلاشر کے خیالات کے رد کے لئے مندرجہ ذیل باتیں قابل غور ہیں۔

تحقیق ہمیشہ استدلال کی بنیاد پر ہوتی ہے، استدلال یا تو تاریخی شواہد کی بنا پر ہوتا ہے یا مختلف شواہد سے بالواسطہ یا بلا واسطہ طور پر نتائج اخذ کیے جاتے ہیں۔ لیکن بلاشر (Blasger) کے اس نقطہ نگاہ کے پیچھے کوئی بالواسطہ استدلال موجود نہیں ہے۔ دوسری طرف انصاف اور اصول کا تقاضا ہے کہ جب وہ کوئی دلیل اپنے نقطہ نظر میں پیش نہ کرے تو اس کی بات تسلیم نہ کی جائے خصوصاً جب وہ ایسی بات کر رہا ہو جو مسلمات کے برعکس ہو اس صورت میں مسلمانوں ہی کے اس نقطہ نگاہ کو درست تسلیم کیا جائے گا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اس کاروائی کے پیچھے نہ کوئی سازش کارفرما تھی نہ کوئی گٹھ جوڑ ہوا تھا اور نہ ہی اس کاروائی سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ذاتی اغراض حاصل کرنا چاہتے تھے۔[ایضا:۸۰]

صحابہ کرام جہاں تقویٰ کے اعلی درجے پر فائز تھے وہاں وہ قرآن وحدیث کے بارے میں حد درجہ محتاط بھی تھے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کی اہمیت کو خوب جانتے تھے اور ان پر عمل پیرا تھے کہ آپ نے فرمایا تھا:

«مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ»۔[مسلم:۱۱۰]

''جس نے میرے بارے میں جھوٹ بات کی تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔''

ابن کثیر رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے:

«مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِه فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ»[ابن کثیر، عماد الدین، تفسیر القرآن العظیم:۵/۱، مقدمہ]

''جس نے قرآن مجید میں اپنی رائے سے کوئی بات کہی تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔''

جبکہ مستشرقین خود تسلیم کرتے ہیں کہ اس کمیٹی کے ارکان حد درجہ محتاط اور متقی تھے بلاشر لکھتا ہے:

''اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ کمیٹی کے ارکان کو اپنی ذمہ داری کا پورا پورا احساس تھا اگرچہ وہ ان دنوں کی تنقید وتبصرہ کے طرز وانداز سے پوری طرح آشنا نہ تھے۔''[صبحی صالح: ڈاکٹر، حوالہ مذکور:۸۱]

اس کی دونوں باتوں میں تضاد ہے ایک طرف ان کو ذمہ دار اور متقی قرار دیتا ہے اور دوسری طرف قرآن جیسی کتاب میں تحریف کی سازش میں ملوث قرار دیتا ہے ظاہر ہے دونوں میں سے ایک بات درست ہوسکتی ہے اور ہم اس

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات کو درست کہیں گے جسے تاریخ اور دلائل وشواہد ثابت کریں۔ ہم اس سلسلے میں ولیم میور کی وضاحت پیش کرتے ہیں کہ وہ بھی اپنے ساتھی مستشرقین کے موقف کو رد کرتا ہے وہ لکھتا ہے کہ اس نظر ثانی میں علماء نے آیات اور قراءات میں سے ایک ایک آیت کا پہلے نسخوں سے مقابلہ کیا۔(Mior,Willian)

اس کمیٹی میں قریش صحابہ کو شامل اس لیے کیا گیا کہ قرآن انہیں کے لب ولہجہ میں نازل ہوا تھا۔(Ibid.Wiii)

میور نے بھی اس مصحف کی تیاری کا جواز تسلیم کیا ہے کہ آذربائیجان میں لوگوں کے اندر قرآن پاک کی تلاوت پر اختلاف دیکھنے میں آئے تھے۔(Ibid.Wiii)

۲ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دیگر چند صحابہ سے مل کر اپنی پسند کا نسخہ تیار کروالیا تھا اس الزام کا رد ہم مندرجہ ذیل حقائق کی روشنی میں کرسکتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے تدوین قرآن کے کام کا آغاز کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تدوین قرآن کمیٹی کے سامنے آیت رجم پیش کی لیکن حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اسے قرآن مجید میں شامل نہیں کیا۔[تفصیلات کے لئے ناسخ ومنسوخ، جلال الدین سیوطی کی کتاب الاتقان کا مطالعہ کریں۔]

اگر ایسا ہی مسئلہ ہوتا جیسا کہ مستشرقین بیان کرتے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی حیثیت استعمال کرکے یہ آیت قرآن مجید میں شامل کرسکتے تھے لیکن چونکہ یہ آیت قرآن مجید کا حصہ نہ تھی اس لیے اسے شامل قرآن نہیں کیا گیا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سورۃ التوبہ کی آخری آیت ﴿لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُولٞ مِّنۡ أَنفُسِكُمۡ ...۝﴾ [التوبة:۱۲۸] صرف ایک ہی صحابی سے ملی جب تک اس آیت کے بارے میں بھی وہ شرائط پوری نہ ہوئیں جو اس وقت ملحوظ رکھی گئی تھیں، اس وقت تک اسے شامل قرآن مجید نہ کیا گیا۔

یہی معاملہ عہدِ عثمانی میں سورۃ الاحزاب کی آیت: ﴿مِّنَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ رِجَالٞ صَدَقُواْ مَا عَٰهَدُواْ ٱللَّهَ عَلَيۡهِۖ ۝﴾ [الأحزاب:۲۳] کے ساتھ پیش آیا تھا۔[عہد نبوی میں حفاظت قرآن، ملاحظہ فرمائیں، صبحی صالح کی کتاب علوم القرآن]

اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کچھ ذاتی مقاصد تھے تو ان کی تکمیل کے لئے دوسرے صحابہ کو (ان صحابہ کی بجائے) کمیٹی میں شامل کرکے اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کرسکتے تھے۔

مشہور مستشرق اسپرنگر مسلمانوں کے فن اسماء الرجال (جو انہوں نے حضور کے ارشادات کو پرکھنے کے لئے جاری کیا تھا اور جس کی مثال دنیا کی کوئی اور قوم پیش نہ کرسکی) کے بارے میں لکھتا ہے:

''مسلمانوں نے پیغمبر اسلام کے اقوال محفوظ کرنے کے لئے پانچ لاکھ لوگوں کے حالات زندگی محفوظ کرلئے۔''

[شبلی نعمانی، مولانا، سیرت النبی:۱/۴۲]

ایسی محتاط قوم سے یہ بات کیونکر منسوب کی جاسکتی ہے کہ اس نے ملی بھگت کرکے قرآن مجید میں تغیر وتبدل کیا ہے۔

اسلامی معاشرہ اس وقت طبقاتی طور پر امیر اور غریب میں منقسم نہ تھا کہ کچھ صحابہ کو امراء کے طبقہ سے اور کچھ کو غرباء کے طبقہ سے منسوب کیا جائے۔

جس معاشرے میں ایک بڑھیا برسرِ منبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلالی خلیفہ وقت کو کسی مسئلہ پر ٹوک سکتی ہے اور عام آدمی خلیفہ سے یہ کہہ سکتا ہے کہ اپنا خطبہ جاری کرنے سے پہلے مجھے جواب دیں کہ ہم سب کی قمیصیں تو چھوٹی ہیں اور آپ کی قمیص بیت المال کے کپڑے سے اتنی لمبی کس طرح بن گئی؟ اور خلیفہ کو اس کا جواب دینا پڑتا ہے۔[سیوطی، جلال

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الدین، حوالہ مذکور: ۱۲۴/۲، ۱۲۷]

اس معاشرے میں کیونکر گمان کیا جا سکتا ہے کہ ان کے سامنے قرآن حکیم میں تغیر ہو گیا اور وہ خاموش بیٹھے رہے؟

اسی سلسلے میں بنیادی بات یہ ہے کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سیاسی پالیسیوں کے ساتھ بعض لوگوں نے اختلاف کیا لیکن آپ کو بالاتفاق ''جامع القرآن'' کا خطاب دیا۔[ایضا: ۶۱/۱]

اگر جمع قرآن بھی سیاسی پالیسیوں کا حصہ تھا تو لوگ آپ کے خلاف فتنہ پیدا کرتے وقت آپ پر تحریف قرآن مجید کا الزام بھی لگاتے۔ یہ مصحف امت میں اتحاد کا باعث ہوا نہ کہ افتراق کا۔

تحریف قرآن مجید کی جسارت تو ایک عام مسلمان بھی نہیں کر سکتا چہ جائیکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جیسی ممتاز ہستی پر یہ الزام عائد کیا جائے۔[ایضا: ۱۵۱/۲، ۱۵۳]

آپ کی شرافت کا تو یہ عالم تھا کہ آخری ایام میں جب باغیوں نے آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا تھا آپ نے سرکاری محافظ قبول نہ کیے اور فرمایا میری خاطر کسی مسلمان کا خون نہیں بہنا چاہیے۔[ابن اثیر، الکامل فی التاریخ: ۶۰/۳]

کیا اس بات کی کوئی گنجائش ہو سکتی ہے کہ انہوں نے ذاتی غرض کی خاطر قرآن مجید میں تحریف کر دی ہو۔ علامہ مقری اپنی کتاب ''نفخ الطیب'' میں لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تیار کروائے ہوئے مصحف پر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے۔

هذا ما جمع عليه جماعة من أصحاب رسول الله ﷺ، منهم زيد بن ثابت وعبدالله ابن مسعود وسعيد بن العاص . [مقری، تنضح الطیب: ۳۹۸/۱]

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے الفاظ کہ ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورہ اور اجماع سے ایک نسخہ تیار کیا گیا''

خاص طور پر قابل ذکر ہیں اس سے یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ کاروائی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذاتی کام نہ تھا بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کے ساتھ شامل تھے۔[ولی اللہ، شاہ، ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء: ۵/۲]

۴ کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ آیات قرآن مجید سے حذف کر دی تھیں جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے مناقب جمع کئے گئے تھے۔[فنڈر، پادری، میزان الحق: ۳۶، ۴۴]

اس سلسلے میں مندرجہ ذیل حقائق پیش کئے جا سکتے ہیں:

یہ اعتراض سراسر عقل کے خلاف ہے خصوصاً بنو امیہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کے درمیان مخاصمت کو ذہن میں رکھیں تو نظر آتا ہے کہ اتنے شدید اختلافات کے باوجود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھی اسی قرآن پر متفق رہے جسے بعد میں لوگوں نے ''مصحف عثمانی'' کا نام دیا۔ نہ صرف یہ بلکہ آج تک تمام فرقے قرآن کی صیانت اور عصمت پر متفق ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جنہوں نے قرآن مجید دو مرتبہ لکھا، دونوں کے عہد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود تھے لیکن کبھی بھی قرآن کے بارے میں اختلاف نہیں ہوا نہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوئی اختلاف کیا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں کسی ایک کا دور بھی جبر و تشدد کا دور نہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مجبوراً چپ ہو گئے، نہ ہی اس بات کا امکان ہو سکتا تھا کہ قرآن سے آیات و مضامین حذف کیے جا رہے ہوں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اورلوگ خاموشی سے بیٹھے رہے۔ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ تینوں خلفاء کے عہد میں کچھ نہ کر سکے تو بعد میں جب وہ خود خلیفہ بنے تو اس وقت بھی تو وہ سب کچھ کر سکتے تھے اس وقت تو انہیں کوئی روکنے والا نہ تھا اگر وہ ایسا کر دیتے کہ (بقولِ مستشرقین) اصل قرآن امت کو لوٹا دیتے تو انہیں کوئی روکنے والا نہ تھا، اور وہ امت کے ہیرو بن جاتے۔ لیکن تاریخ شاہد ہے کہ ''جامع القرآن'' کا خطاب تو صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ملا ہے۔

[حریری، غلام احمد، تاریخ تفسیر ومفسرین:۹۱]

حضرت علی رضی اللہ عنہ امت سے کہہ سکتے تھے کہ لوگو یہ ہے قرآن کا وہ پہلا حصہ جو پہلے تین خلفاء نے غائب کروا دیا تھا اوراس کا علم صرف مجھے ہی تھا۔لیکن انہوں نے تو اس کا تذکرہ تک نہیں کیا بلکہ ہمیں تو اس کے بالکل برعکس بیانات ملتے ہیں۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت ہی جرأت مند انسان تھے کیا کوئی شخص یہ بات گوارا کرسکتا ہے کہ کوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں رائے قائم کر لے کہ انہوں نے تحریفِ قرآن کی کاروائی آنکھوں سے دیکھ لی ہو اور کسی کو روکا تک نہیں یا تو بزدلی کا مظاہرہ کیا یا مصلحت کا جبکہ قرآن مجید ان کے بارے میں کہتا ہے:

﴿ يُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ...۝ ﴾ [المائدۃ: ٥٤]

''وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف نہیں کھاتے۔''

رمضان المبارک کی راتوں میں جب ابی بن کعب رضی اللہ عنہ لوگوں کی امامت کرواتے اور قرآن مجید سناتے تھے، اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے ہوتے تھے۔

اگر قرآن مجید میں کوئی ردوبدل ہوا تھا تو آپ اسی وقت اعتراض کر سکتے تھے نیز یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ کو قرآن سنایا کرتے تھے۔[بخاری، محمد بن اسماعیل، حوالہ مذکور:۲۳۴/۱]

مصحفِ عثمانی کی بنیاد وہ نسخہ تھا جو اس وقت حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی تحویل میں تھا۔[ایضا:۱۴۶/۳]

عقل کہتی ہے کہ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن میں تغیر وتبدل کر دیا تھا تو پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو ان کا مصحف واپس کبھی نہ کیا جاتا، کیونکہ اس کی موجودگی میں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ساری کاروائی رائیگاں جاسکتی تھی۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کبھی بھی یہ نہیں فرمایا کہ اے عثمان رضی اللہ عنہ! آپ نے تو ایک نیا قرآن تیار کرلیا ہے، حالانکہ میرا مصحف کچھ اور تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے باقی تمام مصاحف نذرِ آتش کر دیئے اور اس کا مقصد یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تیار کروائے ہوئے نسخے کو کوئی چیلنج نہ کر سکے لیکن اتنی بات تو تاریخی طور پر ثابت شدہ ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا والا نسخہ مروان بن حکم کے دور تک موجود تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قرآن کے نسخے کی تیاری (۲۴ھ تا ۳۵ھ)۔[ایضا:۳۷۸] اور مروان کی فرمانروائی کے درمیان کئی برس کا عرصہ گزرا۔ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم میں تغیر وتبدل کر دیا تھا تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا نسخہ قرآن کی اصلی صورت میں موجود تھا۔ لہٰذا اصل نقول تیار کروائی جاسکتی تھیں۔ یہ بات بھی ناقابل تسلیم ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور جبر وتشدد کا دور تھا، ایسا خیال کرنا تاریخی غلطی ہو گی۔ جس خلیفہ نے بلوائیوں کے ہاتھوں محض اس لیے شہادت قبول کی کہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی ان کی حفاظت کرے اور ان کے دروازے پر کھڑا ہو اور حفاظت کرتے ہوئے کسی مسلمان کی جان ضائع ہو، وہ ہستی ذاتی مقاصد

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے تحت تیارہ کردہ قرآن کو لوگوں میں مروّج کرنے کے لئے لوگوں پر تشدد کرے گی؟

۴ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا والے نسخے سے اصل قرآن مجید کو حاصل نہ کیا جا سکا، کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اثرات بڑے گہرے تھے تو یہ بات بھی بڑی خلاف واقعہ ہے، کیونکہ جو خلیفہ بلوائیوں کے ہاتھوں کسی میدان میں نہیں بلکہ اپنے گھر میں شہید ہو رہا ہے اور اس کی شہادت کا بدلہ بھی نہیں لیا جا رہا ہے اس کے سیاسی اثرات کے بارے میں کیا تصور کیا جا سکتا ہے؟

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب مسلمانوں کے فرقوں میں خون ریز لڑائیاں ہو رہی تھیں، اس وقت بھی ان سب کا قرآن ایک ہی تھا۔ قرآن پر متفق ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید میں کوئی تبدیلی نہیں کی تھی۔ کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دیگر مصاحف ہی تلف کئے تھے لوگوں کے حافظے سے تو قرآن محو نہیں ہوا تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مصحف کے بارے میں علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے اس نقطہ نگاہ کا جواب یوں دیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ جو روافض کے نزدیک بہت عظیم مقام رکھتے ہیں پونے چھ برس تک برسر اقتدار رہے ان کا حکم چلتا تھا ان پر کیا دباؤ تھا کہ انہوں نے اصل قرآن جاری نہیں فرمایا؟

امام حسن رضی اللہ عنہ کو بھی خلافت ملی وہ بھی معصوم سمجھے گئے ہیں۔ ان سب باتوں کے باوجود یہ کس طرح جراءت ہو سکتی ہے کہ ایسی بات کہی جائے۔ [ایضا:۷۸]

علامہ فرماتے ہیں:

”قرآن پاک میں کوئی حرف کم ہونا، زائد ہونا، تبدیل ہونا ہم کیسے تسلیم کر سکتے ہیں جبکہ قرآن مجید میں تغیر کے مرتکب ہونے کی وجہ سے ان حضرات سے جہاد، اہل شام سے لڑائی کرنے سے زیادہ ضروری اور اہم تھا۔“

(Mior,William,Op.Cit.xiv)

کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت سے متعلقہ آیات قرآن مجید سے نکال دی تھیں؟ مستشرقین کے اس موقف کا جواب ہم انہیں کے ایک ساتھی ولیم میور کے حوالے سے پیش کریں گے۔ میور لکھتے ہیں کہ

یہ اعتراض سراسر عقل کے منافی ہے۔ خصوصاً بنو امیہ سے اور حامیان حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقشات پر نظر کرتے ہوئے کہ اتنے شدید اختلافات کے باوجود حامیان حضرت علی رضی اللہ عنہ اسی قرآن مجید پر متفق رہے۔ جسے بعد میں انہی لوگوں نے ”صحیفہ عثمانی“ سے موسوم کیا، نہ صرف یہ بلکہ آج تک تمام شیعہ سنی فرقے قرآن مجید کی صیانت وعصمت پر متفق ہیں۔ (Mior,William,Op.Cit.xiv)

آخر میں ولیم میور لکھتے ہیں:

”پس ہمارے ان معارضات سے ثابت ہے کہ موجودہ قرآن میں کوئی ایسی آیت نظر انداز نہیں کی گئی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عصمت پر دال ہو۔“

کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کا ۶/۷ حصہ ضائع کر دیا؟

۵ مستشرقین کا ایک اعتراض یہ ہے کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب مصحف تیار کروایا تو انہوں نے سات قراءتوں میں سے چھ کو خارج کر دیا اور لوگوں کو ایک ہی قراءت (حرف) پر جمع کر دیا۔ اس طرح ان کے بقول حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ۱/۷ قرآن باقی رہنے دیا ۶/۷ حصہ ضائع کر دیا۔ [ناصر، کے ایل، قرآن شریف کے متن کا تاریخی مطالعہ: ۲۵]

اس اعتراض کا جب ہم تحقیقی جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یا تو اس کے پیچھے مستشرقین کی کم علمی کارفرما ہے یا ان کی دانستہ حقائق سے چشم پوشی۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل نکات اصل مسئلے کی وضاحت کرتے ہیں۔

◉ مستشرقین یہ سمجھتے ہیں کہ شاید قرآن مجید کا ہر ہر لفظ سات سات قراءتوں سے پڑھنے کی اجازت تھی حالانکہ ایسی صورت حال نہ تھی۔

'سبعہ احرف' محض الفاظ کی ادائیگی کا فرق تھا۔ ایک لفظ دوسرے لفظ کے مترادف تھا، سات میں سے کوئی اختیار کر لیا گیا تو قرآن مجید کا لفظ ادا ہو گیا اس فرق سے معانی میں بھی کوئی واضح فرق نہیں پڑتا تھا۔

مزید جو اس نقطہ نگاہ کا اصل جواب ہے وہ یہ ہے کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے درحقیقت لوگوں کو متواتر اور ثابت شدہ قراءتوں پر جمع کیا تھا۔ یہ تو حقیقت ہی کے برعکس ہے کہ انہوں نے سات قراءتیں یا ''سبعہ احرف'' کو ختم کر کے ایک ''حرف'' پر لوگوں کو جمع کیا تھا۔ [ایضا: ۱/۲۵۴]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے رسم الخط جس میں کہ ''سات حروف'' سما سکیں اس کی مثالیں دوسری جگہ بیان کر دی گئی ہیں، ذیل میں ان کو مکرر بیان کیا جاتا ہے ''امام ابن حزم رحمہ اللہ'' نے بھی اس سلسلے میں اپنی کتاب " الفصل فی الملل والنحل" میں مدلل بحث کی ہے اور اس قسم کے اعتراض کا رد خالص عقلی اور منطقی انداز میں کیا ہے کہ کیا فی الواقع حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں قرآن میں تغیر ہو گیا تھا۔ امام موصوف نے خود یہود و نصاریٰ کی طرف سے کئے گئے کچھ اعتراضات کا بھی ذکر کیا ہے اور پھر ان کا رد فرمایا ہے۔ [ابن حزم، حوالہ مذکورہ: ۲/۷۶، ۸۸]

❻ مستشرقین نے تمام زورِ استدلال اس پر صرف کر دیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مصحف ناقابل اعتبار، غیر مرتب اور نامکمل تھا اس کے لئے وہ مختلف قسم کے حربے اختیار کرتے ہیں۔ مزید جو اعتراض یہ کرتے ہیں کہ حیات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری عرصہ میں متعدد آیات منسوخ ہو گئی تھیں۔ اس سلسلے میں ابن جزری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ولا شك أن القرآن نسخ منه فی العرضة الأخيرة فقد صح النص بذلك عن غير من الصحابة وروينا بإسناد صحيح عن زر بن حبيش قال: قال لي ابن عباس: أي القراءتين تقرأ؟ قلت: الآخرة. قال: فإن جبريل كان يعرض القرآن على النبي ﷺ عام رمضان. قال: فعرض عليه القرآن في العام الذي قبض فيه النبي ﷺ مرتين فشهد عبد الله (يعني ابن مسعود) ما نسخ منه وما بدل. [الجزری، ابو الخیر، النشر فی القراءات العشر: ۲/۳۸]

''اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ قرآن میں زمانہ وحی میں نسخ اور تغیرات اللہ کے حکم کے مطابق ہوتے رہے ہیں اور متعدد صحابہ سے ایسی مرویات بھی وارد ہیں اور ہم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت زر بن حبیش رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ دونوں قراءتوں میں سے کونسی تلاوت کرتے ہیں تو میں نے جواب دیا'' میں آخری عرضۂ اخیرہ والی تلاوت کرتا ہوں پھر فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جبریل امین علیہ السلام ہر سال ایک مرتبہ قرآن کا دور فرماتے حتی کہ جس سال آپ کی وفات ہوئی تب سے آپ پر ایک سال میں دو دور کرنا لازم ہوا تھا۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی گواہی دی ہے کہ اس موجودہ قرآن میں اب کوئی منسوخ آیت نہیں نہ ہی کوئی تغیر ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ تو ہے کہ عرضۂ اخیرہ سے قبل بہت سی قراءتیں خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے منسوخ ہوگئیں ۔حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ نے مترادف الفاظ کے جس اختلاف کا ذکر کیا ہے اس کی جزئیات بھی یقیناً اسی وقت منسوخ ہوگئی ہوں ، لیکن مستشرقین کا اس نسخ اور تبدیلی سے استدلال کرتے ہوئے قرآن کو محرف بنانا صحیح نہیں کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو مصحف تیار کروایا تھا وہ عرضۂ اخیرہ کے مطابق تھا۔ جب کہ تمام منزل وحی تبدیلیوں کے بعد اپنا اصل مقام پا چکی تھی۔
بناء بریں ہم پوری طمانیت کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ مصحف عثمانی اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اس نسخے میں اصلاً کوئی تعرض نہ تھا جس میں زید نے قراءت کی مختلف صورتوں میں سے صرف قریش کے لہجہ کو محفوظ رکھا۔

(Mior,William,Op.Cit.xiv)

۷ بعض لوگوں نے مصحف عثمانی کے بارے میں ابہام پیش کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک طرف فرمایا کہ لکھنے والوں میں رسم الخط کے بارے میں کہیں اختلاف ہو تو قریش کے رسم الخط کو ترجیح دی جائے۔

[سیوطی، جلال الدین، حوالہ مذکورہ: ۶۲/۱]

اور دوسری طرف یہ کہا گیا کہ انہوں نے اپنے ساتوں حروف کو باقی رکھا تو پھر قریش کے رسم الخط کو باقی رکھنے کا کیا مطلب ہوا؟

کیا مصحف عثمانی لغتِ قریش کے مطابق لکھا گیا؟

اس ابہام کا ازالہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ ''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس جملہ سے حافظ ابن جریر رحمہ اللہ اور بعض دوسرے علماء نے بھی یہ سمجھا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چھ حروف ختم کر کے صرف ایک حرف یعنی حرف قریش کو باقی رکھا''۔ لیکن درحقیقت اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد پر اچھی طرح سے غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس سے یہ سمجھنا درست نہیں کہ انہوں نے حرف قریش کے علاوہ باقی چھ حروف کو ختم کروا دیا تھا بلکہ مجموعی طور پر تمام روایات کے مطالعے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس ارشاد سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا:

''اگر قرآن مجید کی کتابت کے دوران 'رسم الخط' کے طریقے میں کوئی اختلاف ہو تو قریش کے 'رسم الخط' کو اختیار کیا جائے۔ اس مفہوم کو اخذ کرنے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ہدایت کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب کتابت قرآن مجید کا کام شروع کیا تو پورے قرآن کریم کے دوران ان میں صرف ایک اختلاف پیش آیا اس اختلاف کا ذکر امام زہری رحمہ اللہ نے یوں فرمایا ہے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور باقی اراکین کمیٹی کے درمیان یہ اختلاف ہوا کہ تابوت کو 'تابوۃ' لکھا جائے یا 'تابوت' لکھا جائے چنانچہ اسے قریش کے رسم الخط کے مطابق '' تابوۃ'' لکھا گیا۔[ایضا: ۶۱/۱]

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور قریشی صحابہ کے درمیان جس اختلاف کا ذکر فرمایا اس سے رسم الخط کا اختلاف مراد تھا نہ کہ لغات کا۔ اس سلسلے میں امام طحاوی رحمہ اللہ سے بھی کافی تفصیلات موجود ہیں۔

۸ مصحف عثمانی پر ایک اعتراض یہ کیا گیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے جب ان کا لکھوایا ہوا نسخہ پیش کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"إن في هذا القرآن لحنا ستقيمه العرب بألسنتهم ."

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[آلوسی ،محمود سید، علامہ، روح المعانی تفسیر القرآن والسبع المثانی:۲۸/۱]

اس اعتراض اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ان الفاظ کے بارے میں علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لم یصحّ عن عثمان أصلا" یعنی یہ روایت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بالکل ثابت نہیں ہوئی ہے۔ اس سلسلے میں دوسرا جواب یہ ہے:

مصحف عثمانی پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع تھا، 'رسم' پر بھی اجماع ثابت ہے جبکہ امت کا غلطی پر اجماع (حدیث کی رو سے) نہیں ہوسکتا۔

اس روایت کے آغاز میں بھی مذکور ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمع قرآن کمیٹی کے ارکان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: 'أحسنتم وأجملتم' تم نے اچھا اور عمدہ کام کیا۔ اس مجموعہ میں اگر غلطی ہوتی تو آپ رضی اللہ عنہ غلطی کی کس طرح تحسین فرماتے۔

ابوعبیدة رضی اللہ عنہ سے عبد الرحمان بن ہانی رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ کاتبان نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے مصاحف پیش کیے جن میں 'لم یتسن'، 'لا تبدیل للخلق' اور 'وأمهل الکافرین' لکھا ہوا تھا۔ آپ نے قلم دوات منگوا کر تینوں جگہوں پر غلطی کی اصلاح کر دی اس روایت سے اس شبہ کی نفی ہوتی ہے کہ آپ نے احتیاط سے کام نہ لیا۔ بلکہ آپ نے تو کتاب کی معمولی سی غلطی بھی نہ رہنے دی۔

۹ بعض مستشرقین کا کہنا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ مصحف عثمانی سے متفق نہ تھے۔

اس سلسلے میں ترمذی شریف میں ایک روایت ہے جس میں امام زہری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی شکایت تھی کہ کتاب کا کام ان کے سپرد کیوں نہ کیا گیا جبکہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں انہوں نے زیادہ طویل عرصے تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے فیض حاصل کیا تھا۔ [ترمذی، محمد بن عیسی، جامع الترمذی:۲۲۹/۴]

اس سلسلے میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ''فتح الباری'' میں بھی اس نقطہ نگاہ کا رد کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا موقف یہ تھا کہ انہوں نے یہ کام مدینہ طیبہ میں شروع کیا تھا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس وقت کوفے میں تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کے انتظار میں اس کام کو مؤخر نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو یہ کام سونپا تھا انہوں نے یہی مناسب سمجھا کہ یہ مرحلہ بھی انہی کے ہاتھ سے تکمیل کو پہنچے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی اس توجیہ کے علاوہ اس نقطہ نگاہ کی تردید یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس وقت جو مسئلہ درپیش تھا اس میں صحابہ کے مقام مرتبے کا عمل دخل کم تھا بلکہ اس کے مقابلے میں اس مسئلے کا تعلق تجربے سے زیادہ تھا۔ [ابن حجر، عسقلانی، حوالہ مذکور:۱۵،۱۳/۱]

حضور نے جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو 'علمائے قرآن' سے موسوم کیا تھا اور قراء ارشاد فرمایا تھا ان میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ لیکن عہد عثمانی کا معاملہ اس سے کچھ مختلف تھا۔ کیا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لئے یہ اعزاز کم تھا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر فوقیت رکھنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پہلے 'جمع القرآن' کے نام پر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ہی مامور فرمایا۔ اس وقت تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مدینہ کے اندر موجود تھے اور ان کی موجودگی کے باوجود حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو منتخب فرمایا۔ اس کا مطلب یہی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو مصحف کی تیاری پر پہلی مرتبہ متعین نہیں کیا گیا تھا بلکہ اس سے پہلے عہد شیخین میں بھی ان کو اس کام کے لئے موزوں ترین قرار دیا گیا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے متقدمین ہی کی اقتداء میں انہیں تعینات کیا تھا۔ دونوں مواقع پر حضرت زید رضی اللہ عنہ کا انتخاب اس سبب سے تھا کہ انہیں عرضۂ اخیرہ تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نصیب رہا۔[ایضا:۱۳،۱۵]

اس لیے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے منصب میں موازنہ کرتے ہوئے ہمیں ان مذکورہ بالا حقائق کو ذہن میں رکھنا ہوگا۔

۱۰ 'احراقِ مصحف' کے بارے میں ولیم میور کہتا ہے کہ یہ ایک ناانصافی کہی جاسکتی ہے کہ انہوں نے مجمع علیہ نسخہ کے علاوہ تمام مصاحف تلف کروا دیئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دراصل اس میں ان کا مقصد فقط حفاظتِ کتابِ الٰہی تھا، وہ اس سے کسی ممکنہ تحریف کے مرتکب نہیں ہوئے تھے لہٰذا اس دور میں کسی نے بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر یہ الزام نہیں لگایا کہ انہوں نے قرآن مجید میں تحریف کی ہے۔ اگر بفرضِ محال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایسا ہی کرتے تو یہ راز ضرور آشکار ہوکر رہتا۔ حقیقت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر یہ اتہام متاخرین شیعہ نے اپنے اعتراض کے لئے وضع کرلیا ہے۔

[Mior,William,Op.Cit.vii]

اس سلسلے میں مزید تفصیلات کے لئے تفسیر 'روح المعانی' کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مصحف پر اعتراضات کے جواب کے سلسلے میں ہم ولیم میور کا ایک اقتباس نقل کرتے ہیں۔ جس میں وہ لکھتا ہے:

''قرآن مجید کی ترتیب خود اس کی شاہد ہے کہ جامعین نے اس میں پوری دقتِ نظر کا لحاظ رکھا اس کی مختلف سورتیں اس سادگی سے ایک دوسرے کے ساتھ مربوط کر دی گئیں ہیں جن کی ترتیب دیکھ کر کسی تصنیفاتی تکلف کا شائبہ تک نہیں رہتا، جو اس امر کا بین ثبوت ہے کہ جامعین قرآن میں تصنیف کی شوخی سے زیادہ ایمان واخلاص کا جذبہ کارفرما تھا اور اس ایمانی ولولہ میں وہ نہ صرف سورتوں بلکہ آیات کی ترتیب☆ میں بھی تصنع سے اپنا دامن بچائے ہوئے نکل گئے۔

[Ibid,xxi]

پھر ولیم میور آخری نتائج اخذ کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

''ہم پورے شرح صدر کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ عہد عثمانی میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے قرآن کی جس صورت میں نظر ثانی کی وہ نہ صرف حرفاً حرفاً درست ہے بلکہ اس کے جمع کرنے کے موقع پر جو اتفاقات یکجا ہوگئے ان کی رو سے بھی یہ نسخہ اس قدر صحیح ہے کہ نہ تو اس میں کوئی آیت اصل وحی الٰہی سے اوجھل ہوئی اور نہ اس قسم کے کسی شائبہ کی گنجائش ہے، نہ وہی جانبین نے ازخود کسی آیت کو قلم سے انداز کیا ہے۔[Ibid,xxi]

پس! یہی وہ قرآن ہے جسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری دیانت سے وامانت کے ساتھ دوسروں کو سنایا۔[Ibid,xxi]

مذکورہ بالا عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مستشرقین درحقیقت 'مصحف عثمانی' پر بے جا اعتراضات کرکے مسلمانوں کو بدظن کرنا چاہتے تھے۔ لیکن یہ بدگمان کرنا تو دور رہا خود ان کے اقوال ہی باہم اس قدر مختلف ہوگئے کہ جن میں ایک

☆ اس عبارت میں ولیم میور نے صحابہ کی تعریف کے پس پردہ ایسا سنگین الزام وارد کیا ہے جس کو محترم مقالہ نگار بھانپ نہیں سکے اور وہ ہے ''سورتوں کی ترتیب کیساتھ ساتھ آیات کی ترتیب میں بھی صحابہ کا عمل دخل''!! اس بارے میں اختلاف موجود ہے کہ آیا سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے یا صحابہ نے دی ہے؟ لیکن اس پر مکمل اتفاق ہے کہ آیات کی ترتیب توقیفی ہے اور اس میں کسی کا کوئی حصہ نہیں۔[ادارہ]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جگہ اگر مصحف کی تنقیص کی گئی تو دوسرے مقام پر خود اسی ہی قلم سے توصیف وتحمید کے الفاظ بھی نکلے ہیں اور وہ مسلمانوں کو بدظن کرتے کرتے خود اپنے جال میں پھنس کر رہ گئے ہیں۔ اس مصحف کو جھٹلانا تو درکنار! خود اس اس 'حفاظت قرآن' سے متاثر ہو کر ان کے قدم ڈگمگا گئے ہیں۔ تو یہ ہے قرآن کا اعجاز! کہ کوئی حملے کی نیت بھی کرے تو اپنی ہی ہستی کو جھٹلا بیٹھتا ہے۔ لیکن افسوس کہ ان مستشرقین کو یہ باتیں بھی دین حق کی جانب راغب نہیں کرتیں۔ اللہ نے کس قدر صحیح فرمایا ہے:

﴿ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴾[النور:٤٠]

''جس کیلئے اللہ تعالیٰ ہدایت کا سامان نہ کریں اُسے کون ہدایت دے سکتا ہے۔''

(بشکریہ ماہنامہ محدث لاہور، ۱۹۹۳ء، جنوری)

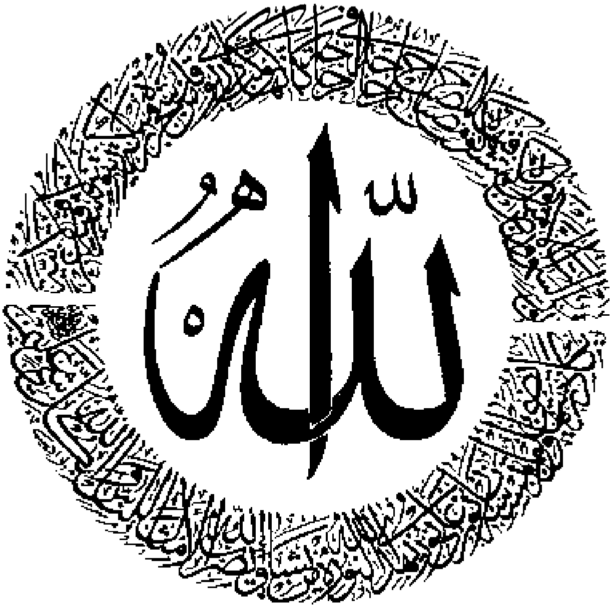

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدثر حسین☆

تحریف قرآن، منصف مزاج مغربی مفکرین کی نظر میں

رُشد قراءات نمبر حصہ اوّل و دوم میں اختلاف قراءات قرآنیہ اور مستشرقین کے شبہات کے جائزہ کے حوالے سے اب تک تین مضامین طبع ہو چکے ہیں۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ اس موضوع پر قراءات نمبر میں قراءات کے حوالے سے مستشرقین کے نظریات کے تعاقب پر مزید مضامین شامل اشاعت ہوں۔ چنانچہ رُشد قراءات نمبر سوم میں اس موضوع پر چھ عدد مزید مضامین شامل طباعت ہیں۔ ان مضامین میں سے زیر نظر تحریر اس اعتبار سے انفرادیت کی حامل ہے کہ محترم مقالہ نگار نے مغربی مفکرین میں سے ان منصف مزاج لوگوں کے افکار کو بحث کا موضوع بنایا ہے جو قرآن کریم کو عام مستشرقین کے مؤقف کے برعکس ایک محفوظ کتاب کے طور پر تسلیم کرتے ہیں۔

اس موضوع کے حوالے سے اگرچہ مواد نہ ہونے کے برابر ہے کیونکہ بالعموم تمام مستشرقین قرآن کریم محمدﷺ کا ذاتی کلام مانتے ہیں چنانچہ اسے شرعی مقام دینے کو تیار نہیں لیکن اس کے باوجود فاضل مقالہ نگار انتہائی تتبع کے بعد اس موضوع کے حوالے سے ضروری حوالہ جات تلاش کر کے اس مضمون کو ترتیب دیا ہے۔ جس سے قرآن کریم کے بارے اہل مغرب کے دونوں نظریات آ گئے ہیں۔ [ادارہ]

اِستشراق کی اَصل حقیقت اس وقت سامنے آئی جبکہ اِستشراق، ألسنة مشرقية کی واقفیت اور اِسلامی علوم وآداب کے یک رُخی مطالعہ تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ آگے بڑھ کر اسلام اور پیغمبر اسلامﷺ سے بغض وعناد، اس کا جزوِ لازم ٹھہرا، پھر یہی بغض وعناد، پہلے پہل تو مشنری جذباتیت کا آئینہ دار رہا لیکن کچھ عرصہ بعد اُس نے متعین مقاصد کے تحت علمیت کا لبادہ اوڑھ لیا۔ گویا اس دوسرے مرحلہ میں اِستشراق نے ایک تحریک، ایک مستقل روّیہ اور سلوک (Discipline) کی شکل اِختیار کر لی اور اس روّیہ اور سلوک کے اِحاطہ میں رہتے ہوئے تمام ضروری مباحث کو موضوعِ سخن بنایا گیا، مثلاً اِسلام اور اس کی تعلیمات کو مجبوراً یا تکلّفاً غلط طور پر پیش کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی کہ زمانے کے عہد بہ عہد اِرتقا کے ساتھ وہ تعلیمات ہم آہنگ نہیں ہوسکتیں۔ قدیم تہذیبوں اور قدیم زبانوں کو پھر سے زندہ کرنے کے لیے مصر، عراق، شمالی افریقہ اور دوسرے علاقوں میں سرگرمیوں کو منظّم کیا گیا تاکہ یہ تہذیبیں اسلامی تہذیب وتمدن کے لیے چیلنج بن سکیں، عربی زبان کے لیے کہا گیا کہ قرآنی عربی عہد جدید کی ضرورت و حالات سے مطابقت پیدا نہیں کرسکتی اس لیے مقامی زبانیں اور مردہ لغات کو آگے بڑھانا بلکہ عربی رسم الخط کو رومی رسم الخط سے تبدیل کر دینا چاہیے۔ پیغمبر اسلامﷺ کی سیرت و کردار کے بارے میں اُن نکات کو اُچھالا گیا، جن سے عام ذہن کے لوگ بھی اچھا تاثر نہ لے سکیں اور ان کے لائے ہوئے مشن کو ناقابل اِلتفات گردانا جائے، اسلامی تہذیب

☆ لیکچرار گورنمنٹ کالج ٹاؤن شپ لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وثقافت کی تعمیر وترکیب میں بیرونی عناصر کی کارفرمائی ثابت کی جائے تا کہ اِسلامی ثقافت، مجموعہ خرافات ٹھہرے وغیرہ وغیرہ۔ ان تمام مطالعات کا ہدف بہرحال مستشرقین کے نزدیک اپنے عزائم کی تکمیل کے سوا کچھ نہ تھا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ امتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ حکمتِ عملی تبدیل ہوتی رہی اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مستشرقین جذباتیت کے تنگ دائرہ سے نکل کر عقلیت، علمیت اور اِستدلال کے اَوزان وپیمانے استعمال کرنے لگے، اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے متعلق اپنے رویہّ پر اُنہوں نے خود نظر ثانی کی اور بدنیتی کے باوجود مخالفت ومخاصمت کا اظہار رفتہ رفتہ سلیقہ سے کیا جانے لگا۔

اِستشراقی تحقیقات کا پس منظر

اِستشراق اور صاحبان استشراق (مستشرقین) کی پوری تاریخ پر ایک عمومی نظر ڈالی جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تحریک اِستشراق اپنی حقیقت و ماہیت میں چونکہ اسلام کے خلاف ہے اور ہر دور کے (غیر مسلم) مستشرقین کی تمام سرگرمیاں، اپنے علمی تنوع کے باوجود اسلام، پیغمبر اسلام ﷺ، اسلامی تاریخ اور اسلامی علوم وآداب کے حوالہ سے بہرحال معاندانہ رہی ہیں اور چونکہ مستشرقین کی پوری جماعت میں شامل افراد اپنی اصل ونسل میں یہودی ہیں یا عیسائی، اس لیے یہ کہنا غلط نہیں ہے کہ اسلام اور یہودیت وعیسائیت کے مابین آویزش کے ساتھ ہی استشراقی جذبہ وفکر کی نمو ہوگئی تھی۔

باقاعدہ ایک تحریک کی شکل اختیار کرنے سے پہلے بھی اہل مغرب کی طرف سے، اِسلام کے خلاف بالعموم اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف بالخصوص، بغض و عداوت کا اظہار موقع بہ موقع، تاریخ کے مختلف اَدوار میں ہوتا رہا اور وفور جذبات سے سرشار، رومی، بازنطینی، مسیحی اور یہودی روایتیں صدیوں سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی رہیں، اَفواہوں کے دوش پر سفر کرتی رہیں اور کبھی کبھار تحریر وتصنیف اور وقائع واَسفار کے قالب میں ڈھلتی رہیں اور ان کی اپنی آئندہ نسلوں کا سرمایہ افتخار قرار پائیں۔ چنانچہ ظہورِ اسلام کے بعد سے کوئی چار ساڑھے چار سو سال تک اِسلام اور بانی اسلام ﷺ کے حوالے سے اُن کی مخالفت ومخاصمت کا عام اَنداز یہی رہا اور اس تمام عرصہ میں بلکہ اس کے بعد بھی مغربی دنیا اس قابل نہ ہوسکی کہ حقائق وواقعات کا صحیح اِدراک کرسکے اور مسلمانوں کی تاریخ وثقافت کو علم کی روشنی میں جان سکے۔ اس صورتِ حال کا بظاہر ایک سبب، ان کے دلی جذبات کے علاوہ یہ تھا کہ صحیح معلومات کے لیے اصل اسلامی مآخذ تک رسائی ممکن نہ تھی، پھر تعصب، سنی سنائی باتوں، غلط فہمیوں اور خودساختہ مفروضات نے انہیں اس قابل ہی نہ رکھا کہ وہ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی حقیقی تصویر دیکھ سکیں۔ اس پر مستزاد تصادم وکشمکش کے وہ واقعات تھے جو تاریخ میں بار بار دہرائے گئے۔ خاص طور پر آنے والے زمانے میں صلیبی محاربات کا سلسلہ دشمنی وعداوت ان پر ایسا نشہ طاری کرگیا جو آج تک نہیں اُترا۔ صلیبی جنگوں کے طویل محاربات میں دنیائے مغرب کی ناکامی سے نہ صرف یہ کہ یورپ کی مشترکہ عسکری قوت پاش پاش ہوگئی بلکہ یہی شکست اس بات کا زبردست محرک بن گئی کہ جنگی محاذ پر پسپا ہونے کے بعد ذہنی وفکری محاذ پر اِسلام اور دنیائے اسلام کو زک پہنچائی جائے۔ اس کی تدبیر اس سے بہتر اور کوئی نہ تھی کہ اسلام، اسلامی عقائد، پیغمبر اسلام ﷺ اور اسلامی معاشرہ کو ہدف تنقید بنایا جائے۔ چنانچہ اس کام کے لیے جذباتی طوفان پہلے سے موجود تھا، پھر لاطینی آبادکار اور مسلم علاقوں سے آئے ہوئے عیسائی اور یہودی، اِسلام اور مسلمانوں کے متعلق جو کچھ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علم، معلومات رکھتے تھے وہ کتنی ہی خام و ناکارہ سہی، ان کے لیے بہرحال مفید مطلب تھیں۔

اِستشراقی تحقیقات کے اَسباب ومحرکات

تحریک استشراق کے پس پردہ محرکات کو مندرجہ ذیل نکات کی صورت میں پیش کیا جا سکتا ہے۔

① اسلام اور اَدیان غیر میں بڑے بنیادی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ اسلام کا نظریہ حیات، اس کا نظام فکر وعمل، اس کے تہذیب وتمدن کا اظہار، یہودیت، عیسائیت اور دوسرے مشرکانہ مذاہب سے یکسر مختلف ہے۔ پھر دانائے سُبل، ختم الرسُل ﷺ نے اسلام کی جو دعوت پیش کی اُس نے روزِ اوّل ہی سے ادیان باطلہ کی نفی کردی تھی اس لحاظ سے یہ اَمر تعجب خیز نہیں کہ دوسرے مذاہب کے علمبردار، اسلام، اہل اسلام اور عالم اسلام کے بارے میں سخت معاندانہ جذبات رکھتے ہیں اور اپنے بغض وعناد کا اظہار ہر ممکن طریقہ سے کرتے ہیں۔ اُن کا یہ روّیہ اور ان کی شقاوت وقساوت دراصل نظریاتی اور فکری بنیادوں پر استوار ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ایک جگہ اس حقیقت کبریٰ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ ''تم دیکھو گے اہل ایمان کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی کرنے والے یہودی اور مشرک ہیں اور دوستی کے لحاظ سے مومنوں سے قریب تر ان لوگوں کو پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس لیے کہ ان میں عالم بھی ہیں اور مشائخ بھی، اور وہ تکبر نہیں کرتے۔'' جہاں تک مستشرقین کا تعلق ہے، ان کے پورے گروہ میں نمایاں ترین عناصر، یہود، نصاریٰ اور مشرکین ہیں۔ انہیں اسلام، اہل اسلام اور عالم اسلام کی سرفرازی کسی طور پر پسند نہیں بلکہ وہ ہر آن زک پہنچانے کی فکر میں رہتے ہیں۔ اس لحاظ سے تحریک استشراق کی اٹھان اسلام دشمنی کے زیر سایہ ہوئی اور مستشرقین کی مساعی کا ہدف یہ ٹھہرا کہ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کو دنیا کے سامنے کریہہ المنظر بنا کر پیش کیا جائے۔

② نظریاتی سبب کے علاوہ ایک سبب تاریخی بھی ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کا لایا ہوا انقلاب آن کی آن میں پھیلتا چلا گیا وار اس کے علمبرداروں نے انتہائی مختصر مدت میں اسلام کا پرچم دنیا کے دُور دراز علاقوں میں جا کر لہرا دیا۔ اس پر مستزاد یہ کہ اپنی پیش قدمی میں اِسلام نے اپنی راہ کی تمام مزاحمتوں کو اس آسانی کے ساتھ ختم کردیا کہ دنیائے مغرب آج تک انگشت بہ دنداں ہے۔ خاص طور پر اُس وقت کی معلوم دنیا کی دو بڑی طاقتوں روم وفارس کا سرغرور یوں سرنگوں کیا کہ وہ صدیوں خمیدہ رہا۔ بہرحال اسلام کی اِنتہائی تیز رفتاری کے ساتھ وسعت واِشاعت نے جہاں ایک طرف دنیائے مغرب کی مذہبی ونظریاتی رفعتوں کو پامال کیا وہاں دوسری طرف اسلام کی عسکری فتوحات نے ان کی شوکت وسطوت کو پارہ پارہ کردیا۔ بازنطینی سلطنت کے زرخیز خطوں (شام، فلسطین، مصر وغیرہ) پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا، اور چرچ کے مضبوط قلعے فتح ہوگئے۔ شمالی اَفریقہ کو فتوحات، اُندلس اور سسلی کی عرب فتوحات نے دنیائے مغرب کو زیروزبر کردیا اور یوں اسلام اور مغرب کے درمیان عداوت کی مستقل بنا پڑ گئی۔ یہ تاریخی منظر مستشرقین کی معاندانہ سرگرمیوں اور مخاصمانہ کاروائیوں کا بھی نقطہ آغاز ثابت ہوا۔

③ محاربات صلیبی کو اگر ہم تحریک استشراق کا فوری سبب قرار دیں تو غلط نہ ہوگا۔ صلیبی جنگوں کو تاریخ یورپ بلکہ تاریخ عالم اور تاریخ اسلام میں جو اہمیت حاصل ہے اس کی تفصیل کا تو یہاں موقع نہیں ہے البتہ اس حد تک نشاندہی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ دنیائے اسلام کے خلاف دنیائے یورپ کی متحدہ کوششیں چونکہ ناکام ونامراد ہوئیں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور (۱۰۹۶ء سے ۱۲۹۲ء تک) کے معرکہ ہائے صلیب و ہلال کے نتائج اربابِ کلیسا کے حق میں اچھے نہ نکلے۔ اس لیے انہوں نے عسکری محاذ پر شکست کھانے کے بعد گویا یہ فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کو شکست دینے کیلئے علمی وفکری محاذ کو منظّم کیا جائے۔ یہی فیصلہ بالآخر تحریک استشراق کی شکل میں سامنے آیا۔ اس سلسلہ میں لارڈ اینی کا یہ تبصرہ قابل ذکر ہے:

''فوجی اعتبار سے تو اب صلیبی جنگیں ختم ہوچکی ہیں مگر یورپی لوگ دین اسلام اور اس کی تہذیب کے بارے تحریراً جن خیالات کا اظہار کریں گے اُن میں تعصّب کے اثرات ہمیشہ باقی رہیں گے۔''

ایک فرانسیسی (Plerre Martino) اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

''جب عیسائی ترکوں کے خلاف جنگ ہار گئے تو وہ ہرزہ سرائیاں کرنے لگے یہاں تک کہ انہوں نے عیسائیت کی شکست کا بدلہ میدان ادب میں لے لیا۔''

چنانچہ تحریک استشراق کی صورت میں اہل یورپ اور اربابِ کلیسا کی تمنائیں پوری ہوئیں اور اس طرح تحریک استشراق کے جلو میں دنیائے مغرب کا یہ منظّم حملہ، واقعتاً عسکری محاذ پر اُن کے صلیبی حملوں سے کہیں زیادہ خطرناک ثابت ہوا۔ مختصر یہ کہ اسلام دشمنی کی جو چنگاریاں پہلے سے دبی ہوئی تھیں وہ لو دینے لگیں اور رفتہ رفتہ ان کی آتش عداوت دامنِ مشرق کو جلانے لگی۔

④ مستشرقین من حیث المجموع چاہے قدیم ہوں یا جدید، مغرب کے ہوں یا مشرق کے، اپنی اصل ونسل کے اعتبار سے بہرحال یہودی، عیسائی اور مشرک ہی رہے ہیں۔ گویا اختلاف دین و مذہب کی بنا پر اُن کے جذبات وخیالات تو پہلے سے ہی مذہبی بغض وعداوت (Religious Hostity) کے آئینہ دار تھے۔ اس پر مستزاد یہ اَمر ہوا کہ وہ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے حقیقی مآخذ سے دور، صدیوں جہالت و بے خبری اور عدم واقفیت کا شکار رہے۔ اس کا واضح نتیجہ ایک طرف تو یہ سامنے آیا کہ اسلام اور داعی اعظم علیہ السلام کے بارے میں کم وبیش ۱۹ویں صدی کے آخر تک دانستہ یا نادانستہ طور پر وہ جو کچھ لکھتے رہے اور پھیلاتے رہے، وہ صریحاً ظن و تخمین، وہم وگمان کی پیداوار تھا۔ چنانچہ بے سروپا روایات، من گھڑت حکایات، فسانہ وفسوں، لچر قصے کہانیاں اور اسی طرح کا بلاتحقیق خام مواد مستشرقین اسلام اور پیغمبر اسلام کی نفرت انگیز تصویر پیش کرنے کے لیے بڑی دلیری کے ساتھ صدیوں استعمال کرتے رہے۔ پھر دوسری طرف جب جہالت و بے خبری کا پردہ چاک ہوا اور مستشرقین اسلامی مآخذ کی تحقیق وتفتیش میں منہمک ہوئے، تب بھی انہوں نے دانستہ طور پر قرآن واحادیث سے کھیلنے میں کوئی تکلف نہیں کیا نیز مشرقی مصادر کی ترتیب وتبویب کے سلسلہ میں تمام تر محنتوں کے باوجود فاش قسم کی غلطیاں کرتے رہے۔ بہرحال ان تمام باتوں کا مقصد ایک تھا، یعنی تشکیک وتذبذب کے بیج بوکر اسلام اور سرور عالم ﷺ کے بارے میں مسلمانوں کے اعتماد کو ٹھیس پہنچانا اور انہیں آمادہ بہ نفرت کرنا۔ اس کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ مستشرقین اپنی تحقیقات کے پردہ میں بقول ایک مصنف ایسے خیالات کو خاموشی کے ساتھ اسلام کے نظامِ فکر میں داخل کردیں جس کا ادراک راسخ العقیدہ لوگوں کے سوا دوسرے نہ کرسکیں۔ انہوں نے یہ خیال کرلیا کہ ان کی تحقیقات سے مرعوب ہوکر ان کی ہر بات کو بلا چون و چرا درست مان لیا جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے علومِ اسلامی کا ہر میدان اپنی جولانگاہ کے لیے منتخب کیا اور علوم اسلامیہ کا کوئی شعبہ ایسا نہیں چھوڑا جس میں انہوں نے خلطِ مبحث سے کام نہ لیا ہو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑤ مسلمانوں کا زِوال و اِنحطاط بحیثیتِ مجموعی، تحریک استشراق کے فروغ کا باعث ہوا۔ ادھر عالم اسلام سیاسی انتشار کا شکار ہوا، اُندلس مسلمانوں کے قبضہ سے نکلا اور پھر سیاسی انحطاط، معاشرتی و اخلاقی زوال اور تہذیب و ثقافت کے تنزل کا باعث ہوا تو اُدھر مسیحی یورپ کی ہمتیں بلند ہوئیں، بلکہ اندلس کو مسلمانوں کے ہاتھ سے واپس لے کر تو اتنا غرور پیدا ہوا کہ صلیبی جنگوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ پھر پندرہویں صدی عیسوی کے بعد سے اُنہیں سیاسی عروج حاصل ہونے لگا تو اقوامِ یورپ نے ایشیا، افریقہ اور دوسرے مشرقی علاقوں پر قبضہ جمانا شروع کر دیا اور یوں استعماریت کی گرفت مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی گئی۔ اس کا نتیجہ واضح تھا۔ مغربی تہذیب کا غلبہ ہوتا چلا گیا اور مغربی تمدن اپنا اثر جمانے لگا تو مسلم ثقافت مغلوب ہونے لگی اور تمدنی چمک دمک ماند پڑگئی اور اس طرح مستشرقین کو موقع ملا کہ وہ اپنے ہتھیار تیز کر لیں۔ اُنھوں نے مسلمانون کی زبانیں سیکھیں، ان کے اَفکار و علوم سے واقفیت حاصل کی اور اتنی استعداد پہنچائی کہ مسلمانوں کے مآ خذ کو استعمال کر سکیں اور یوں اپنی تحریک کو آگے بڑھا سکیں۔

⑥ پندرہویں صدی عیسوی کے بعد یورپ نے پھر سے انگڑائی لی، اُس کے عہدِ تاریک کا خاتمہ ہوا، اور انکے ہاں علم و تحقیق، بیداری اور تہذیب و تمدن کی ترقی کا دور شروع ہوا۔ یہ ان کے سیاسی فروغ سے ہم آہنگ تھا اور انہیں ضرورت تھی کہ ایشیا اور افریقہ میں انہوں نے اپنی جو کالونیاں قائم کی ہیں انہیں مضبوط و مستحکم بنانے کیلئے مادی وسائل اور اسلحہ سے زیادہ توجہ علمی و ذہنی کاوشوں پر صرف کی جائے۔ چنانچہ استعمار مغرب کے تحفظ کیلئے بجائے خود تحریک اِستشراق کی سرگرمی ناگزیر تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اپنے مفتوح مما لک کے تمام علوم و فنون کو حاصل کرنے اور تحقیقات کے پردہ میں اپنے مقاصد کو پورا کرنے کیلئے یورپی حکمرانون نے تحریک اِستشراق کی مکمل سرپرستی کی۔ یہ سرپرستی صرف مالی صورت میں نہیں تھی بلکہ مستشرقین کو وہ تمام سہولتیں مہیا کی گئیں جو ان کی تحقیق و تفتیش کیلئے ضروری تھیں۔

⑦ مذہبی اور سیاسی محرکات کے ساتھ تجارتی مفادات بھی تحریک استشراق سے وابستہ تھے۔ اَقوام یورپ اور مشرقی مما لک میں رابطہ کی اِبتداء تجارتی تعلقات سے ہی ہوئی تھی۔ پھر امتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ وہی تجار بالآخر سیاہ و سفید کے مالک اور حکمران بن بیٹھے۔ تاہم منڈی والی تجارت میں وہ اب بھی منہمک تھے۔ استشراقی سرگرمیوں کے نتیجہ میں کتابوں کی طباعت و اشاعت، مؤرخین کی کتابوں کی جلد فروخت اور مستشرقین کی تعداد میں مسلسل اضافہ اہل یورپ کے تجارتی مفادات کے تحفظ و فروغ کا باعث بھی ہوا۔

اَسباب و محرکات کا یہ مختصر سا تجزیہ تحریک استشراق کے مختلف پہلوؤں کو سمجھنے اور ان کے مالہ و ما علیہ کو جاننے کے لیے کافی ہے۔

کتابیات

① دار المصنفین، اعظم گڑھ، مجلّہ 'معارف' جلد دوم، ۱۹۸۶ء

② ضیاء النبی، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، پیر کرم شاہ الازہری، ۱۴۱۸ھ

③ رسول نمبر، مجلّہ نقوش، لاہور

④ حیات محمد ﷺ، محمد حسین ہیکل، دار الحلبی، مصر

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مستشرقین کی تحقیقات کے مقاصد

مستشرقین کا وجود کوئی اتفاقی اَمر نہ تھا وہ ایک ایسے معاشرے کے اصحاب فکر وعمل تھے جو صدیوں سے عالم اسلام کے ساتھ حالت جنگ میں تھا اور اسے مغلوب کرنے پر تلا بیٹھا تھا، جس نے اپنی کمزوری رفع کرنے اور دشمن پر برتری حاصل کرنے کا ایک جامع منصوبہ تیار کرکے اس پر عمل درآمد شروع کردیا تھا اور مستشرقین اس منصوبے کا ہراول دستہ تھے جس کا فرض یہ تھا کہ وہ دشمن کے خزانوں سے اپنے ملک کو مالا مال کریں، اپنی تہذیب کو غالب کریں اور علوم وفنون کی دنیا میں برتری حاصل کریں۔ چنانچہ ہم مستشرقین کی تحقیقات کے مقاصد کو مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت بیان کرسکتے ہیں۔

دینی مقاصد

آج تحریک اِستشراق ایک علمی تحریک کے طور پر متعارف ہے لیکن کسی محقق کیلئے یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں کہ اس تحریک کا آغاز جس مقصد کے تحت ہوا تھا وہ دینی تھا۔ علوم اِسلامیہ کی طرف متوجہ ہوتے وقت اپنے دین کے حوالے سے ان کے پیش نظر تین مقاصد تھے۔

① دین اسلام کو دنیا کی اقوام میں عموماً اور یہودی ومسیحی اَقوام میں خصوصاً پھیلنے سے روکا جائے۔

② مسلمانوں کو مسیحی بنانے کیلئے تگ ودو کی جائے۔

③ مستشرقین نے ضروری سمجھا کہ اَصل مسیحی عقائد معلوم ہونے کیلئے کتاب مقدس کے یورپی زبانوں میں ترجموں پر اعتماد کرنے کی بجائے عبرانی زبان کے نسخوں پر اعتماد کیا جائے اور چونکہ عبرانی زبان زندہ زبان کے طور پر کہیں مروج نہ تھی اور عبرانی اور عربی ایک دوسرے کے بالکل قریب تھیں اس لیے ان حالات میں عبرانی زبان کو سیکھنے کیلئے عربی زبان کا سیکھنا ضروری تھا۔

علمی مقاصد

مستشرقین بے شمار علمی مقاصد کیلئے بھی علوم ِشرقیہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ انہوں نے مسلمانوں کے مادی علوم سے جی بھر کر استفادہ کیا علم الافلاک، جغرافیہ، تاریخ، سائنس، طب، ریاضی، فلسفہ کی کتابوں کو عربی زبان سے مغربی زبانوں میں منتقل کیا۔ انہوں نے علم کے میدان میں جو کچھ حاصل کیا اس نے مغرب کا نقشہ بدل دیا اور یورپ اور امریکہ کو وہاں تک پہنچا دیا جہاں تک پہلے کوئی انسانی معاشرہ نہ پہنچا تھا۔ لیکن وہ اسلام کے روحانی علوم سے استفادہ کرنے میں ناکام رہے۔

اِقتصادی مقاصد

اِسلامی اور مشرقی ممالک میں موجود بہت سے مالی فوائد اہل مغرب کو اپنی طرف متوجہ کررہے تھے اور ان فوائد کو حاصل کرنے کے لیے ضروری تھا کہ وہ اہل مشرق کی زبانوں، جغرافیہ، زرعی وسائل، انسانی خصوصیات اور ان کے دیگر حالات سے آگاہی حاصل کریں تاکہ جب وہ مقاصد کی خاطر مشرق کا سفر کریں تو انہیں مشرقی لوگوں سے میل جول اور لین دین میں آسانی ہو۔ اسی بناء پر مالی کمپنیاں، تجارتی ادارے اور حکومتیں ان علاقوں کے تفصیلی جائزے کے لیے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

با قاعدہ وفود بھیجتی تھیں۔

سیاسی مقاصد

اَقوامِ مغرب کے مشرق میں سیاسی مقاصد کو صرف دو عنوانوں کے تحت بیان کیا جاسکتا ہے:

① سارے عالم اسلام پر سیاسی غلبہ ② مملکت اِسرائیل کا قیام

اِن مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے استعماری طاقتوں نے مستشرقین اور این جی اوز پر پانی کی طرح روپیہ بہایا۔ ان تنظیموں نے اس دولت کے بل بوتے پر تعلیمی اداروں، ہسپتالوں، فلاحی اِداروں اور غریبوں کیلئے امدادی منصوبوں، اخبارات و رسائل اور ذرائع اَبلاغ کے ذریعے مسلمانوں کو اپنے رنگ میں رنگنے کی کوشش کی اور خود اُمتِ مسلمہ سے بھی ان کو کئی بے ضمیر لوگ مل گئے۔

قرآن کریم کے متعلق بعض مستشرقین کی مثبت آراء

دنیا کی تمام مذہبی کتبِ مقدسہ پر قرآن کو ہر حیثیت سے برتری حاصل ہے۔عہد نامہ قدیم و جدید کی تدوین میں تقریباً ڈیڑھ ہزار سال کا عرصہ لگا۔ بادشاہوں سے لے کر فقیروں تک ہزاروں اَفراد نے اس کی تدوین میں حصہ لیا۔ اس کا مستند ترین حصہ تورات دو جداگانہ کتب (الوہی اور یہوی) کا اشتراک ہے اور تحریف و تصریف سے پُر ہے اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے منسوب کیا جاتا ہے جبکہ اس میں وہ واقعات بھی درج ہیں جو ان کے بعد وقوع پذیر ہوئے۔ عہد نامہ قدیم کی حقیقی اہمیت صرف یہ ہے کہ وہ یہود کی مذہبی تاریخ کو بیان کرتا ہے۔

عہد نامہ جدید کی حقیقی نوعیت یہ ہے کہ متعدد نامعلوم افراد نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سوانح حیات اپنے اپنے نقطہ نظر سے ترتیب دی ہے، یہ مؤلفین خود عینی شاہد تک نہیں ہے۔صدیوں بعد سنی سنائی باتوں کو واقعاتی رنگ دیا اور یہ کتب آسمانی قرار پاگئیں جبکہ قرآن ایک فردِ واحد پر نازل شدہ وحی الٰہی کا مجموعہ ہے۔جس کی حفاظت کا شعوری اہتمام دورِ نبوی سے ہی کیا جارہا ہے نہ صرف اسے تحریری طور پر محفوظ کیا گیا بلکہ نبی مہربان ﷺ سے لے کر آج تک کروڑوں افراد نے اسے سینوں میں محفوظ کیا۔حضور اکرم ﷺ کے اس دُنیا سے رخصت ہونے کے بعد، دو سال کے اَندر اندر، خلیفۂ اوّل نے اس کے تمام اَجزاء کو جمع کرکے اس کا مکمل نسخہ مدون کیا۔ دنیا میں پایا جانے والا کوئی نسخہ اس اوّلین نسخے سے ادنیٰ سا بھی اختلاف نہیں رکھتا۔

قرآنِ عظیم تقدس کا حامل، جس کی قراءت باعث ثواب، جس پر عمل باعث نجات اور جس نے اَربوں کھربوں اَفراد کو گذشتہ چودہ سو سال میں ملکوتی فعالیت عطا کی اور جس کے توسط سے یہ ہم تک پہنچا اس نے خود اس کے مصنف ہونے سے اِنکار کیا لیکن مستشرقین اس کو تصنیفِ نبوی قرار دینے پر مصر ہیں، اس کی تعلیمات اور اخلاق پر حملہ آور ہیں اور اس کی بیان کردہ نعمتوں پر طنز کرتے ہیں۔مشہور مستشرق کارلائل جس نے آنحضور ﷺ کو انبیاء کا ہیرو تسلیم کیا، جو اسلام کی موافقت میں قلم اٹھانے میں سرفہرست ہے جب قرآن کا ذکر آتا ہے تو ساری خوش فہمی رفع کردیتا ہے۔اس نے لکھا۔ (نعوذ باللہ)

As toilsome reading as everundertook, a wearisome confused Jumble, crude, incordite, aerdless iterations, long-windness, entanglements, most curde

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

incondite, insupportable stufidity, in short nothing but a sence of duty could carry any European through Koran: "Thomas Karlyle; on Heros, Hero-worship and Heroic in the Histtory, P 64,65"

''میری زندگی کی سب سے محنت طلب خواندگی، ایک اکتا دینے والا، پریشان بے ترتیب مجموعۂ خام، ناپختہ، لامتناہی تکرار، طویل گفتگو، الجھاؤ، انتہائی خام اور غیر نفیس ناقابل دفاع حماقت، مختصراً یہ کہ سوائے ادائے فرض کے احساس کے، کسی یورپین کو کوئی چیز قران کو پڑھنے پر آمادہ نہیں کرسکتی۔'' [صفحہ ۶۴، ۶۵]

پیشتر متشرقین کی مشترکہ رائے ہے کہ قرآن داعی اسلام کی تصنیف ہے۔

لیکن ایسے مستشرقین کی تعداد بھی کم نہیں جو اپنے ہم مذہب و مسلک مستشرقین کی رائے کے برعکس یہ تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن وحی الٰہی ہے جو حضور ﷺ کے زمانے میں ہی مدون و مرتب ہو چکا تھا اور مسلمانوں نے نہ تو عہد صدیقی رضی اللہ عنہ میں اور نہ ہی عہد عثمانی رضی اللہ عنہ میں اس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی اور ترمیم کی ہے بلکہ وہ مسلمانوں کی ان کوششوں کو سراہتے ہیں جو مسلمانوں نے قران کریم کی حفاظت کے لیے کیں اور اسے ایک ایسی ناقابل یقین حقیقت قرار دیتے ہیں کہ جس کی مثال اس دنیا میں ناپید ہے۔ ہم ذیل میں ان چند مستشرقین کے اعترافات نقل کررہے ہیں جو باقی مستشرقین کے برعکس تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن کریم وحی الٰہی ہے اور نبی مہربان ﷺ کے زمانے میں ہی مرتب و مدون ہو چکا تھا۔

ولیم میور کا اِعتراف

ولیم میور اسلام دشمنی میں مشہور ہے اور حضور اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ اور دین اسلام پر حملے کرنے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ وہ قرآن کریم کو کلام الٰہی تسلیم کرنے کے لیے ذہنی طور پر آمادہ نہیں لیکن یہ بات تسلیم کرتا ہے کہ آج مسلمانوں کے ہاتھوں میں جو قرآن کریم ہے یہ وہی ہے جو حضور ﷺ کے دور میں تھا۔ ولیم میور لکھتا ہے:

But the preservation of the Koran during the life of Muhammad (SAW) was not dependent on any such uncertain archives, the devine revelation was the cornor stone of Islam... during his life time, repeat with accuracy the entirerevelation screipulous. P. 5/1.

[Mevr, william, the life of Muhammad, Smith, London 1860.]

اس اقتباس سے یہ نتائج سامنے آتے ہیں:

① عہد نبوی میں قرآن محض منتشر و متفرق ٹکڑوں پر ہی نہ تھا۔

② وحی الٰہی مسلمانون کی زندگیوں کی بنیاد تھی نمازوں میں قرآن پڑھنا فرض تھا اور بہت سے لوگوں کے حافظوں میں موجود تھا اس وقت قدر و منزلت کا معیار یہ تھا کہ کس کو کتنا قرآن زبانی یاد ہے۔

③ عرب حفظ کرنے کے عادی تھے اور ان کا حافظہ غیر معمولی تھا۔ قرآن سے غیر معمولی لگاؤ تھا اور اسے سرگرمی سے حفظ کرنے لگے تھے۔

④ ان کی قوت حافظہ اس قدر قوی تھی کہ حضور ﷺ کی حیات طیبہ کے اندر ہی وحی الٰہی کمال صحت کے ساتھ ان کو حفظ ہوگئی تھیں۔ ایک اور جگہ ولیم میور (William Muir) ایک دوسرے مستشرق (Vun Hammer) کے اَلفاظ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقل کرتا ہے:

That we hold the Koran to be as surely Muhammad word, as the Muhammadans hold it to be the word of God. [IBAD. P 27/1.]

''ہمیں اس بات پر کہ قرآن محمد کے الفاظ ہیں، اتنا ہی یقین ہے جتنا مسلمانوں کو اس بات پر کہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔''

منٹگمری واٹ کا شمار بھی ان متعصب مستشرقین میں ہوتا ہے جو اسلام پر نشتر زنی کرتے ہیں لیکن وہ بھی نیم دلی سے یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہے کہ ملت اسلامیہ نے صحیفہ آسمانی کی حفاظت کے لیے بے مثال کوششیں کیں۔

"Muhammad conntinued to recieve revolation at prequent interals. He and his followers memorized them and they were repeated in the ritual worship or prayer which he introduced most of them were probobly written down during Muhammad life time." [Bells introduction to the Quran, w,montgomery & Richerd bell, P:28, Edin burgh, London,2005.]

''محمد ﷺ پر مختلف وقفوں کے ساتھ وحی آتی رہی ہے آپ اور آپ کے متبعین اسے یاد کرتے اور انہیں اپنی نمازوں میں دھراتے تھے۔ غالباً وحی کا اکثر حصہ محمد ﷺ کی زندگی میں ہی لکھا جاچکا تھا۔''

پھر ترتیب قران کے حوالے سے لکھا ہے:

It seems likely that to a great extent the surahs or chapters of Quran were given their present form by Muhammad him self. [IBID, P:29]

''یہ بات زیادہ قرین قیاس ہے کہ قران کی سورتوں کو موجودہ ترتیب محمد ﷺ نے خود دی تھی۔''

ایک اور مستشرق T.W.Arnold اس موضوع پر لکھتے ہیں:

The text of recension substantly corrosponds to the actual utter of Muhammad him self. [Arnold,T.W; The preaching of islam, P:9, constable, London 1913.

''اس عملی شاہکار (یعنی قرآن پاک کا متن) اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ آپ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں۔''

مستشرق Wherry لکھتے ہیں:

The text of the Quran is the purest of all the words of a like antiquity.

[Wherry,EM; A comprehensive commentary on the Quran, P:349 trubner&co, London,1896.]

''قرآن پاک کا متن کسی انتہائی نادر چیز کی طرح الفاظ کے اعتبار سے بالکل محفوظ ہے۔''

ڈاکٹر مورس بوکائے رقم طراز ہیں:

Thanks to its undisputed authenticity, the text of the Quran holds a unique place among the text books of revelation.

[Bucaille, Mowrice; the Bible, the Quran& science, P:13 London.]

''ممنون ہیں کہ قرآن کا مستند ہونا ایک تسلیم شدہ مسئلہ ہے اس لیے اس کتاب کو الہامی کتابوں میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔''

روڈی پرٹ (Rudi Paret) لکھتا ہے:

''ہمارے لیے یہ یقین رکھنے کا کوئی سبب نہیں کہ قرآن کریم میں کوئی آیت ایسی بھی ہے جو حضرت محمد ﷺ سے مروی نہیں۔''

یورپ کا مشہور مستشرق Baroness Magrate Vontein قرآن کریم کے حوالے سے لکھتا ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اگر چہ تمام مذہبی صحائف اللہ کی طرف سے نازل ہوئے تاہم صرف قرآن ہی ایک ایسا آسمانی صحیفہ ہے جس میں ذرا بھی ردوبدل نہیں ہوا اور وہ اپنی اصل شکل میں موجود ہے۔''

کونٹ بزی دی کاسٹر اپنی کتاب 'الاسلام' میں، جو کہ فرانسیسی زبان میں لکھی گئی اور عربی ترجمہ کے ساتھ ۱۸۹۸ء میں مصر سے شائع ہوئی، لکھتے ہیں:

''اس کلام نے نوع انسانی کو لفظاً و معناً ہر لحاظ سے اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز کیا ہے۔ وہی کلام ہے جس کی بلند انشاء پردازی نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو مطمئن کیا اور وہ خدا کے معترف ہوگئے۔ یہ وہی کلام ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے متعلق اس کے جملے جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے سامنے پڑھے تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور بشپ چلا اٹھا کہ یہ کلام اس سرچشمہ سے نکلا ہے جس سے عیسیٰ علیہ السلام کا کلام نکلا تھا۔''

پالمر (Palmer) اگرچہ عثمانی دور سے قبل کے قرآن میں تو کئی ایک شکوک پیدا کرتا ہے لیکن مصحف عثمانی کی تیاری کے بعد لکھتا ہے:

Othman's recension had remained. The authorised text.... from the time it was made until the present day.

''مصحف عثمانی اپنے آغاز سے لے کر اب تک ایک مستند متن کے طور پر باقی ہے۔''

وھیری اپنی تفسیر قرآن میں لکھتا ہے:

''تمام قدیم صحیفوں میں قرآن زیادہ غیر مخلوط اور خالص ہے۔''

② قرآن کا معروف انگریزی مترجم پامر (Palmor) کہتا ہے۔

''سیدنا عثمان کا ترتیب دیا ہوا متن اس وقت سے آج تک طے شدہ اور مسلم صحیفہ رہا ہے۔''

③ لین پول (Lanepoole) کہتا ہے۔

''قرآن کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اسکی اصلیت میں کوئی شبہ نہیں ہے ہر حرف جو ہم آج پڑھتے ہیں اس پر اعتماد کر سکتے ہیں کہ یہ تیرہ صدیوں سے غیر مبدل رہا ہے۔'' [مجلہ فھم القرآن لاہور، اپریل ۲۰۰۱ء بحوالہ مضمون ابوالحسن ندوی]

میونخ یونیورسٹی جرمنی میں قران مجید میں تبدیلی نہ ملنے کا واقعہ

مشہور عالم دین اور محقق ڈاکٹر حمید اللہ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جو کہ ان کی کتاب خطبات بہاولپور میں بھی مذکور ہے۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں:

۱۹۳۳ء میں میونخ یونیورسٹی نے ایک ادارہ قرآن مجید کی تحقیق کے لیے قائم کیا۔ ڈاکٹر آٹو پریٹیشل (Auto prctizel) اس ادارے کے تیسرے ڈائریکٹر تھے۔ اس ادارے نے قرآن کریم کے قدیم سے قدیم ترین نسخے دنیا کے مختلف ممالک سے اکٹھے کئے کچھ نسخے ایک سو سال کے، کوئی دو سو سال پہلے کے، تیسری، چوتھی اور پانچویں صدی کے غرض یہ جتنے بھی نسخے مختلف میوزیم اور لائبریریوں سے جمع ہو سکتے تھے، اصل یا فوٹو کاپی کی شکل میں جمع کر لئے۔ اس طرح کل ۴۲۰۰۰ نسخے اکٹھے کئے گئے۔ علماء اور محققین کی ایک بڑی جماعت کو ان نسخوں پر بٹھایا انہوں نے ایک طویل عرصہ تک مقابلہ اور موازنہ کیا تا کہ ایک نسخے کا دوسرے نسخے سے اختلاف یا فرق ڈھونڈ سکے، اس تحقیق پر کئی سال لگے اور بعد میں اس کی عارضی رپورٹ بھی شائع کی گئی۔ ان بیالیس ہزار نسخوں میں صرف دو جگہ کتابت کی غلطی نظر

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آ ئی۔ ایک جگہ تو یہ فرق نظر آیا کہ بسم اللہ میں ایک جگہ الرحمٰن کا لفظ چھوٹا تھا اور دوسرا یہ کہ کہیں الف لام (تعریف) لکھی ہوئی تھی اور کہیں نہیں لیکن الفاظ وہی تھے ان میں کوئی فرق نہیں تھا۔

ایسی ہی تحقیق جرمنی میں بائبل کے بارے میں بھی کی گئی اورصرف یونانی زبان کے نسخے جمع کیے گئے۔ اس لیے کہ یونانی زبان سے قبل بائبل کا کسی اور زبان میں سراغ نہیں ملتا، اور باقی تمام زبانوں کے نسخوں سے صرف نظر کیا گیا۔ اس کے باوجود صرف یونانی بائبل کے نسخوں میں ہی دو لاکھ غلطیاں برآمد ہوئیں۔

مذکورہ بالا اقتباسات سے آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ قرآن کریم کی صداقت صرف ہمارے نزدیک ہی مسلّم نہیں ہے بلکہ متعصب معاندین بھی اپنی تمام کوششوں کی ناکامیوں کے بعد ان عظیم حقائق کے معترف ہو گئے ہیں کہ قرآن کریم ہی واحد آسمانی صحیفہ ہے جو تحریف وتبدیلی سے محفوظ ہے اور اپنی اصلی شکل میں موجود ہے۔

① عہد حاضر کے نقاد اس پر متفق ہیں کہ قرآن کے موجودہ نسخے اس نسخہ کا ہو بہو عکس ہیں جسے نبی ﷺ نے لکھا کر دیا تھا۔

② یورپ کے محققین کی وہ تمام کوششیں قطعاً ناکام رہی ہیں جو قرآن کے اندر بعد کے زمانہ میں کسی اضافہ وغیرہ کو ثابت کرنے کے لیے کی گئی تھیں۔

③ قرآن حکیم کا متن بعینہٖ وہی ہے جو نبی کریم ﷺ نے امت کو دیا تھا اور جو خود آپ ﷺ کے استعمال میں رہتا تھا۔

یہ عجیب ستم ظریفی ہے کہ جس کتاب کی حفاظت کے لیے اتنی کوششیں کی گئیں اس کتاب کی صحت کو مشکوک ثابت کرنے کی کوشش کی جائے۔ قرآن مجید کی صحت پر مستشرقین کے اعتراضات اور ان کی بدگمانیوں کا ایک سبب یہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب پر قرآن مجید کو قیاس کیا ہے، حالانکہ قرآن کو ایسے حالات کبھی بھی پیش نہیں آئے کہ قرآن مجید کے حفاظ کبھی مفقود ہوئے ہوں یا اس کے نسخے ختم ہوگئے ہوں یا اس پر ایسی آفت آئی ہو کہ اس کی زبان ختم ہوگئی ہو اس کے برعکس مسیحیوں نے سمجھ لیا کہ ہماری طرح ان کی کتاب بھی ضائع ہوتی رہی ہے اور نئے سرے سے اس کے متن کا کھوج لگا کر ہر بار مرتب کی جاتی رہی ہے۔

ان تمام حقائق کے اعتراف کے باوجود اس حقیقت سے بھی اِنکار نہیں کہ یورپ کا کوئی مستشرق کتنا ہی صاف اور کھلے دل کا نظر آئے، اس کے اندر اسلام دشمنی کا جرثومہ ضرور ہوتا ہے اور وہ اپنی بظاہر غیر جانبدارانہ اور غیر متعصّبانہ تحقیق میں کہیں نہ کہیں اسلام کے خلاف ضرور بات کرے گا اور پادریوں سے وراثت میں ملنے والا مرض ابھی تک ختم نہیں ہوا۔

جن مستشرقین نے قرآن کے وحی الٰہی ہونے اور تحریف سے مبرا ہونے کا اقرار کیا ہے، ڈاکٹر موریس بوکائے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''قرآن مجید میں دو نمایاں حیثیتیں ہیں اور ان دونوں حیثیتوں میں وہ تمام آسمانی کتابوں پر فائق ہے۔ پہلی حیثیت یہ کہ اس کے انتساب کی صحت میں کوئی شک نہیں اور یہ کوئی بھی نہیں کہہ سکتا کہ پیغمبر عرب ﷺ سے اس کی نسبت صحیح نہیں۔ دوسری حیثیت یہ ہے کہ قرآن کو مسلمان عربی زبان کی حفاظت کا مرجع سمجھتے ہیں اور اپنے مذہبی اصول کی تطبیق کا مآخذ مانتے ہیں۔''

مستشرقین کے قلم سے اس بات کا اعتراف کہ قرآن مجید محفوظ اور تحریف وتبدیلی سے پاک ہے اس حقیقت کا بین

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثبوت ہے کہ عصمت وصیانت قرآن ایک ایسی قوی حقیقت ہے جو دشمنوں سے بھی اپنا آپ کو منوا لیتی ہے۔

کتابیات

1. Arnold, T.W; The preaching of Islam, Constable,1913, London.
2. Palmer, E; The Quran, Oxford University press, London, 1928.
3. Bucaille, Maurice; The Bible, The Quran secience. London.
4. Karlyle Thomas;On Heros, Hero-worship and Heroic in the history; London.
5. W, Montgomery & Richard Bell; Bell's introduction to Quran, Edin Burgh, London, 2005.
6. Mur, William, The life of Muhammad, smith, London, 1860.
7. Wherry, E.M; A comprehencive commentry on the Quran comprising sales translation Kegan Paul, Trubner & Co. London, 1896.

⑧ ثناء اللہ خان، مرتب، قرآن حکیم اور مستشرقین، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی۔ اسلام آباد

⑨ ڈاکٹر عبدالقادر حسن، اسلام، پیغمبر اسلام اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر، بیت الحکمت، لاہور، 2006ء

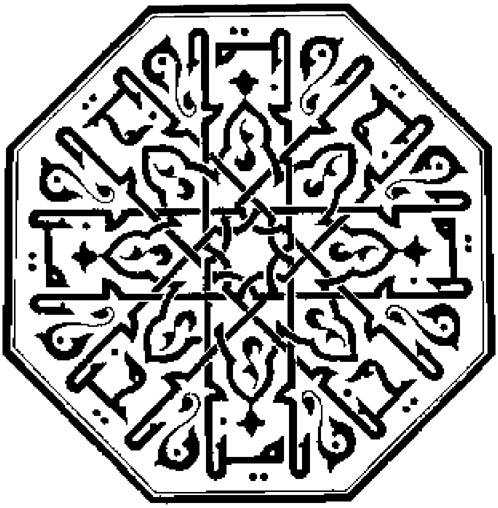

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ محمد زُبیر تیمي☆

قدیم مصاحف قرآنیہ......ایک تجزیاتی مطالعہ

قدیم مصاحف کے مطالعے میں اہم ترین سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کسی مصحف کے قدیم ہونے کے دلائل کیا ہو سکتے ہیں؟ مختلف علماء نے کسی مصحف کے زمانہ کتابت کو معلوم کرنے کے لیے دو ذرائع کا ذکر کیا ہے جو درج ذیل ہیں:

① عربی زبان کی کتابت میں حروف' خط' رسم اور تحریر کی خصوصیات اور ان کے ارتقاء کے متعدد مراحل کی روشنی میں کسی مصحف کے زمانے کا تعین کیا جا سکتا ہے۔عربی زبان کے حروف کی کتابت کے ارتقائی مراحل جاننے کے لیے آثارِ قدیمہ ایک اہم مصدر ہیں مثلاً حجاج بن یوسف کے زمانے میں جاری کیے گئے دراہم پر موجود عربی تحریر' اس دور میں سکے جاری کرنے کی ڈائیوں کی تحریریں' بنواُمیہ کے دور کے سکوں کی تحریریں' مروان بن حکم کے بنائے گئے قبہ پر موجود عربی تحریریں' بنوامیہ کے دور میں قائم کیے گئے قبہ صخرہ کی عربی تحریریں وغیرہ۔عربی زبان کے حروف اور رسم کے ارتقائی مطالعہ کے لیے درج ذیل مصادر کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے:

- الکتابات في العصر الراشدي المسکوکات (٢٠ـ٤٠ھ)
- البردیتان المؤرختان (٢٢ھ)
- مصادر الحروف العربیة علی النقود الأمویة المعربة وغیر المعربة (٤١ـ١٣٢ھ)
- الدراهم الإسلامیة الساسانیة للحجاج بن یوسف الثقفي في المتحف العراقي
- کتابة قبة نسیج من الحریر للخلیفة مروان بن الحکم (٦٤ھ)
- کتابة قبة الصخرة (من الفیفساء) مؤرخة (٧٢ھ)
- کتاب دراسات في تاریخ الخط العربي منذ بدایته إلی نهایة العصر الأموي' صلاح الدین المنجد
- أصل الخط العربي و تطوره حتی نهایة العصر الأموي' سهیلة یاسین' جامعة بغداد
- مصاحف صنعاء من القرن الأول الهجري والثاني و الثالث' مجموعة مقالات متنوعة' کویت
- صبح الأعشي للقلقشندی
- الفهرست لابن ندیم

The Quranic Art of Calligraphy and Illumation, Martin Lings, Wester Ham Press, England.
The Abbasid Tradition Qurans of the 8th to 10th centyries, Francois Deroctħe.

☆ فاضل کلیة الشریعة، جامعہ لاہور الاسلامیہ......ریسرچ ایسوسی ایٹ، شعبہ تحقیق، قرآن اکیڈمی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

② کاربن ۱۴ ٹیسٹ کے ذریعے بھی کسی مصحف کے زمانہ کے بارے معلومات جمع کی جاتی ہیں۔اس طریقے کے ذریعے ان اَشیاء کے زمانہ فنا کو معلوم کیا جاتا ہے جن میں کوئلہ' لکڑی' ہڈی' درختوں کے پتے یا چمڑا وغیرہ استعمال ہوا ہو۔ چونکہ قدیم مصاحف چمڑوں پر لکھے جاتے تھے لہٰذا ان کے زمانہ کتابت کو معلوم کرنے کے لیے اس طریقے کو بھی کثرت سے استعمال کیا جاتا ہے۔یہ طریقہ فزکس' کیمسٹری اور ٹیکنالوجی کے اِرتقاء کی پیداوار ہے لہٰذا ایک سائنسی طریقہ ہے۔ اگرچہ یہ اس قدر مستند نہیں ہے جس قدر پہلا طریقہ۔اس کی وجہ یہ ہے کہ کاربن ٹیسٹ کے ذریعے کسی شے کی موت کا زمانہ معلوم ہوتا ہے نہ کہ پیدائش کا۔اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ قرآن کے کسی قدیم نسخے کا ایک ورق لے کر اس ورق کے ضائع ہونے والے بعض حصے کا ضائع ہونے کا زمانہ معلوم کیا جاتا ہے لیکن وہ مصحف لکھا کب گیا' یہ معلوم کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

ان دو ذرائع میں درج ذیل کا اضافہ بھی کیا جا سکتا ہے:

③ چوتھی صدی ہجری سے چودہویں صدی ہجری کے مابین لکھے جانے والے مصاحف کے آخر میں بعض اوقات کاتب کا نام اور تاریخ کتابت بھی درج ہوتی ہے جس سے اس مصحف کی کتابت کے زمانے کے بارے یقینی علم حاصل ہوتا ہے۔

④ کسی مصحف کے آخر میں بعض اوقات کاتب کا نام درج ہوتا ہے۔اس کاتب کی تاریخ پیدائش و وفات سے بھی اس مصحف کے زمانے کا تعین کیا جا سکتا ہے۔

⑤ تاریخی اخبار و آثار سے بھی کسی مصحف کے زمانہ کے بارے ظن کی حد تک علم حاصل ہوتا ہے۔

قدیم مصاحف کا اجمالی تعارف

مسلمان محققین کی تحقیق کے مطابق اس وقت عالم اسلام اور عالم کفر کی لائبریریوں میں تقریباً ۹۶ ایسے نادر مصاحف موجود ہیں جو پہلی پانچ صدی ہجری کے دورانیے میں لکھے گئے ہیں۔ان مصاحف میں سے عراق میں ۱۸' ترکی میں ۱۶' مصر میں ۱۴' تیونس میں ۸' امریکہ میں ۸' برطانیہ میں ۸' ایران میں ۶' افغانستان میں ۵' روس میں ۴' ہندوستان میں ۴' سعودی عرب' فلسطین' مغرب اقصیٰ' پاکستان' یمن اور ویٹی کن سٹی میں سے ہر ایک میں ایک ایک نسخہ موجود ہے۔ان میں سے بعض نسخے کامل ہیں جبکہ بعض ناقص۔صنعاء' یمن سے حال ہی میں دریافت شدہ ایک صد سے زائد قدیم مصاحف ان کے علاوہ ہیں۔ذیل میں ہم ممالک کے اعتبار سے بعض قدیم نسخہ قرآنیہ کا تعارف پیش کر رہے ہیں:

ترکی میں قدیم مصاحف

① خط کوفی میں ایک مصحف توپ کاپی سرائے میوزم' استنبول میں موجود ہے جس کا نمبر '1' ہے۔اس مصحف پر لکھا ہے کہ اس مصحف کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان قراء صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی املاء پر لکھا تھا جنہوں نے اللہ کے رسول علیہ السلام سے قرآن حاصل کیا تھا۔بعض محققین کا کہنا یہ ہے کہ یہ مصحف بذاتہ قدیم تو ہے لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کوئی مصحف نہ لکھا تھا لہٰذا اس کے کاتب کوئی اور ہیں۔

② خط کوفی میں ایک نسخہ توپ کاپی سرائے میوزم میں موجود ہے جو چمڑے پر لکھا ہوا ہے۔اس کے اوراق کی تعداد

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۴۷ ہے۔ اس کا نمبر 36E.H.29 ہے۔ اس کے آخر میں ہے کہ یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی کتابت سے ہے۔

③ توپ کاپی سرائے میوزم سے ملحق لائبریری 'أمانة خزينة' میں بھی ایک نادر نسخہ موجود ہے۔ اس نسخے پر لکھا ہے کہ اسے ۵۲ھ میں عقبہ بن عامر رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔ اس کا نمبر '40' ہے۔ اس نسخے میں کاتب کے نام اور تاریخ کتابت کا اضافہ بعد میں کسی نے کیا ہے۔ لہٰذا بعض محققین کا کہنا ہے کہ یہ نسخہ اس تاریخ سے بعد کے زمانے میں لکھا گیا ہے۔

④ 'أمانة خزينة' میں ایک نسخے کے آخر میں لکھا ہے کہ اس کے کاتب جعفر بن محمد بن زین العابدین بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (متوفی ۱۴۸ھ) ہیں۔ اس کے اوراق کی تعداد ۱۶۲ ہے۔ نامکمل مصحف ہے۔ اس کا نمبر '39' ہے۔

⑤ آثارِ اسلامیہ میوزم' استبول میں چمڑے پر لکھا ہوا ایک مصحف موجود ہے جس کا نمبر '457' ہے۔ شروع' درمیان اور آخر سے اس کے کچھ اوراق غائب ہیں۔ اس مصحف کے بارے قدیم مصاحف کے ماہر ڈاکٹر صلاح الدین المنجد کا کہنا ہے کہ میں نے جتنے بھی قدیم مصاحف کا مشاہدہ کیا ہے' یہ ان میں سے سب سے زیادہ قدیم معلوم ہوتا ہے۔ ڈاکٹر المنجد کے بقول یہ مصحف اپنے اندازِ تحریر کی روشنی میں پہلی صدی ہجری کے اواخر میں لکھا گیا ہے۔

⑥ جامعہ استنبول کی لائبریری میں ایک مصحف معروف عربی خطاط ابن بواب بغدادی (متوفی ۴۱۳ھ) کے خط سے لکھا ہوا موجود ہے۔ اس کا نمبر '449' ہے۔

⑦ مذکورہ بالا لائبریری میں خط کوفی میں ۳۶۱ھ میں لکھا ہوا ایک مصحف بھی موجود ہے جس کا نمبر A''6778 ہے۔

برطانیہ میں قدیم مصاحف

① برمنگھم میں چمڑے پر خط کوفی میں لکھا ہوا ایک قدیم نادر نسخہ موجود ہے جس کے بارے محققین کا کہنا ہے کہ یہ دوسری صدی ہجری کا نسخہ ہے۔ اس کے اوراق کی تعداد ۳۹ ہے۔ یہ ایک نامکمل نسخہ ہے۔ اس کا نمبر '1563' ہے۔ اسی طرح دوسری صدی ہجری کا ایک اور قدیم نسخہ چمڑے کے اوراق پر لکھا ہوا ہے۔ اس کے صفحات کی تعداد ۹ ہے۔ اس کا نمبر '1572' ہے۔ یہ بھی ایک نامکمل مصحف ہے۔

② پانچویں صدی ہجری سے متعلق ایک نسخہ پرسٹن یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہے۔ اس کے اوراق کی تعداد ۲۰۶ ہے۔ اس کا نمبر '1156' ہے۔

③ برطانوی میوزیم' لندن میں چمڑے پر لکھا ہوا ایک نامکمل نسخہ موجود ہے جس کے اوراق کی تعداد ۱۱۲ ہے۔ ماہرین فن کے ہاں یہ اموی دورِ خلافت کے آخری دور کا نسخہ معلوم ہوتا ہے۔ برطانوی میوزم میں یہ سب سے قدیم مخطوطہ ہے۔

④ علاوہ ازیں میوزیم میں ۴۰۲ھ میں لکھا ہوا ایک مصحف بھی موجود ہے جس کے کاتب کا نام سعد بن محمد بن اسعد کرخی ہے۔ ۴۲۷ھ میں لکھا ہوا ایک نسخہ بھی یہاں موجود ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عراق میں قدیم مصاحف

دوسری صدی ہجری کا کوفی خط میں لکھا ہوا ایک نسخہ عراقی میوزم لائبریری' بغداد میں موجود ہے۔اس مصحف کے ۳۰ اوراق موجود ہیں۔ ایک نامکمل مصحف ہے۔اسی طرح تیسری صدی ہجری کا ایک اور نامکمل مصحف بھی اس لائبریری میں موجود ہے۔

روضہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ' کربلا میں ایک قدیم مصحف موجود ہے۔یہ چمڑے پر خط کوفی میں لکھا ہوا ہے۔امام سجاد رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۸ھ) کی طرف منسوب ہے۔'الحضرۃ العباسیۃ' میں دوسری اور تیسری صدی ہجری کے کئی ایک قدیم مصاحف موجود ہیں۔

تیونس میں قدیم مصاحف

① دار الکتب الوطنیۃ' تیونس میں چمڑے پر لکھا ہوا ایک قدیم نسخہ موجود ہے جو ۲۹۵ھ میں لکھا گیا۔یہ نسخہ خط کوفی میں ہے۔

② اس لائبریری میں معز بن بادیس صنہاجی (متوفی ۴۹۴ھ) کا نسخہ بھی موجود ہے جو خط کوفی میں چمڑے پر لکھا ہوا ہے۔ان کے علاوہ بھی اس لائبریری میں کئی ایک قدیم مصاحف موجود ہیں۔

③ نیلے رنگ کے چمڑے پر خط کوفی میں ایک نسخہ 'قیروان' میں موجود ہے۔یہ تیسری صدی ہجری کا مصحف ہے۔

آئر لینڈ میں قدیم مصاحف

'تشستر بیتی' لائبریری ڈبلن میں چمڑے پر لکھا ہوا ایک نسخہ موجود ہے جو تیسری صدی ہجری کا ہے۔اس کے ۱۹ اوراق موجود ہیں۔اسی طرح اس لائبریری میں خط نسخ میں ۲۸۶ صفحات پر مشتمل ایک قدیم نسخہ بھی موجود ہے جس کے کاتب ابن بواب بغدادی (متوفی ۳۹۱ھ) ہیں۔اس کا نمبر 'K.16' ہے۔اسی طرح ۴۲۶ھ میں لکھا ہوا ایک قدیم نسخہ بھی یہاں موجود ہے۔

ہندوستان میں قدیم مصاحف

① رضا لائبریری' رامپور میں نفیس وعمدہ کتابت میں ایک نسخہ موجود ہے۔یہ ۳۴۳ صفحات پر مشتمل ہے۔چمڑے پر خط کوفی میں لکھا ہوا ہے۔اس کی کتابت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔

② قدیم خط نسخ میں لکھا ہوا ایک نفیس نسخہ بھی اس لائبریری میں موجود ہے۔اس کی کتابت امام جعفر الصادق رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے۔اس کے صفحات کی تعداد ۱۴۷ ہے۔

③ ایک بہت ہی نادر نسخہ بھی اس لائبریری میں موجود ہے۔اس کے کاتب معروف بغدادی خطاط محمد بن علی بن حسن بن مقلہ رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۰ھ) ہیں۔یہ نسخہ ۲۱۵ اوراق پر مشتمل ہے۔

مراکش کے قدیم مصاحف

خط کوفی میں چمڑے پر لکھا ہوا پانچویں صدی ہجری کا ایک مصحف قصر شاہی' رباط میں موجود ہے۔اس کا نمبر '3594' ز ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یمن کے قدیم مصاحف

امام یحییٰ لائبریری میں ایک قدیم نسخہ موجود ہے جس کے آخر میں لکھا ہے کہ اس کے کاتب حضرت علی بن اَبی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ علاوہ اَزیں صنعاء کے وہ مصاحف بھی ہیں جو حال ہی میں دریافت ہوئے ہیں۔ ہم آگے چل کر ان پر مستقل عنوان کے تحت کلام کریں گے۔

تاشقند کے قدیم مصاحف

خط کوفی میں چمڑے پر لکھا ہوا ایک قدیم مصحف 'الإدارۃ الدینیۃ الإسلامیۃ' لائبریری میں موجود ہے۔ اس کے بارے معروف ہے کہ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (۳۵ھ) کا وہ مصحف ہے جس کی تلاوت کے دوران ان کو شہید کیا گیا تھا۔ اس مصحف پر خون کے دھبوں کے نشانات بھی ہیں۔ اس کے صفحات کی تعداد ۳۵۳ ہے۔ نقطوں سے خالی ہے۔ اس کے بارے ڈاکٹر المنجد کا کہنا یہ ہے کہ یہ دوسری یا تیسری صدی ہجری کا مصحف ہے۔

ایران کے قدیم مصاحف

① فخر الدین نصیری لائبریری' تہران میں ایک قدیم نسخہ موجود ہے جس کے کاتب محمد بن الحسین بن علی (متوفی ۳۰۱ھ) ہیں۔ یہ ایک نامکمل مصحف ہے اور خط کوفی میں ہے۔

② دار الکتب الرضویہ (مکتبہ استان قدس) مشہد میں ۴۱ اوراق پر مشتمل ایک قدیم نسخہ موجود ہے جس کی کتابت حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ ڈاکٹر المنجد کے بقول یہ دوسری صدی ہجری کا مصحف معلوم ہوتا ہے۔ اس کا نمبر '14' ہے۔

③ اسی لائبریری میں '12' نمبر نسخے کی کتابت بھی حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی طرف ۴۱ھ میں منسوب ہے جبکہ ڈاکٹر المنجد کے بقول یہ دوسری صدی ہجری کے اواخر یا تیسری صدی ہجری کی ابتداء کا مصحف معلوم ہوتا ہے۔

④ چمڑے پر لکھا ہوا تیسری صدی ہجری کا ایک مصحف بھی یہاں موجود ہے۔ علاوہ ازیں '15' نمبر نسخے کی کتابت حضرت علی بن الحسین بن علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے جبکہ ڈاکٹر المنجد کے بقول یہ تیسری صدی ہجری کا مخطوطہ ہے۔

⑤ روضہ حیدریہ میں خط کوفی میں چمڑے پر لکھے ہوئے کئی ایک نامکمل مصاحف موجود ہیں جن کی کتابت کی نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف کی جاتی ہے۔ ۱۲۴ اوراق پر مشتمل ایک نامکمل نسخے کی کتابت کی نسبت حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی طرف بھی کی گئی ہے۔

⑥ خط کوفی میں لکھا ہوا ایک نسخہ بھی یہاں موجود ہے جو تیسری صدی ہجری کا ہے۔

⑦ ۳۰۱ھ میں لکھا گیا نسخہ بھی موجود ہے جس کے کاتب کا نام محمد بن الحسینی المجاهدی ہے۔ علاوہ ازیں ۴۱۹ھ میں خط کوفی میں لکھا ہوا ایک مصحف بھی موجود ہے جس کے کاتب علی بن محمد محدث ہیں۔

مصر میں قدیم مصاحف

① جامع ازہر میں 'رواق المغاربۃ' لائبریری میں ہرن کے چمڑے پر لکھا ہوا ایک قدیم مصحف موجود ہے جو

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۵۔۳۱ھ کے مابین لکھا گیا ہے۔اس کے صفحات کی تعداد ۱۰۰۰ ہے۔

④ دو قدیم مصاحف مکتبہ ازہریہ' قاہرہ میں موجود ہیں۔ پہلا سورۃ انفال سے سورۃ رعد تک ہے جبکہ دوسرا سورۃ مؤمنین سے سورۃ سبا تک ہے۔ دوسرے نسخے کے آخر میں کتابت سے فراغت کی تاریخ ۱۸ ذوالقعدۃ ۴۶۵ھ لکھی ہوئی ہے۔ یہ نامکمل مصاحف ہیں۔

③ ایک بہت ہی قدیم نسخہ دار الكتب المصرية میں موجود ہے۔ ہرن کے چمڑے پر خط کوفی میں لکھا ہوا ہے۔ اس میں نہ نقاط ہیں نہ اعراب' نہ سورتوں کے نام ہیں اور نہ ہی آیات کی تعداد جیسا کہ پہلی صدی ہجری کے رسم کا معاملہ رہا ہے۔ اس کے کاتب ابوسعید حسن بصری رحمہ اللہ متوفی ۷۷ھ ہیں۔اس لائبریری میں کئی ایک اور بھی قدیم مصاحف موجود ہیں۔

④ شہل حسینی میں ایک بہت ہی قدیم نسخہ موجود ہے جس کی نسبت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف کی جاتی ہے۔ بعض محققین کے نزدیک یہ نسخہ پہلی یا دوسری صدی ہجری کا ہے۔

فلسطین کے قدیم مصاحف

مسجد اقصی کی لائبریری میں ایک قدیم نسخہ خط کوفی میں موجود ہے جس کے کاتب محمد بن الحسن بن علی بن اَبی طالب رحمہ اللہ ہیں۔ علاوہ ازیں چمڑے پر رمضان ۱۹۸ھ میں لکھا ہوا ایک مصحف بھی یہاں موجود ہے۔

افغانستان کے قدیم مصاحف

① کابل میوزیم میں ایک نسخہ موجود ہے جو چمڑے پر خط کوفی میں لکھا ہوا ہے۔ یہ تیسری صدی ہجری کا ایک نامکمل مصحف ہے جو ۱۸۷ اوراق پر مشتمل ہے۔ اسی طرح کا ایک اور ۳۲ صفحات پر مشتمل ایک نامکمل نسخہ بھی یہاں موجود ہے۔ یہ بھی تیسری صدی ہجری کا ہے۔ اس کے علاوہ بھی کئی ایک نامکمل قدیم مصاحف یہاں موجود ہیں۔

② ہرات میوزیم لائبریری میں خط کوفی و نسخ میں لکھا ہوا ایک نسخہ موجود ہے جس کے کاتب محمد بن علی ابن مقلہ معروف بغدادی خطاط (متوفی ۹۴۰ھ) ہیں۔ یہ نسخہ ۳۴۷ اوراق پر مشتمل ہے۔

پاکستان میں قدیم مصاحف

نیشنل میوزم' کراچی میں ایک نادر نسخہ موجود ہے جس کی نسبت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کی طرف کی جاتی ہے۔ یہ مخطوطہ ہرن کے چمڑے پر خط کوفی میں لکھا ہوا ہے۔

امریکہ میں قدیم مصاحف

① ہارورڈ یونیورسٹی کے میوزم میں خط کوفی میں لکھا ہوا ایک نسخہ موجود ہے جو تیسری صدی ہجری کا ہے۔ علاوہ ازیں چوتھی صدی ہجری میں چمڑے پر لکھے ہوئے کئی ایک نسخے بھی یہاں موجود ہیں۔

② بیئر بونٹ مورگان لائبریری' نیویارک میں تیسری صدی کا ایک نامکمل نسخہ موجود ہے۔ یہ خط کوفی میں چمڑے پر لکھا ہوا ہے اور اس کے ۱۱۱ صفحات موجود ہیں۔ اس کا نمبر 'M657' ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سعودی عرب میں قدیم مصاحف

مکتبہ عارف حکمت' مدینہ منورہ میں شتر مرغ کے چمڑے پر لکھا ہوا ایک نسخہ موجود ہے جو ۴۸۸ھ میں لکھا گیا ہے۔اب یہ نسخہ شاہ عبدالعزیز لائبریری میں منتقل ہو گیا ہے۔

فرانس میں قدیم مصاحف

نیشنل لائبریری' پیرس میں خط کوفی میں چمڑے پر لکھے ہوئے آٹھویں اور نویں صدی ہجری کے متعدد مصاحف موجود ہیں۔ یہ مصاحف '5179, 5178, 5124, 5123, 5122, 5103' نمبروں کے تحت موجود ہیں۔اس کے علاوہ بھی یہاں کئی ایک مصاحف موجود ہیں۔

شاہ عبدالعزیز لائبریری کے قدیم مصاحف

شاہ عبدالعزیز لائبریری کی بنیاد ۱۳۹۳ھ (۱۹۷۳ء) میں شاہ فیصل بن عبدالعزیز آل سعود نے رکھی اور اس کا افتتاح ۱۴۰۳ھ (۱۹۸۲ء) میں شاہ فہد بن عبد العزیز نے کیا۔ یہ لائبریری مدینہ منورہ میں شارع ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا پر واقع ہے۔یہ لائبریری بحث و تحقیق' اسلامی کتب اور مخطوطات کے ذخائر کے اعتبار سے دنیا کی چند ایک لائبریریوں میں شمار ہوتی ہے۔اس لائبریری میں ۱۴ ہزار مخطوطے (manuscripts) موجود ہیں۔علاوہ ازیں مخطوطات کی فوٹو کاپیاں اور مائیکروفلمز اس کے علاوہ ہیں۔اس لائبریری کا ایک ہال دنیا کی نادر کتابوں پر مشتمل ہے اوراس میں تقریباً ۲۵ ہزار کتب ہیں۔

اس لائبریری میں 'مکتبة المصحف الشریف' کے نام سے ایک ذیلی لائبریری موجود ہے جس میں قرآن کے ۱۸۷۸ نادر مخطوطے موجود ہیں۔ ان میں ۱۸۴ ایسے ہیں جو قرآن کی تدوین کے تاریخی مراحل کی کڑیوں کو ایک تسلسل کے ساتھ بیان کرتے نظر آتے ہیں۔یہ مصاحف پانچویں صدی ہجری سے لے کر چودھویں صدی ہجری تک پھیلے ہوئے ہیں۔سب سے زیادہ مصاحف ۱۱ویں صدی ہجری کے ہیں۔ان کی تعداد تقریباً ۷۰ ہے۔

اس لائبریری میں سب سے قدیم مصحف ۴۸۸ھ کا ہے جو ہرن کے چمڑے پر لکھا ہوا ہے۔اس کے کاتب علی بن محمد بطلیوسی ہیں۔اس کے بعد ۵۴۹ھ میں ابوسعد محمد اسمٰعیل بن محمد کے ہاتھ سے لکھا ہوا مصحف بھی موجود ہے۔جدید ترین مصحف ۱۴۰۵ھ کا ہے جو محمد صدیق فضل اللہ افغانی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔اس لائبریری میں غلام محی الدین کے ہاتھ سے ۱۲۰۴ھ میں لکھا ہوا ایک بہت بڑا مصحف بھی موجود ہے جس کا وزن ۱۵۴ کلوگرام ہے۔ اس کا سائز '80*142.5 cm' ہے۔

مصاحف عثمانیہ

مصحف عثمانی کس سن میں لکھا گیا تھا؟ اس بارے علماء کا اختلاف ہے۔ راجح قول کے مطابق اس کی تکمیل ۳۰ ہجری میں ہوئی تھی۔ اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مصاحف کتنے تھے؟اس بارے بھی علماء کا اختلاف ہے۔امام دانی رحمہ اللہ اور امام زرکشی رحمہ اللہ کے قول کے مطابق ان کی تعداد چار تھی جن میں سے ایک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ میں تھا جبکہ بقیہ تین کوفہ' بصرہ اور دمشق میں بھیجے گئے تھے۔ابن ابی داود رحمہ اللہ اپنی کتاب میں ان کی تعداد کے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بارے بعض قراء وعلماء سے دو روایات لائے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق ان کی تعداد چار تھی جبکہ دوسری روایت کے مطابق سات تھی جو مکہ، شام، یمن، بحرین، بصرۃ، کوفہ اور مدینہ کے لیے تھے۔ تاریخ یعقوبی میں ان کی تعداد ۹ بھی بیان ہوئی ہے جبکہ ابن جزری رحمہ اللہ نے ان کی تعداد آٹھ بیان کی ہے۔ جمہور علماء کے قول کے مطابق ان مصاحف کی تعداد ۶ تھی۔ جو مصحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس روکا تھا اسے 'مصحف امام' کا نام دیا گیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے تاریخی روایات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جب بلوائیوں نے ان کے گھر کا محاصرہ کر لیا تو وہ اپنے گھر میں محصور ہو کر رہ گئے۔ جس دن اور جس وقت ان کی شہادت واقع ہوئی ہے، اس وقت وہ قرآن کی تلاوت فرما رہے تھے اور ان کے خون کے قطرے ان کے سامنے موجود مصحف میں سورہ بقرۃ کی آیت ﴿فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾ [البقرة: ۱۳۷] پر گرے۔ اس وقت سے 'مصحف امام' کے بارے کئی ایک اختلافات امت مسلمہ کی تاریخ میں چلے آ رہے ہیں۔ اس وقت بھی تقریباً پانچ مصاحف کے بارے یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ 'مصحف امام' ہے اور ان میں سے ہر ایک پر خون کے قطرے بھی موجود ہیں۔

پہلا مصحف جس کے بارے یہ گمان ہے کہ وہ مصحف امام ہے' مصحف مصر ہے۔ اس پر خون کے قطرات کے نشانات بھی موجود ہیں۔ معروف مصری مؤرخ ابو العباس مقریزی (متوفی ۸۴۵ھ) نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ یہ مصحف ۵ محرم ۳۷۸ھ کو عباسی خلیفہ مقتدر باللہ کے خزانے سے جامع عمرو بن العاص میں منتقل کیا گیا۔ بعد ازاں یہ مصحف 'مدرسہ قاضی فاضل' میں پڑا رہا۔ اس کے بعد یہ اس قبے میں منتقل کر دیا گیا جو سلطان غوری نے تعمیر کیا تھا جہاں یہ ۱۲۷۵ھ تک رہا۔ اور بالآخر مختلف مراحل سے گزرتا ہوا ۱۳۰۴ھ میں دیوان اوقاف' مصر میں پہنچ گیا۔ اب یہ مصحف مسجد حسینی' مصر میں موجود ہے۔ بعض محققین کا کہنا یہ ہے کہ اس مصحف کا مصحف امام ثابت ہونا ایک مشکل امر ہے۔ ہاں! اس بات کا امکان موجود ہے کہ یہ ان مصاحف میں سے ایک ہو جنہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مختلف علاقوں کی طرف بھیجا تھا۔ لیکن اس امکان کا بھی یوں رد کیا گیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصر کی طرف کوئی مصحف بھیجا ہی نہیں تھا۔ اس لیے بعض محققین نے یہ رائے اختیار کی ہے کہ یہ ان مصاحف میں سے ہو سکتا ہے جو مصاحف عثمانیہ میں سے کسی مصحف کی نقل تھے۔

مصحف بصرہ دوسرا مصحف ہے جس کے بارے مصحف امام ہونے کا گمان کیا جاتا ہے۔ ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامہ میں اس کا ذکر کیا ہے کہ انہوں نے مسجد امیر المؤمنین' بصرہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا وہ مصحف دیکھا ہے جس پر ان کے خون کے دھبوں کے نشانات موجود تھے۔ اس مصحف کی حفاظت پر سلاطین کی طرف سے 'بنو زیان' مقرر تھے۔ ابو الحسن علی مرینی نے ۷۳۸ھ میں بنو زیان سے یہ مصحف واپس لے لیا تھا۔ اس کے بارے بھی محققین کی تحقیق ہے کہ جو مصحف ابن بطوطہ نے بصرہ میں دیکھا ہے وہ مصحف امام نہیں تھا بلکہ ان مصاحف میں سے ایک تھا جن کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مختلف شہروں کی طرف بھیجا تھا۔

مصحف تاشقند کے بارے بھی یہ گمان کیا جاتا ہے کہ یہ مصحف امام ہے۔ یہ مصحف تاشقند میں 'مكتبة الإدارة الدينية' میں محفوظ ہے۔ اس کے اوراق کی تعداد ۳۵۳ ہے اور یہ مصحف نقاط و اعراب وغیرہ سے خالی ہے۔ یہ مصحف تاشقند کیسے پہنچا؟ اس کے بارے دو آراء پائی جاتی ہیں۔ ایک رائے کے مطابق مصر کے مملوک بادشاہ بیبرس نے یہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصحف قبیلة ذهبیة کے سردار برکت خان کو ہدیہ دیا تھا اور یہ ۶۲۱ھ میں سمرقند پہنچا۔ برکت خان کے بارے معروف ہے کہ وہ پہلا منگول سردار ہے جس نے اسلام قبول کیا تھا۔ دوسری رائے کے مطابق یہ وہی مصحف ہے جسے ابن بطوطہ نے بصرہ میں دیکھا تھا اور تیمور لنگ اسے (۷۷۱۔۸۰۷ھ) سمرقند لے آیا تھا۔ اس رائے کے قائلین کا یہ بھی کہنا ہے کہ مصحف امام اور سمرقند کے مصحف کے رسم میں مشابہت بہت زیادہ ہے لہٰذا اس کے مصحف امام ہونے کے امکانات قوی ہیں۔

پہلی رائے پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ مصر کی طرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کوئی مصحف بھیجا ہی نہیں تھا تو مصر سے سمرقند یہ کیسے آ گیا؟ مصر کے مصحف کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ عبد العزیز بن مروان رحمہ اللہ (متوفی بعد ۸۰ھ) نے مصر کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سرکاری نسخے کے مطابق پہلی مرتبہ ایک نقل تیار کروائی تھی جو مصحف مصر کے نام سے معروف ہوئی۔ دوسری رائے پر یہ اعتراض سامنے آیا ہے کہ سمرقند کے مخطوطے کے رسم الخط سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ دوسری یا تیسری صدی ہجری کے مصاحف میں سے ایک مصحف ہے لہٰذا اس کی نسبت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف درست نہیں ہے۔ اس مصحف کی سطریں اس قدر سیدھی ہیں کہ محسوس ہوتا ہے کسی پیمانے کی مدد سے اس کی سطریں قائم کی گئی ہیں۔ تاشقند کا مصحف شیخ زاید بن سلطان آل نہیان کی سرپرستی میں مطبعہ المنار، دمشق سے شائع ہو چکا ہے۔ ذیل میں ہم اس مطبوع مصحف کا ایک صفحہ نقل کر رہے ہیں:

مصحف حمص کے بارے بھی یہ گمان کیا جاتا ہے کہ وہ مصحف امام ہے۔ شیخ اسماعیل بن عبد الجواد الکیالی نے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حمص کے قلعے کی مسجد میں مصحف عثمانی دیکھنے کا دعویٰ کیا ہے۔ ان کے بقول اس مصحف میں انہوں نے خون کے آثار بھی دیکھے ہیں۔ یہ مصحف خط کوفی میں ہے۔ رسم وخط کے ماہرین کی رائے ہے کہ مصحف حمص پہلی صدی ہجری کے بعد لکھا گیا ہے۔

مصحف استنبول پانچواں مصحف ہے جس کے بارے مصحف امام ہونے کے بارے گمان کیا جاتا ہے۔ اس مصحف کے اوراق پر خون کے دھبوں کے نشانات آج تک واضح طور پر موجود ہیں۔ بعض ماہرین کا کہنا یہ ہے کہ یہ سرخ نقاط خون کے قطروں کے نشانات نہیں ہیں۔

مصاحف صنعاء

۱۹۷۲ء میں مسجد جامع کبیر' صنعاء' یمن میں بالائی منزل کی ایک دیوار کی مرمت کے دوران مزدوروں کو قرآن اور عربی کتب کے بہت سے قدیم نسخے ملے۔ اس وقت انہوں نے ان نسخوں کی اہمیت نہ جانی اور انہیں ۲۰ کے قریب ٹماٹر کی بوریوں میں بند کر کے مسجد کے ایک منارے کی سیڑھیوں کے پاس رکھ دیا۔

کافی عرصے بعد یمن میں محکمہ آثار قدیمہ کے صدر جناب قاضی اسماعیل اکوع نے ان پارچہ جات کی اہمیت محسوس کی اور ان کے معائنے کے لیے مغربی جرمنی سے عربی حروف کی پہچان کے ماہر جرمن مستشرق ڈاکٹر پیون (Dr. Gerd Puin) کو بلوایا۔ ڈاکٹر پیون نے ۱۹۸۳ء سے لے کر ۱۹۹۶ء تک ۴۰ ہزار صفحات میں سے ۱۵ ہزار صفحات پر کام کیا جن میں سے ۱۲ ہزار صفحات قدیم مصاحف کے تھے۔ ڈاکٹر پیون کے بقول کاربن ٹیسٹ کے نتیجے میں یہ معلوم ہوا کہ ان مصاحف میں پہلی اور دوسری صدی ہجری کے نسخے بھی شامل ہیں۔ بہر حال اس کام کے دوران قدیم مصاحف کے تقریباً ۱۵ ہزار صفحات کو صاف' مرتب اور منظم کیا گیا جو اس وقت جامع کبیر کے سامنے قائم شدہ 'دار المخطوطات' میں موجود ہیں۔ ڈاکٹر حمدون غسان کے بقول اب تک تقریباً ۱۰۰ سے زائد مصاحف مرتب کیے جا چکے ہیں۔

ڈاکٹر پیون نے علم تاریخ قراءات' قرآنی رسم الخط میں اختلافات کے علم اور علوم قرآنیہ سے جہالت کی بنیاد پر اپنی اس تحقیق سے منفی نتائج برآمد کرنے کی کوشش کی کہ جس میں اس کو کوئی خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ ڈاکٹر پیون نے اپنے موضوع تحقیق سے تجاوز کرتے ہوئے انتہائی سطحی انداز میں قرآن کی 'عربی مبین' کو بھی ہدف تنقید بنایا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

> "My idea is that the Koran is a kind of cocktail of texts that were not all understood even at the time of Muhammad. Many of them may even be a hundred years older than Islam itself. Even within the Islamic traditions there is a huge body of contradictory information, including a significant Christian substrate; one can derive a whole Islamic anti-history from them if one wants. The Qur'an claims for itself that it is 'mubeen,' or clear, but if you look at it, you will notice that every fifth sentence or so simply doesn't make sense. Many Muslims will tell you otherwise, of course, but the fact is that a fifth of the Qur'anic text is just incomprehensible. This is what has caused the traditional anxiety regarding translation. If the Qur'an is not comprehensible, if it can't even be understood in Arabic, then it's not translatable into any language. That is why Muslims are afraid. Since

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

the Qur'an claims repeatedly to be clear but is not-there is an obvious and serious contradiction. Something else must be going on."

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے رسالہ اصول تفسیر میں اس بات کو اچھی طرح واضح کیا ہے کہ قرآن میں تفسیر کا اختلاف' اختلاف تنوع ہے نہ کہ اختلاف تضاد لہٰذا ظاہر' نص' مفسر' محکم' خفی' مشکل' مجمل' متشابہ' عبارت نص' دلالت نص' اقتضائے نص' دلالت اولی اور مفہوم مخالف جیسی اصولی ابحاث کے تناظر میں اگر قرآن کی تفسیر کے ممکنہ متنوع پہلو سامنے آتے ہیں تو اس میں تو قرآن کا ایجاز ہے نہ کہ نقص کلام۔صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے زمانے میں قرآن میں اختلاف تضاد نہ ہونے کے برابر ہے۔تضاد کا اختلاف مابعد کے ادوار میں نمایاں ہوا ہے جب باطنیہ' روافض' صوفیاء' خوارج' معتزلہ اور دوسرے کلامی فرقوں نے اپنے مذہبی اور سیاسی نظریات کی تائید کے لیے قرآنی آیات کو تختہ مشق بنایا۔

مصاحف صنعاء اور معاصر مصاحف کا تقابلی مطالعہ

جرمن مستشرقین کے منفی پروپیگنڈا کے نتیجے میں بعض علماء نے مصاحف صنعاء کے بارے صحیح معلومات عوام الناس اور علمی حلقوں تک پہنچانے کے لیے تحقیق کا فریضہ سرانجام دیا۔ڈاکٹر غسان حمدون نے 'وزارة الثقافة والسياحة الهيئة العامة للآثار والمخطوطات والمتاحف' الجمهورية اليمنية' سے اجازت لے کر ان قدیم مصاحف کا مطالعہ کیا اور ان کے بعض صفحات کا معاصر مصاحف کے ساتھ تقابل بھی پیش کیا ہے۔

پہلی صدی ہجری اور معاصر مصحف کا تقابلی جائزہ

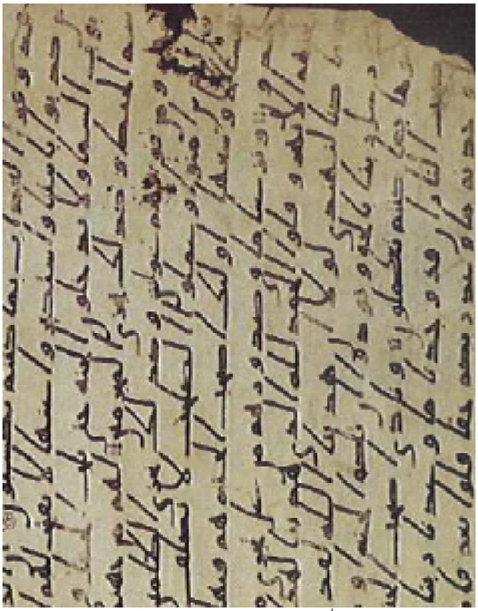

ڈاکٹر پیون کی تحقیق کے مطابق یہ تصویر پہلی صدی ہجری کے مصحف کی ہے۔یہ سورۃ اعراف کی آیات ۳۷ کے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درمیان سے ۴۴ کے درمیان تک پر مشتمل ہے۔نویں لائن میں ۱۰ آیات کے ختم ہونے کی علامت بھی ہے۔ اس مخطوطے اور معاصر مطبوع مصحف میں سوائے ایک کلمہ کے اور کوئی فرق نہیں ہے۔ 'کل ما' کا کلمہ مخطوطے میں منفصل ہے جبکہ مطبوع مصحف میں یہ ایک ہی حرف کی صورت میں 'کلما' موجود ہے۔ اس سے نفس کلام پر کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔ رسم الخط کے اس قسم کے اختلافات تو علمائے رسم الخط یعنی ابن ابی داؤدؒ ابوداؤد سلیمان بن نجاح اور امام دانی رحمہم اللہ میں بھی مل جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ مجمع ملک فہد کے مصحف مدینہ میں بھی بعض کلمات کے رسم الخط میں اختلاف کی صورت میں علماء نے ترجیح کے اصول قائم کیے ہوئے ہیں۔ مصحف مدینہ کے آخر میں ہے:

”وأخذ هجاؤه ممّا رواه علماء الرسم عن المصاحف التي بعث بها الخليفة الراشد عثمان ابن عفان رضى الله عنه إلى البصرة والكوفة والشام ومكة، والمصحف الذي جعله لأهل المدينة، والمصحف الذي اختص به نفسه، وعن المصاحف المنتسخة منها . وقد روي في ذلك ما نقله الشيخان أبوعمرو الداني وأبوداؤد سليمان بن نجاح مع ترجيح الثاني عند الاختلاف .“

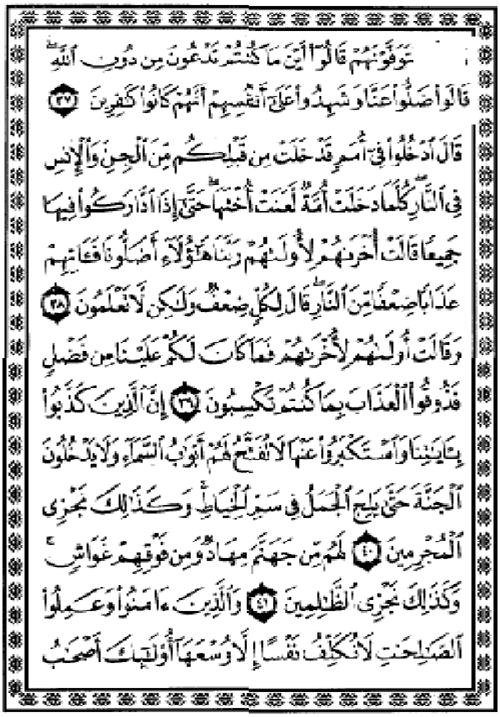
توفونهم قالوا أين ما كنتم تدعون من دون الله
قالوا ضلوا عنا وشهدوا على أنفسهم أنهم كانوا كفرين ٣٧
قال ادخلوا في أمم قد خلت من قبلكم من الجن والإنس
في النار كلما دخلت أمة لعنت أختها حتى إذا اداركوا فيها
جميعا قالت أخراهم لأولاهم ربنا هؤلاء أضلونا فآتهم
عذابا ضعفا من النار قال لكل ضعف ولكن لا تعلمون ٣٨
وقالت أولاهم لأخراهم فما كان لكم علينا من فضل
فذوقوا العذاب بما كنتم تكسبون ٣٩ إن الذين كذبوا
بآيتنا واستكبروا عنها لا تفتح لهم أبوب السماء ولا يدخلون
الجنة حتى يلج الجمل في سم الخياط وكذلك نجزي
المجرمين ٤٠ لهم من جهنم مهاد ومن فوقهم غواش
وكذلك نجزي الظلمين ٤١ والذين ءامنوا وعملوا
الصلحت لا نكلف نفسا إلا وسعها أولئك أصحب

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

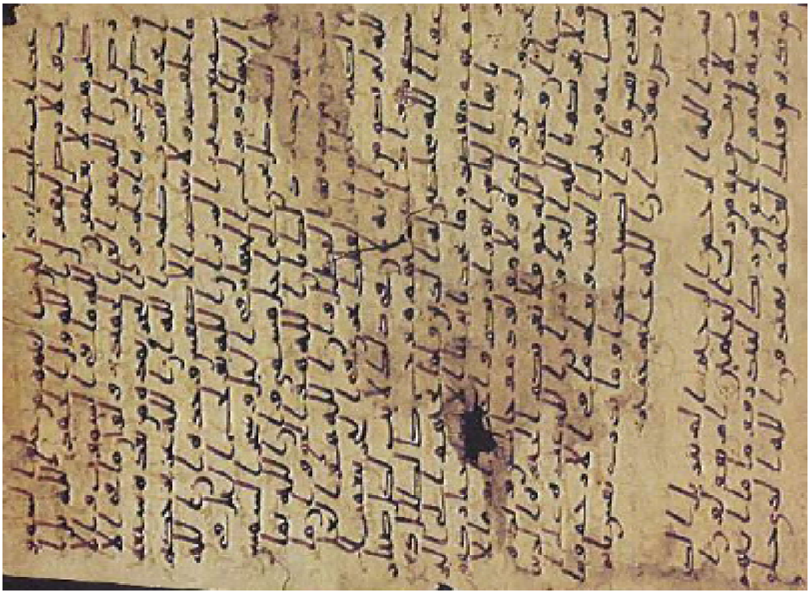

عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴿٢٤﴾
وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ قُلِ
الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٥﴾ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ
وَالْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿٢٦﴾ وَلَوْ أَنَّمَا فِي الْأَرْضِ
مِن شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِن بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ
مَّا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٧﴾ مَّا خَلْقُكُمْ
وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ﴿٢٨﴾
أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ
وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى وَأَنَّ اللَّهَ
بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿٢٩﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ
مِن دُونِهِ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴿٣٠﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ
الْفُلْكَ تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللَّهِ لِيُرِيَكُم مِّنْ آيَاتِهِ إِنَّ
فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿٣١﴾ وَإِذَا غَشِيَهُم مَّوْجٌ
كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ

فَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُورٍ
﴿٣٢﴾ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِي وَالِدٌ
عَن وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَن وَالِدِهِ شَيْئًا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ
حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ
الْغَرُورُ ﴿٣٣﴾ إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ
وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا
وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿٣٤﴾

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

الم ﴿١﴾ تَنزِيلُ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِن رَّبِّ الْعَالَمِينَ
﴿٢﴾ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا
مَّا أَتَاهُم مِّن نَّذِيرٍ مِّن قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ﴿٣﴾ اللَّهُ
الَّذِي خَلَقَ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

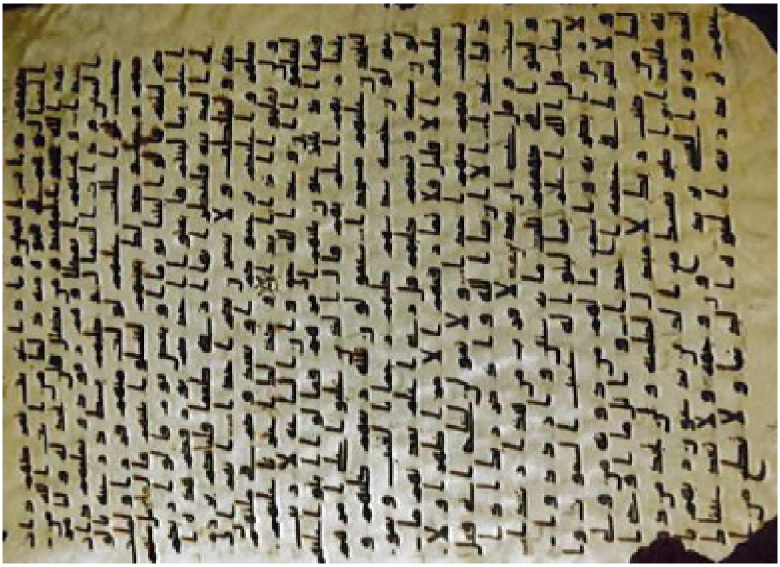

كهفهم ذات
اليمين وإذا غربت تقرضهم ذات الشمال وهم في فجوة
منه ذلك من آيات الله من يهد الله فهو المهتد ومن
يضلل فلن تجد له وليا مرشدا ﴿١٧﴾ وتحسبهم أيقاظا
وهم رقود ونقلبهم ذات اليمين وذات الشمال وكلبهم
باسط ذراعيه بالوصيد لو اطلعت عليهم لوليت منهم
فرارا ولملئت منهم رعبا ﴿١٨﴾ وكذلك بعثناهم
ليتساءلوا بينهم قال قائل منهم كم لبثتم قالوا لبثنا
يوما أو بعض يوم قالوا ربكم أعلم بما لبثتم فابعثوا
أحدكم بورقكم هذه إلى المدينة فلينظر أيها أزكى
طعاما فليأتكم برزق منه وليتلطف ولا يشعرن
بكم أحدا ﴿١٩﴾ إنهم إن يظهروا عليكم يرجموكم
أو يعيدوكم في ملتهم ولن تفلحوا إذا أبدا ﴿٢٠﴾

وكذلك أعثرنا عليهم ليعلموا أن وعد الله حق وأن
الساعة لا ريب فيها إذ يتنازعون بينهم أمرهم فقالوا
ابنوا عليهم بنيانا ربهم أعلم بهم قال الذين غلبوا على
أمرهم لنتخذن عليهم مسجدا ﴿٢١﴾ سيقولون ثلاثة
رابعهم كلبهم ويقولون خمسة سادسهم كلبهم رجما
بالغيب ويقولون سبعة وثامنهم كلبهم قل ربي أعلم
بعدتهم ما يعلمهم إلا قليل فلا تمار فيهم إلا مراء ظاهرا
ولا تستفت فيهم منهم أحدا ﴿٢٢﴾ ولا تقولن لشيء
إني فاعل ذلك غدا ﴿٢٣﴾ إلا أن يشاء الله واذكر ربك
إذا نسيت وقل عسى أن يهدين ربي لأقرب من هذا رشدا
﴿٢٤﴾ ولبثوا في كهفهم ثلاث مائة سنين وازدادوا تسعا
﴿٢٥﴾ قل الله أعلم بما لبثوا له غيب السماوات والأرض
أبصر به وأسمع ما لهم من دونه من ولي ولا يشرك
في حكمه أحدا ﴿٢٦﴾ واتل ما أوحي إليك من كتاب
ربك لا مبدل لكلماته ولن تجد من دونه ملتحدا ﴿٢٧﴾

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مستشرقین قراء ات متواترہ یا رسم الخط کے مذکورہ بالا معمولی اختلافات کو بنیاد بناتے ہوئے قرآن کے مابین اختلافات کو نمایاں کرتے ہیں اور اپنے تئیں یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ قرآن میں ہر دور میں اختلاف رہا ہے۔ یہ بات درست ہے کہ عامی مسلمانوں کا قرآن کے بارے عقیدہ یہی ہے کہ انہوں نے روایت حفص میں بطور قرآن جو کچھ پڑھ لیا ہے' اس میں کسی زیر' زبر' پیش یا حرف کا اضافہ بھی جائز یا ممکن نہیں ہے۔ٹوبی لیسٹر Toby Lester لکھتا ہے:

> "Some of the parchment pages in the Yemeni hoard seemed to date back to the seventh and eighth centuries A.D., or Islam's first two centuries-they were fragments, in other words, of perhaps the oldest Korans in existence. What's more, some of these fragments revealed small but intriguing aberrations from the standard Koranic text. Such aberrations, though not surprising to textual historians, are troublingly at odds with the orthodox Muslim belief that the Koran as it has reached us today is quite simply the perfect, timeless, and unchanging Word of God."

یہ عقیدہ مسلمان اہل علم میں سے کسی کا بھی نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مسلمان عوام بھی اپنے عقیدے میں اہل علم ہی کے تابع ہیں۔ آج اگر کسی بریلوی' دیوبندی یا اہل حدیث عامی کو قرآن کی کسی ایسی قراء ت کے بارے معلوم ہوتا ہے جس سے وہ پہلے واقف نہیں تھا تو اس کی حقیقت جاننے کے لیے وہ اپنے مسلک کے اہل علم ہی کی طرف رجوع کرتا ہے اور اہل علم کے اطمینان دلانے پر اسے اطمینان حاصل بھی ہو جاتا ہے۔ پس قرآن کے بارے اصل عقیدہ اہل علم کا ہے اور جمیع اہل علم اور فقہی مکاتب فکر حنفیہ' مالکیہ' شافعیہ' حنابلہ' اہل الحدیث اور اہل الظاہر وغیرہ قرآن کی متواتر قراء ات کے اختلافات کے قائل ہیں۔ اسی طرح رسم الخط کے ماہر علماء رسم الخط کے اختلافات اور ان کی باریکیوں سے بھی واقف ہیں۔ پس مستشرقین جب قرآن میں اس قسم کے اختلافات ثابت کرتے ہیں تو ماہرین فن کا عمومی رویہ یہی ہوتا ہے کہ ابھی بچے ہیں' اس فن کی باریکیوں سے واقف نہیں ہیں' جلد ہی سمجھ جائیں گے۔ جبکہ مستشرقین اپنے اس منفی پروپیگنڈے سے عوام الناس کے عقیدے کو متزلزل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ وقت کی ایک اہم ضرورت ہے کہ رسم عثمانی' قراء ات' آیات کی تعداد' علم الضبط کے اختلافات کو آسان فہم انداز میں دنیاوی طور پر پڑھے لکھے عوامی حلقوں میں جدید اسلوب بیان میں عام کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ اس قسم کے اختلافات کے سامنے آنے پر لوگ ان کو قبول کرنے کے لیے ذہنی طور پر تیار ہوں۔ دوسری اہم ضرورت اس امر کی ہے کہ حروف' خط' رسم الخط اور تحریر کے متعلقہ علوم میں ماہرین فن پیدا کیے جائیں تاکہ امت مسلمہ کو قرآنی مخطوطات کی تحقیق و تدوین اور تہذیب و تنقیح کے لیے ایسے غیر مسلم مستشرقین کی خدمات کی ضرورت محسوس نہ پڑے جو اپنی تحقیق کو اسلام دشمنی کیلئے استعمال کرتے ہیں۔

مختلف صدیوں کے قدیم مصاحف کی تصاویر

اگلے صفحات میں ہم مختلف صدیوں میں لکھے گئے مصاحف میں سے چند ایک کی تصاویر پیش کر رہے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

fragments, in other words, of perhaps the oldest Korans in existence. What's more, some of these fragments revealed small but intriguing aberrations from the standard Koranic text. Such aberrations, though not surprising to textual

historians, are troublingly at odds with the orthodox Muslim belief that the Koran as it has reached us today is quite simply the perfect, timeless, and unchanging Word of God."

یہ عقیدہ مسلمان اہل علم میں سے کسی کا بھی نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مسلمان عوام بھی اپنے عقیدے میں اہل علم ہی

کے تابع ہیں۔ آج اگر کسی بریلوی، دیوبندی یا اہل حدیث عامی کو قرآن کی کسی ایسی قراءت کے بارے معلوم ہوتا ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس سے وہ پہلے واقف نہیں تھا تو اس کی حقیقت جاننے کے لیے وہ اپنے مسلک کے اہل علم ہی کی طرف رجوع کرتا ہے اور اہل علم کے اطمینان دلانے پر اسے اطمینان حاصل بھی ہو جاتا ہے۔ پس قرآن کے بارے اصل عقیدہ اہل علم

کا ہے اور جمیع اہل علم اور فقہی مکاتب فکر حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ، اہل الحدیث اور اہل الظاہر وغیرہ قرآن کی متواتر قراء ات کے اختلافات کے قائل ہیں۔ اسی طرح رسم الخط کے ماہر علماء رسم الخط کے اختلافات اور ان کی باریکیوں سے بھی واقف ہیں۔ پس مستشرقین جب قرآن میں اس قسم کے اختلافات ثابت کرتے ہیں تو ماہرین فن کا عمومی رویہ یہی ہوتا ہے کہ ... ابھی بچے ہیں، اس فن کی ... باریکیوں سے واقف نہیں ہیں، ... جلد ہی سمجھ جائیں گے۔ ... جبکہ مستشرقین اپنے اس منفی ... پروپیگنڈے سے عوام الناس ... کے عقیدے کو متزلزل ... کرنا چاہتے ہیں۔ یہ وقت ... کی ایک اہم ضرورت ہے ... کہ رسم عثمانی، قراء ات، ... آیات کی تعداد، علم الضبط ... کے اختلافات کو ... آسان فہم

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انداز میں دنیاوی طور پر پڑھے لکھے عوامی حلقوں میں جدید اسلوب بیان میں عام کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ اس قسم کے اختلافات کے سامنے آنے پر لوگ ان کو قبول کرنے کے لیے ذہنی طور پر تیار ہوں۔ دوسری اہم ضرورت اس امر

کی ہے کہ حروف، خط، رسم الخط اور تحریر کے متعلقہ علوم میں ماہرین فن پیدا کیے جائیں تاکہ امت مسلمہ کو قرآنی مخطوطات کی تحقیق و تدوین اور تہذیب و تنقیح کے لیے ایسے غیر مسلم مستشرقین کی خدمات کی ضرورت محسوس نہ پڑے جو اپنی تحقیق

کو اسلام دشمنی کیلئے استعمال کرتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ محمد زُبیر تیمی

مصادر و مراجع

یہ مضمون درج ذیل مصادر و مراجع سے اخذ واستفادہ پر مبنی ہے:

١۔ المخطوطات القرآنية في صنعاء من القرن الأول والثاني الهجريين، ڈاکٹر غسان حمدون.

٢۔ المصاحف المخطوطة في القرن الحادى عشر الهجري بمكتبة المصحف الشريف في مكتبة الملك عبد العزيز، دكتور عبد الرحمن بن سليمان المزيني، المكتبة الشاملة.

3- Aqdam ul Makhtootat Al-arbia fi Maktabat el Aalam, Unknown, Retrieved 10 December, 2010, from - "http://www.alyaseer.net/vb/showthread.php?t=5199"

4- Azwa Ala Mushaf e Usman Wa Rehlata ho Sharqan wa Garban, Dr. Sahr Al-sayyad Abdul Aziz Salim, Retrieved 10 December, 2010, from "http://elislam.8k.com/Tagweed/ketab7/T7.HTM"

5- Sana'a manuscripts, Unknown, Retrieved 30 December, 2010, from "http://en.wikipedia.org/wiki/Sana%27a_manuscripts"

6- Retrieved 30 December, 2010, from http://makhtoot.com/vb/t428.html

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر سحر السید عبد العزیز سالم*
مُترجِم: فواد بادشاہ☆

مصحفِ عثمانی کی اِشاعت اور شرق وغرب میں منتقلی

تمام مصادرِ عربیہ اس بات پر شاہد ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نزول وحی کے فوراً بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کتابت وحی کا حکم دیتے اور ہر نازل شدہ قرآنی آیت کو فوراً ضبط کرلیا جاتا تھا۔

اس کتابت کا سہرا بالاتفاق چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سر پر رکھا گیا۔

① حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ② حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

③ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ④ حضرت ابوزید رضی اللہ عنہ

یہ چاروں صحابہ انصار میں سے تھے جبکہ دو کے بارے میں اختلاف ہے جن میں ایک ابودرداء رضی اللہ عنہ اور دوسرے عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس وقت کے حالات کے پیش نظر صحابہ کرام قرآن کو مختلف ٹکڑوں، ہڈیوں، کھجوروں کی لکڑیوں اور چمڑے وغیرہ پر لکھ لیتے تھے۔ گویا کہ نصوص قرآنی کا مواد ان چیزوں کے اندر محفوظ تھا۔ اسی وجہ سے آیات قرآنی جدا اور بکھری ہوئی تھیں اور بہت سے صحابہ نے ان آیات کو اپنے سینوں میں بھی محفوظ کیا ہوا تھا۔ لہٰذا اس طرح قرآن کریم کے محفوظ کرنے کے دو طریقے ہوئے:

❶ طریقہ صوتی ❷ طریقہ کتابی

لیکن اس زمانے میں کاتبین کی قلت کے پیش نظر پہلی صورت 'طریقہ صوتی' زیادہ آسان تھی۔ اس وجہ سے لوگ اکثر اپنے حافظوں پر اکتفا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے متصل بعد سلطنت اسلامیہ کی حالت میں تبدیلی رونما ہوئی حتیٰ کہ خلیفہ اوّل ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کئی فتنوں کا سامنا کرنا پڑا جن میں سب سے بڑا فتنہ مرتدین کا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بغیر تردد اور سوچ و بیچار کے ان کے خلاف خروج کیا اور انہی کے خلاف جنگ یمامہ ہوئی جس میں تقریباً ایک ہزار مسلمان شہید ہوئے جن میں سے ۴۵۰ حفاظ تھے۔ اس وقت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کو ضائع ہونے کے ڈر سے جمع کرنے کا ارادہ کیا اور یہ ذمہ داری زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سپرد کی کیونکہ وہ قرآن کو پختہ طریقے سے یاد کرنے والے اور کاتبین وحی میں سے تھے۔ اس طرح ابوبکر رضی اللہ عنہ اس خدمت عظمیٰ کیلئے آگے بڑھے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی معاونت کی۔ ادھر زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنے اس معاہدے کے مطابق جو انہوں نے امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کیا تھا، اس کو پورا کرنے کے لیے قرآن کریم کو جمع کرنا شروع کردیا جب تک کوئی اپنے لکھے ہوئے پر

* أستاذة التاريخ الإسلامي والحضارة الإسلامية، كلية الآداب، جامعة الاسكندرية، مصر
☆ متعلّم رابعة كلية الشريعة، جامعہ لاہور الاسلامیہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دو گواہ نہ لے آتا تھا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اس وقت اس لکھے ہوئے کو قبول نہ کرتے تھے۔ اس طرح وہ اپنے اس کام میں کامیاب ہوگئے اور قرآن کریم کو ایک کتابی شکل میں جمع کر دیا گیا۔ اسی وجہ سے ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے 'جامع القرآن' کے نام سے متعارف ہوئے اور اس جمع شدہ قرآن کو عرف میں 'مصحف' کہا جاتا ہے۔

یہ مصحف ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا پھر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان کی شہادت کے بعد اس مصحف کو اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کر دیا گیا جو کہ بذات خود قرآن کی قاریہ تھیں۔

غالب گمان یہی ہے کہ یہ مصحف خط لین (مکی خط) میں لکھا گیا تھا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ مصحف خط جاف (مدنی خط) اور خط لین (مکی خط) دونوں میں لکھا گیا۔

مصحف عثمانی اِسلامی شہروں میں

خلیفہ سوم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا۔ آرمینیہ اور آذربائیجان جیسے عظیم الشان علاقے سلطنت اِسلامیہ کا حصہ بنے۔ ان مفتوحہ علاقوں میں حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں قراءت کا اختلاف پایا جو کہ مختلف لہجوں کی بنا پر تھا۔ یہ سارا ماجرا دیکھ کر حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فوراً مدینہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا:

”أدرك هذه الأمة قبل أن يختلفوا اختلاف اليهود والنصارىٰ . “ [صحيح البخاري:۴۹۸۸]

”اے امیر المؤمنین! اس وقت امت کا تدارک کرو قبل اس کے کہ وہ آپس میں اختلاف کریں جس طرح یہودیوں اور عیسائیوں نے اختلاف کیا۔“

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے الفاظ سن کر بڑے متاثر ہوئے اور ارادہ کر لیا کہ کیوں نہ قرآن کو ایک نسخے کی شکل میں مرتب کیا جائے اور پھر مختلف شہروں کی طرف روانہ کر دیا جائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مصحف ابوبکر رضی اللہ عنہ منگوایا تاکہ اس کو دیکھ کر از سرِ نو ایک نیا مصحف مرتب کیا جائے۔ اب اس مہم عظیم کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے یہ کام زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، سعید بن العاص رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا گیا۔ جب کاتبین اپنی کتابت سے فارغ ہوکر اس مصحف کو منظر عام پر لائے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس مصحف عثمانی کے علاوہ باقی عام و خاص تمام مصاحف کو جلانے کا حکم دے دیا۔

مصحف عثمانی رضی اللہ عنہ مکمل کب ہوا؟

اس میں اختلاف ہے کہ مصحف عثمانی کب پایہ تکمیل کو پہنچا۔ اس میں جو قول راجح معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ مصحف ۳۰ ہجری کو مکمل ہوا۔

یہ مصاحف کس نام سے معروف ہوئے؟

مسلمانوں کو اختلاف سے بچانے کے لیے جو مصاحف ایک ہی قراءات پر لکھے گئے وہ 'مصحف آئمہ' اور 'مصاحف عثمانیہ' کے نام سے معروف ہوئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکھے جانے والے مصاحف کتنے تھے؟

اس بارے میں لوگوں کا اختلاف ہے کہ جو مصاحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لکھوائے، ان کی تعداد کیا تھی۔

ابوعمرو والدانی رحمہ اللہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو مصاحف مرتب کروائے ان کی تعداد چار تھی۔ جن میں سے ایک کوفہ روانہ کیا گیا، دوسرا بصرہ میں، تیسرا دمشق میں اور چوتھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس رکھ لیا تھا۔

اسی مؤقف کی تائید امام زرکشی رحمہ اللہ نے 'البرہان' میں اور امام حذو الدانی رحمہ اللہ 'المقنع' میں کرتے ہیں۔

- امام سجستانی رحمہ اللہ سے اس بارے میں دو قول منقول ہیں:

① مصاحف عثمانی حمزہ الزیات کی قراءت پر لکھے گئے اور یہ کل چار تھے۔

② ان مصاحف کی تعداد سات تھی جو کہ مکہ، شام، یمن، بحرین، بصرہ، کوفہ اور مدینہ کی طرف روانہ کئے گئے۔

امام یعقوبی فرماتے ہیں مصاحف عثمانی کی تعداد ۹ تھی۔

- ابن الجزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مصاحف عثمانیہ کل آٹھ تھے جن میں سے ایک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے رکھا اور باقی مختلف شہروں کی طرف روانہ کر دیئے۔ جو مصحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے خاص کیا تھا اس کو 'الامام' کہا جاتا ہے۔

جمہور علما کے نزدیک مصاحف عثمانیہ کی تعداد چھ تھی۔

مصحف عثمانی شخصی

مصادر عربیہ اس پر متفق ہیں کہ جب محاصرین نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا گھراؤ کیا جو کئی دنوں تک رہا اس کے آخری دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے مصحف خاص کو پکڑا اور اپنی گود میں رکھا اور تلاوت کرنے لگے۔ اسی حالت میں دشمنوں نے حملہ کیا جسم سے خون کے قطرات ٹپکے اور 'مصحف امام' کے اوراق میں سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ [البقرۃ:۱۳۷] پر گرے۔

یہاں سے مصحف عثمانی شخصی کے متعلق کئی دعوے سامنے آئے جو درج ذیل ہیں:

① مصحف مصر کے متعلق

وہ مصحف جس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے قطرات نمایاں تھے وہ مصحف مصر ہے۔

مقریزی: یہ مصحف عباسی خلیفہ مقتدر باللہ کے خزانے سے نکلا تھا۔ اس کے بعد اس کو ۵ محرم ۳۷۸ ہجری کو عزیز باللہ کے دور خلافت میں جامع عمرو کی طرف منتقل کر دیا گیا (لیکن اس کے منتقل ہونے کے متعلق کوئی تاریخی نص نہیں ملتی۔ پھر مدت طویلہ تک یہ مصحف (جو بعض لوگوں کے گمان کے مطابق مصحف عثمان ہے) مدرسہ القاضی الفاضل جو کہ مشہد حسینی کے قریب تھا اس میں محفوظ رہا۔ پھر یہ مدرسہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوا اور اس مصحف کو سلطان غوری کے تعمیر کردہ قُبہ جو کہ اسی مدرسہ القاضی فاضل کے سامنے تھا اس میں منتقل کر دیا گیا۔ ۱۲۷۵ ہجری تک یہ مصحف اسی جگہ محفوظ رہا پھر یادگار نبویہ کو مسجد زینبی کی طرف لے جایا گیا۔ پھر وہاں سے اس قیمتی خزانے کو ایک قلعہ میں رکھ دیا گیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۳۰۴ہجری میں اس مصحف کو محکمہ اوقاف کے سپرد کر دیا اور وہاں سے اگلے سال قصر عابدین میں پھر اسی سال مسجد حسینی میں منتقل کیا گیا۔

امام سمھود: یہ بات یا دعویٰ بعید از قیاس ہے کہ یہ مصحف حقیقتاً وہی مصحف ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے خاص کیا تھا۔ ہاں البتہ یہ احتمال ہے کہ یہ ان مصاحف میں سے ہو جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مختلف اسلامی شہروں کی طرف روانہ کئے تھے۔

اعتراض: امام سمھود کے اس قول پر ہماری طرف سے یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہ ایک وہم ہے جس کی حقیقت کی طرف ہم اشارہ کرنا لازمی سمجھتے ہیں۔ وہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب مصاحف مختلف شہروں کی طرف بھیجے تھے تو اس وقت مصر کی طرف کوئی مصحف نہیں بھیجا تھا۔

ابوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ، سجستانی رحمہ اللہ، ابوعمرو دانی رحمہ اللہ یہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصر کی طرف کوئی نسخہ روانہ نہیں کیا تھا۔

ڈاکٹر سعد ماھد: میں نے مصحف مصر کو غور سے پڑھا ہے، میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس مصحف کا خط بعد والے زمانے کا تھا نہ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے کا؟

ہماری رائے یہ ہے کہ وہ مصحف مصاحف عثمانیہ سے نقل شدہ ہے جیسے مصحف شام ہے۔ کیونکہ عہد اموی میں تصانیف و تدوین کا سلسلہ زوروں پر تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حجاج بن یوسف ثقفی نے اپنے مصحف سے کئی مصاحف تیار کروا کے مختلف شہروں کی طرف روانہ کئے ان شہروں میں مصر بھی قابل ذکر ہے۔

② مصحف بصرہ کے متعلق

ابن بطوطہ: مصحف بصرہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ میں نے 'مسجد امیر المؤمنین' جو کہ بصرہ میں ہے، میں مصحف کا مشاہدہ کیا وہ واقعی وہی مصحف تھا جو شہادت کے وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پڑھ رہے تھے اور خون کے قطرات اس ورقے پر موجود تھے جس میں اللہ تعالیٰ کا قول: ﴿ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴾ ہے۔ [البقرۃ: ۱۳۷]

لیکن ہم اس قول کو بعید از قیاس تصور کرتے ہیں کہ یہ حقیقتاً وہی مصحف ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خاص تھا کیونکہ بنی زیان نے اس کو اپنے بادشاہوں کے خزانے میں محفوظ کیا ہوا تھا جو کہ تلمسان میں تھا۔ ۷۳۸ھ (۱۳۳۷ء) کو ابوالحسن علی المرینی نے تلمسان کو فتح کیا اور اس خزانے کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ جب 'ابن بطوطہ' نے عراق میں مصحف دیکھا اس وقت اس مصحف کو ۱۲۹۵ء سے مغل خاندان کی حکومت قائم ہونیکے بعد ایران میں رکھا گیا۔ اگر ہم بالفرض مان لیں کہ وہ مصحف جو ابن بطوطہ نے بصرہ میں دیکھا وہ مصحف عثمان ہی ہے جو کہ بغداد سے سقوط بغداد کے بعد ۶۵۶ھ میں بصرہ کی طرف منتقل کر دیا گیا اور وہاں مغل خاندان کے ہاتھوں میں رہا، تو پھر مصحف عثمان رضی اللہ عنہ جس پر خون کے قطرات تھے اس کا مغرب میں مرینی خاندان کے خزانے میں موجود ہونے کا دعویٰ ناممکن ہے۔

مغربی مصحف کے بارے میں ہمیں کوئی شک نہیں کیونکہ یہ مصحف اولاً جامع قرطبہ میں رہا پھر وہاں سے مؤحدین نے ضائع ہونے کے ڈر سے اس کو مراکش میں منتقل کر دیا اور وہاں اس کو عجائب گھر میں رکھ دیا گیا۔ اس وقت اس کے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوراق مصحف عثمانی سے کچھ کم تھے۔ یہی بات ہمیں شک میں ڈالتی ہے کہ ابن بطوطہ کا دیکھا ہوا مصحف کیا واقعتاً مصحف عثمانی شخصی ہے۔ اس وقت پھر ہمارے لیے سوائے ایک فرضی بات کے کوئی چارہ کار نہیں رہتا کہ یہ مصحف جو بصرہ میں محفوظ تھا یہ ان مصاحف میں سے ہو جن کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عراق میں بھیجا تھا اور خون کے قطرات اس پر عمداً حقائق پر پردہ پوشی کرنے کے لیے اور یہ ثابت کرنے کے لیے کہ یہ مصحف خلیفہ شہید کا مصحف ہے، بکھیرے گئے تھے۔

③ 'مصحف تاشقند' کے متعلق

تاشقند میں مکتبہ ادارہ دینیہ اوراق پر لکھے ہوئے ایک مصحف کو محفوظ کئے ہوئے تھا جس کے بارے میں گویا دعویٰ ہے کہ یہ مصحف عثمان رضی اللہ عنہ ہے۔ اس مصحف کا امتیاز یہ ہے کہ یہ نقطوں سے خالی ہے اور اس کا ہر صفحہ ۱۲ لائنوں پر مشتمل ہے۔ اوراق کی تعداد ۳۵۳ ہے اور اس کی لمبائی ۶۸ سم چوڑائی ۵۳ سمہے۔

مصحف امام سمرقند وہاں سے ۱۸۶۹ء کو تاشقند پہنچا؟

اس سوال کو حل کرنے کے لیے دو مفروضے ہیں:

① (۶۲۱ تا ۷۰۹ ہجری) کے درمیان جب قبیلہ ذھبیہ کی حکومت سمرقند میں قائم ہوئی اس وقت یہ مصحف سمرقند پہنچا پھر پیرس کے مغل خاندان کے سردار برکت خان کو تحفے میں دے دیا گیا۔

② مؤرخین کے اقوال کے مطابق یہ وہی مصحف ہو جس کی ابن بطوطہ نے بصرہ میں زیارت کی تھی۔ پھر وہاں سے (۷۷۱ تا ۸۰۷ ہجری) کے درمیان میں تیمور لنگ کے ہاتھوں سمرقند منتقل ہوا۔

پہلا فرضی قول مطلق طور پر باطل ہے کیونکہ مصحف مصر کی نسبت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی طرف کرنا مشکوک معاملہ ہے۔ اس صورت میں مصحف پیرس کی نسبت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف کمزور پڑ جائے گی کیونکہ مصر میں بادشاہوں کے زمانے میں کل دو مصحف محفوظ تھے جو مصاحف عثمانیہ میں سے تھے لیکن یہ بات حقیقت حال کے بالکل الٹ ہے۔ کیونکہ مصحف 'امام' جس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے قطرات گرے تھے وہ صرف ایک تھا، جس کو اس حقیقت کی طرف منسوب کیا جارہا ہے جو کہ حقیقت نہیں ایک مفروضہ ہے۔ کیونکہ اس دعوے کا رد تین طرح سے ہوتا ہے۔

① مصر میں دو مصحف تھے جبکہ مصحف 'امام' جو خون عثمان رضی اللہ عنہ سے رنگین ہوا وہ ایک تھا۔

② دوسرا یہ کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسلامی شہروں کی طرف مصاحف روانہ کئے تو اس وقت مصر کی طرف کوئی مصحف نہیں بھیجا تو پھر یہ مصر میں موجود دو مصاحف کہاں سے آ گئے؟

③ مصر میں پہلا مصحف عبدالعزیز بن مروان نے لکھوایا جو کہ مصحف عثمان کے مطابق تھا۔

بعض ناقدین نے اس کو قبول کیا ہے اور بعض نے اس کو بھی کمزور کہا ہے۔ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ یہ مصحف بصرہ سے سمرقند منتقل کیا گیا، وہ اس کو ان مصاحف میں سے ایک شمار کرتے ہیں جن کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مختلف بلاد اسلامیہ کی طرف روانہ کیا تھا۔ اس میں وہ رسم الخط کو سند اور دلیل بناتے ہیں کہ مصحف تاشقند کا رسم الخط مصحف 'امام' کے رسم الخط کے بہت زیادہ قریب ہے۔ ان لوگوں کا اس دوسرے قول کی تائید کرنا اس بات کو منحصر ہے کہ مصحف سمرقند ممکن ہے کہ وہ مصحف عثمان رضی اللہ عنہ ہو جو کہ بصرہ کی طرف روانہ کیا گیا ہو۔ جو لوگ اس دوسرے مفروضے کو کمزور تصور کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ مصحف تاشقند کی صنعت و فنکاری اور رسم الحروف اس

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اس مصحف کا تاریخ خلافت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ سرے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ خط تو دوسری یا تیسری صدی ہجری کا ہے۔

دعویٰ نمبر ۴: مصحف حمص کے متعلق

شیخ اسماعیل بن عبدالجواد کیالی نے حمص کی مسجد قلعہ میں اس مصحف کو دیکھا جو کہ وہاں محفوظ کیا ہوا تھا اور شیخ کیالی بیان کرتے ہیں کہ یہ مصحف خط کوفی میں لکھا گیا ہے اور اس پر خون عثمان رضی اللہ عنہ کے آثار نمایاں تھے۔ لیکن علم الخط اور نقوش وکتابت کے خاص علماء کا خیال ہے کہ خط کوفی جس کے ساتھ مصحف حمص لکھا گیا ہے یہ بعد کے زمانے کا ہجو پہلی صدی ہجری کے بعد لکھا گیا۔

دعویٰ نمبر ۵: مصحف استنبول کے متعلق

استنبول کے عجائب گھر میں کاغذ پر لکھا ہوا ایک مصحف محفوظ ہے جس کے بارے میں دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ مصحف وہی ہے جو شہادت کے وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں تھا اور خون کے قطرات کے نشانات اب تک اس کے اوراق پر نمایاں ہیں۔ لیکن اس مصحف کے اوصاف سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ سُرخ نقطے جس کو لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے قطرات تصور کرتے ہیں سوائے لکیروں اور دائروں کے کچھ بھی نہیں ہیں۔ لہٰذا اس مصحف کو مصاحف عثمانیہ میں سے شمار نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ اس طرح کی لکیریں اور دائرے مصاحف عثمانیہ کے خصائص میں سے نہیں۔

مصادر عربیہ میں سے بعض اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ مصحف عثمان کے بعض اوراق جن پر خون کے قطرات تھے وہ ۵۵۲ھ تک جامع قرطبہ میں محفوظ رہے پھر ان کو عبدالمؤمن بن علی خلیفہ موحدین نے مراکش منتقل کیا۔ ابن مرین کے زمانے تک یہ مغرب میں ہی رہے۔

لیکن ہمارا خیال ہے کہ مذکورہ مصحف، مصحف عثمان رضی اللہ عنہ کے چند اوراق پر مشتمل تھا پھر اس کے ساتھ مصحف اندلس کے چند اوراق شامل کئے گئے۔ اس بات کے ثبوت کے لیے ضروری ہے کہ کوئی ایسی تاریخی نص ہو جس میں مصحف عثمان رضی اللہ عنہ کا اندلس اور مغرب میں جانا ثابت ہو۔

اس بارے میں ہم 'امام سمھودی' کی عبارت جو کہ ان کی کتاب 'وفاء الوفا' میں ہے، کو نقل کرتے ہیں: ''وہ مصحف جو شہادت کے وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں تھا وہ آپ کی شہادت کے بعد دو آدمیوں میں سے ایک کی طرف منتقل ہوا۔ ان دونوں آدمیوں کا نام خالد ہے۔ ① محرز کی روایت کے مطابق خالد بن عمرو بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ② دوسرے ابن قتیبہ کی روایت کے مطابق خالد بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ اُم عمرو بنت جندب کے بطن سے ہیں۔ پہلے خالد بن عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پوتے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نواسے تھے کیونکہ ان کی والدہ رملہ بنت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ہیں۔ لہٰذا اس دوہری قرابت کی وجہ سے یہ مصحف خالد بن عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس محفوظ رہا۔ دوسرا یہ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس پر وثوق تھا کہ یہ اس مصحف کے بارے میں لاپرواہی نہیں برتے گے۔ اس وجہ سے بھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا گھر عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ اور اس کے بھائیوں کو ہبہ کیا گیا اور یہ وہی گھر تھا جو کہ 'سمودی' کی روایت کے مطابق انہوں نے اپنی اولاد پر صدقہ کیا تھا۔ اسی وجہ سے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ گھر عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر سے مشہور ہوا اور یہ اولادِ عثمان رضی اللہ عنہ میں سے سب زیادہ اس گھر میں ان کے ساتھ رہتے۔ اسی گھر میں عمرو کے بیٹے خالد نے پرورش پائی اور قیام کیا۔ اسی گھر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کئے گئے۔

راجح

ان دونوں صورتوں کی وجہ سے ہم راجح یہی سمجھتے ہیں کہ یہ مصحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پوتے خالد کے پاس رہا۔

① حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا پوتا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نواسہ ہونے کی وجہ سے۔

② اپنے باپ عمرو کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں مقیم ہونے کی وجہ سے۔

لہٰذا یہ مؤقف اس بات کی تائید کرتا ہے کہ یہ مصحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر سے باہر نہیں گیا۔ بلکہ مصحف خالد بن عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ یا خالد بن عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس محفوظ رہا۔ امیہ نے قرابت اور اس کی حفاظت سے اطمینان کی وجہ سے اس کو آلِ عثمان سے نہ چھینا۔

ابن عبدالمالک انصاری کی رائے، جس کی تائید ہم بھی کرتے ہیں، یہ ہے کہ ''یہ مصحف جس پر خون عثمان رضی اللہ عنہ گرا تھا تاتاریوں کے حملوں میں گم ہوگیا تھا اور یہ حملے ان تین فتنوں میں سے ایک ہیں جو مدینہ پر ہوئے۔

پہلا فتنہ: پہلا حملہ ۵۰ ہجری کو عہدِ معاویہ میں ہوا۔

دوسرا فتنہ: ۶۳ ہجری کو شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کے بعد جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے خلافت کے لیے بیعت لی اس وقت پیش آیا۔

تیسرا فتنہ: یہ حادثہ خلیفہ ابن جعفر منصور کے زمانے میں پیش آیا۔ ۱۴۵ ہجری کو خاندان علوی میں سے محمد نفیس الزکیہ بن عبداللہ بن حسن بن حسین بن علی نے خلافت کا دعویٰ کیا۔ لوگوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جب منصور کو پتا چلا تو اس نے چار ہزار فوج عیسیٰ بن موسیٰ کی قیادت میں مدینہ کی طرف روانہ کی۔ عیسیٰ بن موسیٰ نے ۱۵ رمضان المبارک ۱۴۵ھ کو مدینہ پر حملہ کردیا۔ جس سے اہل مدینہ کو سخت نقصان ہوا۔ اسی سلسلے میں کئی احتمالات اٹھتے ہیں۔ ہم تیسرے احتمال کو راجح خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ 'امام مسعودی' امام مالک بن انس سے سنداً نقل کرتے ہیں۔ ''کہ مصحف عثمان اس تیسرے حادثے میں غائب ہوا جس کی اس کے بعد کوئی خبر نہیں ملی۔'' مشہور یہی ہے کہ امام مالک رضی اللہ عنہ ۱۷۹ھ میں فوت ہوئے۔

اسی طرح مسعودی ذکر کرتے ہیں کہ قاسم بن سلام جو کہ ۲۲۳ھ میں فوت ہوئے انہوں نے مصحف عثمان جس پر خون کے قطرات لگے ہوئے تھے، اس کو بعض بادشاہوں کے خزانے میں دیکھا تھا۔ ابن مرزوق 'مسند صحیح' میں لکھتے ہیں کہ ایک شخص جس کا نام ابوبکر محمد بن یعقوب بن شیبہ بن صلت تھا، وہ اپنے والد احمد سے بیان کرتا ہے کہ اس کے دادے نے ۲۲۳ھ میں ایک مصحف دیکھا جس میں خون عثمان رضی اللہ عنہ کے قطرات تھے جو کہ اکثر اوراق پر بکھرے ہوئے تھے۔ زیادہ تر سورۃ نجم اور اللہ تعالیٰ کے اس قول ﴿ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴾ [البقرۃ: ۱۳۷] پر تھے۔ اس مصحف کی لمبائی دو ہاتھ چار انگلیاں تھیں اور ہر ورقہ ۲۸ لائنوں پر مشتمل تھا۔ یہ بات ابوبکر محمد بن یعقوب خلیفہ معتصم عباسی کے دور کی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس روایت میں درج ذیل حقائق سامنے آتے ہیں:

① مصحف 'امام'، خلیفہ معتصم کے زمانے میں عراق میں محفوظ تھا۔

② مصحف کی لمبائی دو ہاتھ اور چار انگلیاں تھیں اور ہر ورقہ ۲۸ سطروں پر مشتمل تھا۔

③ خون کے قطرات نے مصحف کے بہت زیادہ اوراق کو رنگین کیا ہوا تھا۔

ان تمام سے یہ پتا چلتا ہے کہ 'مصحف امام' امام مالک رحمہ اللہ کی زندگی میں مدینہ میں ہی محفوظ رہا۔

ہمارا یہ قول کہ یہ مصحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پوتے کے پاس رہا صحیح معلوم ہوتا ہے۔ یہ مصحف جن لوگوں کے پاس رہا یہ امویوں کے اقرباء ہیں تو پھر ان امویوں کا ۵۰ ہجری کو خالد بن عمرو بن عثمان جو کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نواسے ہیں، ان کے گھر پر حملہ کرنا بہت مشکل امر ہے۔ کیونکہ خالد بن عمرو کا گھر حقیقت میں امیر معاویہ کی بیٹی جو کہ خالد بن عمرو کی ماں ہے اس کا گھر ہے۔ پھر ۶۳ ہجری میں یزید کا شامی فوجوں کو اسی اپنی بہن کے گھر پر حملہ کا حکم دینا اور ان سے مصحف عثمان چھیننا بھی محال ہے۔

دوسری طرف امام مالک رحمہ اللہ کا مؤقف ہے کہ یہ مصحف غائب ہو گیا تھا۔

اس بحث کا خلاصہ ہم یوں بیان کرتے ہیں کہ 'مصحف امام' خاندان بنی امیہ کی حکومت کے لمبا زمانہ میں مدینہ میں دار عثمان میں محفوظ رہا اور امام مالک رحمہ اللہ کے قول کے مطابق عباسی خاندان کے دور حکومت کی ابتداء میں، جو ۱۶۹ھ کے قریب کا زمانہ بنتا ہے، اس میں مدینہ سے غائب ہوا۔

لہٰذا ہم بالجزم کہتے ہیں کہ یہ 'مصحف امام' بنو عباس کے زمانے میں عراق کی طرف منتقل ہو گیا۔ پھر مشرقی مؤرخ سمہودی اور مغربی مؤرخین ابن مرزوق اور ابن عبدالملک انصاری دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ ۲۲۳ھ میں 'مصحف امام' جس پر خون عثمان رضی اللہ عنہ کے قطرات تھے، عراق میں ہی محفوظ تھا۔ عبدالملک انصاری کا کہنا کہ یہ مصحف عبدالرحمٰن الداخل کے دور میں اندلس منتقل ہوا۔

اس مصحف کے بارے میں اندلس کے مؤرخین کی آراء مختلف ہیں۔

ابن بشکوال: اندلس میں عبدالرحمٰن الداخل کے ہاتھوں منتقل ہونے والا مصحف ان مصاحف میں سے ایک ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شہروں کی طرف روانہ کئے تھے۔ اور رہا یہ دعویٰ کہ اس پر خون کے اثرات اور قطرات تھے یہ محض دعویٰ اور وہم ہے جس کی کوئی اساس اور اصل نہیں ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ یہ مصحف شام کی طرف بھیجا جانے والا مصحف ہو۔

ابن عبدالملک انصاری: یہ مصحف جس کو امویوں نے جامع قرطبہ میں محفوظ کیا ہوا تھا پھر ۵۵۲ھ میں مراکش منتقل کر دیا گیا۔ یہ خلیفہ شہید کا خاص نسخہ نہیں ہے۔

ان مختلف آراء کے پیش نظر اختلاف کو فریقین میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

فریق اوّل: یہ وہ لوگ ہیں جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ مصحف جو جامع قرطبہ میں موجود تھا، مصحف عثمان رضی اللہ عنہ تھا۔ جسے انہوں نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اور شہادت کے وقت وہ اس مصحف سے تلاوت فرما رہے تھے اور اسی پر خون کے قطرات گرے تھے۔ اس فریق میں امام رازی رحمہ اللہ، ابن حبان رحمہ اللہ اور ادریسی شامل ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فریق ثانی: ابن بشکوال، ابن عبدالملک انصاری یہ پہلے قول کی نفی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مصحف اندلس ان چار مصاحف میں سے ایک ہے جن کو عثمان رضی اللہ عنہ نے مختلف شہروں کی طرف روانہ کیا تھا۔ اور یہ اس بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ یہ مصحف، مصحف شامی کا عین تھا جو کہ عبدالرحمٰن الداخل کے دورِ حکومت میں اندلس میں لایا گیا۔

راجح

ہمارا میلان بھی اس رائے کی طرف ہے کہ مصحف جامع قرطبہ ہی 'مصحف امام' ہے یا اس کے چند اوراق ہیں۔ لیکن اس بات پر ہمارا تائید کرنا محال ہے کہ وہ 'مصحف امام'، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا۔ کیونکہ مصادر عربیہ اس بات پر متفق ہیں کہ ان مصاحف کو ایک ہی قراءت پر لغت قریش میں لکھنے والے کاتبین میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام نہیں ہے۔

مصحف کوفہ: اس کے بارے میں ہمارا دعویٰ ہے کہ وہ علی بن ابی طالب کی خلافت کے دوران ضائع ہوگیا تھا۔

مصحف مکہ: اس مصحف کے متعلق ہمیں آٹھویں صدی ہجری تک تو خبریں ملتی ہیں۔ اسی وقت ابن جبیر نے مکہ میں اس کی زیارت کی۔ ابوالقاسم تجیبی سبتی نے بھی اس کی تائید کی ہے لیکن یہ ۶۹۶ھ کی بات ہے۔ اسے سمہودی نے اپنی کتاب 'وفا الوفا' میں ان سے اس بات کا جزم کیا ہے۔ اس بنا پر یہ ممکن نہیں کہ مصحف مکہ وہی مصحف ہو جو کہ جامع قرطبہ میں تھا۔

مصحف بصرہ: اس کے بارے میں ہم پیچھے تفصیلی بحث کر چکے ہیں کہ وہ مصحف جو ابن بطوطہ نے بصرہ میں دیکھا تھا وہ عین وہی مصحف تھا جو کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے بصرہ کی طرف روانہ کیا تھا۔ بصرہ سے سمرقند اور تاشقند کی طرف اس کو منتقل کردیا گیا۔ ابن بطوطہ کی مصحف بصرہ کے بارے میں روایت اس رائے کیمتعارض ہے کہ مصحف 'امام' وہ ہے جو جامع قرطبہ میں تھا۔

اب ہم ابن بشکوال، ابن عبدالملک کے قول اور سابقہ اقوال کے درمیان مناقشہ کرتے ہیں اور یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ دعویٰ کہ مصحف قرطبہ وہی مصحف عثمانی ہے جو دمشق کی طرف روانہ کیا گیا تھا اور وہاں سے ۱۳۸ھ کو عبدالرحمٰن الداخل کے ہاتھوں اندلس میں منتقل کردیا گیا۔ یہ قول باطل اور مردود ہے جیسا کہ درج ذیل عبارت میں ہم اس کو ثابت کرتے ہیں۔

اوّل: جنہوں نے مصحف دمشق کو دیکھ کر اوصاف کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا ہے کہ وہ مصحف عثمانی دمشقی ہے یہ بعد والے زمانے کی بات ہے جو کہ عبدالملک انصاری کی رائے کے معارض ہے۔ کیونکہ اس مصحف کو ابن جبیر نے دیکھا اور اس کے وہی اوصاف بیان کئے جو کہ ہروی نے ۶۱۱ھ کے مشاہدے کے دوران بتائے۔ ایسے ہی ابوالقاسم سبتی نے ۶۹۷ھ میں، ابن فضل اللہ للمعمری نے آٹھویں صدی ہجری میں اور ابن بطوطہ نے زیارت کی۔

دوم: ابن الملک انصاری جو مصحف قرطبہ کا حجم بیان کرتے ہیں وہ اس مصحف کے حجم سے مختلف ہے جس کو ابوبکر بن شیبہ نے عراق میں دیکھا تھا۔ جیسا کہ مصحف عراق پر خون کے قطرات اکثر جگہوں پر نمایاں تھے۔ مصحف عثمانی شخصی کے چار اوراق جب مصحف اندلس کے ساتھ ملائے گئے تو اس کو ان چار اوراق کی وجہ سے مقبولیت اور شہرت حاصل ہوئی۔ یہ مصحف عبدالرحمٰن الناصر کے عہد تک تو جامع قرطبہ میں رہا۔ جب خلیفہ مستنصر کا دور شروع ہوا تو اس نے ۸

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمادی الثانی ۳۵۴ھ میں صاحب الصلاۃ ثقہ مامون، محمد بن یحییٰ بن عبدالعزیز المعروف ابن الخراز کی طرف منتقل کروا دیا جو کہ اس کے بارے میں بہت زیادہ حریص تھے۔ کافی عرصہ ان کے پاس رہا جب موحدین کی حکومت میں اندلس پستی اور زوال کی طرف جانا شروع ہوا تو اس مصحف کے متعلق عبدالمؤمن بن علی جو کہ موحدین کے خلیفہ اوّل تھے، کو بہت زیادہ فکر لاحق ہوئی۔ ادھر قشتیالیوں نے جامع قرطبہ کو کھیل کا میدان بنایا اور اس کو توڑ پھوڑ دیا۔ اس صورت حال نے خلیفہ عبدالمؤمن بن علی کو اس مصحف کو بچانے اور اس کی حفاظت کے لیے ابھارا۔ لہٰذا انہوں نے اس کو مراکش روانہ کرنے کے لیے یہ کام دو آدمیوں ابوسعید اور ابویعقوب جو کہ خلیفہ کے بیٹے تھے ان کے ذمہ لگایا۔ انہوں نے ۱۱ شوال ۵۵۲ھ میں اس مصحف کو مراکش میں لے جا کر محفوظ کیا۔ اس عظیم کارنامہ پر خلیفہ عبدالمؤمن بن علی کے وزیر ابوزکریا یحییٰ بن احمد بن یحییٰ بن عبدالملک بن طفیل نے خلیفہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے یہ قصیدہ لکھا:

جزى الله عن هذا الأنام خليفة به شربوا ماء الحياة فخلدوا

''اللہ تعالیٰ لوگوں کی طرف سے خلیفہ کو اجر عظیم سے نوازے جس کے ذریعے ان لوگوں نے ماء حیاۃ پیا پس وہ ہمیشہ رہے۔''

وحياه ما دامت محاسن ذكره على مدرج الأيام تتلى و تنشيد

''ہمیشہ زندہ و جاوید رہے اس کا ذکر گردش زمانہ میں اور اس کے محاسن ہمیشہ باقی رہیں اور ان کو بیان کیا جاتا رہے اور گایا جاتا رہے۔''

موحدین نے اس مصحف کو بڑی حفاظت اور عزت و احترام سے رکھا۔ اس کے لیے قیمتی غلاف تیار کیا۔ وہ اس کو ایک سرخ اونٹنی پر رکھے ھودج میں بند کر کے اس ھودج پر چار سرخ نشانات لگاتے اور اس ھودج کے پیچھے پیچھے خلیفہ، اس کا بیٹا پھر ان کے پیچھے دیگر لوگ چلتے۔

یہ سلسلہ کافی دیر تک چلتا رہا۔ جب موحدین سفر، نقل و حمل کا ارادہ کرتے تھے تو ساتھ اس مصحف کو ھودج میں رکھ کے لے جاتے۔ اس کے بعد اس مصحف کو خلیفہ موحد باللہ، ابوالحسن علی بن مأمون ادریس نے اپنی حفاظت میں لے لیا۔

۶۴۶ھ میں علی کو تلمسان میں قتل کر دیا گیا موحدین کا لشکر خالی ہو گیا۔ بادشاہ کے خزانے میں لوٹ مار کا بازار گرم ہو گیا۔ عرب لشکر عظیم پر قابض ہوئے اور انہوں نے اس مصحف کریم کو بھی لوٹ لیا اور تلمسان میں نیلامی کے لیے کتابوں کے بازار میں رکھ دیا۔ اس کی قیمت ۱۷ درھم رکھی گئی۔ جبکہ اس کے بہت سے اوراق ضائع ہو گئے۔ جب تلمسان کے امیر ابویحییٰ جو کہ بنی عبدالواد سے تعلق رکھنے والے تھے ان کو پتا چلا تو اس نے اس مصحف کو خریدا اور بڑی حفاظت کے ساتھ رکھا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے اس کے وارث بنے۔ ۷۰۲ھ تک یہ انہی کے قبضے میں رہا۔

اسی طرح مصحف عثمان تلمسان کے شاہی خزانے (جو کہ بنی عبدالواد کا تھا) میں محفوظ رہا حتیٰ کہ ابوالحسن علی بن عثمان بن ابویعقوب المرینی رمضان کے آخر میں (۷۳۷ھ، ۱۳۳۶ء) تلمسان پر قابض ہوا اور ۷۳۸ھ کو اس کو مکمل طور پر فتح کر لیا۔ مصحف عثمان ان کے ہاتھ لگا اس نے اس کو بڑے اہتمام اور تکریم کے ساتھ رکھا۔ موحدین کی عادت کو برقرار رکھتے ہوئے جب یہ لڑائی کے لیے نکلتے تھے تو اس کو لشکر کے آگے آگے رکھتے تھے۔ بالاتفاق یہ مصحف ۷ جمادی الاوّل ۷۴۱ھ میں نہر سلادو کے پڑوس میں ہونے والی جنگ طریف میں (جیسا کہ عیسائیوں کی معتبر کتابوں میں ہے) پُرتگالوں کے ہاتھوں میں بطور مال غنیمت کے چلا گیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد مرینیوں کے اندر ہمت نہ رہی ۔ جب مرینی بادشاہ نے دیکھا کہ اب اس مصحف کو واپس لانے کے لیے ہمارے اندر سکت باقی نہیں ہے تو اس نے تاجر ابوعلی حسن بن جمی کو آزمور شہر میں پُرگالوں کی طرف بھیجا کہ ان کو کہے کہ مال لے کر اس مصحف کو واپس کر دیں۔ ابوعلی حسن بن جمی اس کام میں کامیاب ہوگیا اور اس مصحف کو ۷۴۵ھ میں فاس شہر میں بادشاہ ابوالحسن مرینی کی خدمت میں لاکر پیش کر دیا۔

ابن مرزوق: مرینیوں نے اس مصحف کو پرتگالوں سے چھڑانے کے لیے ایک ہزار سونے کے دینار وقف کیے۔ اس طرح یہ مصحف دوبارہ فاس شہر کی طرف لوٹ آیا۔اس کے دونوں گتوں پر قیمتی پتھروں کو اتار کر اسکی خوبصورتی کو پُرتگالوں نے ختم کر دیا تھا۔ ۔اسی طرح یہ مصحف مرینیوں کے خزانے میں رہا اور یہ اس کا آخری زمانہ تھا۔اس کے بعد تاریخ میں اس کے متعلق کوئی خبر نہیں ملتی۔ واللہ أعلم

نوٹ

یہ مقالہ ندوۃ بعنوان تاريخ الأمة الإسلامية بين الموضوعية والتحيز میں پڑھا گیا، یہ ندوہ ۲۱ تا ۲۳ اکتوبر ۱۹۸۹ء میں زقازیق، مصر میں منعقد ہوا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمران اسلم☆

کیا حدیثِ سبعہ أحرف متشابہات میں سے ہے؟

اِمام سیوطی رحمہ اللہ کے موقف کا تجزیہ

حدیث سبعہ أحرف کے بارے میں منکرین قراءات بالخصوص حلقہ اشراق کا خیال یہ ہے کہ یہ متشابہات میں سے ہے۔لہٰذا اس حدیث کی بنیاد پر ثابت ہونے والی قراءات کی کوئی حقیقت نہیں، ہماری اس سلسلہ میں رائے یہ ہے کہ اہل علم کے ہاں محکم ومتشابہ کی تین مختلف قسمیں ہیں جن میں سے ایک وہ ہے جو من وجہ محکم اور من وجہ متشابہ ہو، پس یہ حدیث اوّل تو متشابہات میں سے ہے نہیں اور اگر بعض اہل علم نے اسے متشابہ کہا بھی ہے تو بھی ان کا یہ قول محکم ومتشابہ کی مذکورہ تیسری قسم سے تعلق رکھتا ہے۔اس حدیث کا یہ معنی تو سب آئمہ کے نزدیک متفق علیہ اور محکم ہے کہ یہ حدیث قرآن کریم کے الفاظ کے بارے میں ہے اور قرآن کو پڑھنے کے اختلافات کے ثبوت کے بارے میں متعین طور پر دلالت کرتی ہے، لیکن وہ اختلافات کس طرح ۷ کے عدد میں سموئے جاتے ہیں؟ اس بارے میں اختلاف ہے اور بعض اہل علم نے اس پہلو کے اعتبار سے اس حدیث کو متشابہ یا ظنی الدلالہ قرار دیا ہے۔ پس اس حدیث کو من وجہ متشابہ قرار دینے سے اس حدیث کی صحت یا ثبوت قراءات سے متعلق دلالت کس طور پر متشابہ یا غیر متعین نہیں۔ قارئین رُشد کو انہی پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے زیر نظر موضوع کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ یاد رہے کہ اس موضوع پر اس سے قبل ماہنامہ رُشد قراءات نمبر کے حصہ اوّل میں صفحہ ۴۹۹ تا ۵۰۳ اور ۵۱۲ تا ۵۱۴ اور حصہ دوم کے صفحہ ۳۴۷ تا ۳۵۱ اور شیخ القراء قاری محمد طاہر رحیمی صاحب کا مستقل مضمون صفحہ نمبر ۲۴۳ شامل اشاعت ہے۔ [ادارہ]

حدیث سبعہ أحرف کے بارے میں متجددین کے ایک طبقے کا خیال ہے کہ یہ حدیث متشابہات میں سے ہے، اور اس کا مفہوم ایک ایسا معمہ ہے جسے کوئی شخص اس اُمت کی پوری تاریخ میں کبھی حل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ اور اِستدلال کیا جاتا ہے اِمام سیوطی رحمہ اللہ کے اس قول سے کہ جس میں انہوں نے فرمایا:

’’إن هذا القرآن أنزل على سبعة أحرف فالمراد به أكثر من ثلاثين قولا حكيتها في الإتقان والمختار عندي أنه من المتشابه الذي لا يدرى تأويله‘‘[زهر الربى شرح سنن النسائي: ۱/۱۵۰]

’’قرآن کریم کا نزول سات حروف پر ہوا ہے، اور اس کی مراد میں تیس سے زیادہ اَقوال بیان کئے گئے ہیں جن کو میں نے اپنی کتاب ’الإتقان‘ میں رقم کیا ہے۔ میرے نزدیک ان میں سے مختار قول یہ ہے کہ حدیث سبعہ اَحرف متشابہات میں سے ہے جس کی تاویل معلوم نہیں ہوسکی۔‘‘

اس میں تو دو رائے نہیں ہیں کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے سبعہ اَحرف کے مفہوم کو منجملہ متشابہات میں سے قرار دیا ہے

☆ فاضل كلية الشريعة، جامعہ لاہور الاسلامیہ و رُکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ اُنہوں نے اسے متشابہ کہا ہے تو کس اِعتبار سے؟ کیا متشابہ اُمور سے آگاہ ہونا ممکن ہے یا نہیں؟ اور کیا امام صاحب کا حدیث سبعہ کو متشابہات میں سے قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ پوری اُمت متنوع قراءاتِ قرآنیہ سے بیک جنبش قلم صرف نظر کرلے؟ اس کی وضاحت کے لیے ہمیں امام موصوف کی کتاب 'الإتقان فی علوم القرآن' کی طرف رجوع کرنا پڑے گا جس میں اُنہوں نے محکم و متشابہ سے متعلق تفصیلی بحث کرتے ہوئے اس مسئلے پر متعدد اَقوال کا تذکرہ کیا ہے۔ جن میں سے کچھ یہ ہیں:

◉ المحکم ما عرف المراد منه، إما بالظهور وإما بالتأويل، والمتشابه: ما استأثر الله بعلمه، كقيام الساعة، وخروج الدجال، والحروف المقطعة في أوائل السور.

''جس اَمر کی مراد صاف طور پر یا تاویل کے ذریعہ سے معلوم ہوجائے وہ محکم ہے اور جس چیز کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی لئے خاص کیا ہے جیسے قیامت کا قائم ہونا اور دجال کا خروج اور سورتوں کے اَوائل کے حروف مقطعہ یہ سب متشابہ ہیں۔''

◉ المحکم ما وضح معناه، والمتشابه نقيضه

''جس چیز کے معنی واضح اور کھلے ہیں وہ محکم ہے اور جو اس کے برعکس ہے وہ متشابہ ہے۔''

◉ المحکم ما لا يحتمل من التأويل إلا وجها واحدا، والمتشابه ما احتمل أوجها.

''جس امر کی ایک ہی وجہ پر تاویل ہوسکے وہ محکم ہے اور جس کی تاویل کی کئی وجوہ کا احتمال رکھتی ہو وہ متشابہ ہے۔''

◉ المحکم ما كان معقول المعنى، والمتشابه: بخلافه، كإعداد الصلوات، واختصاص الصيام برمضان دون شعبان.

''جس بات کے معنی عقل میں آتے ہیں (یعنی ان کو عقل قبول کرتی ہے) وہ محکم ہے۔ اور جو اَمر اس کے خلاف ہو وہ متشابہ ہے مثلاً نمازوں کی تعداد اور روزوں کا ماہ رمضان ہی کے لیے خاص ہونا اور شعبان میں نہ ہونا۔''

پھر اس میں بھی تفصیلی بحث موجود ہے کہ آیا متشابہ اُمور سے آگاہ ہونا ممکن ہے یا نہیں؟

یہ اِختلاف دراصل قرآنی آیت ﴿ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيْلَهٗٓ إِلَّا اللّٰهُ ...... ﴾ [آل عمران:۷] پر وقف کرنے یا نہ کرنے کی صورت میں رونما ہوا ہے۔ ایک خیال یہ ہے کہ 'والراسخون فی العلم' معطوف ہے اور 'یقولون' اس کا حال واقع ہوا ہے۔ اس صورت میں اس کا معنی ہوگا کہ متشابہات کی تاویل اللہ تعالیٰ اور راسخون فی العلم جانتے ہیں۔ اور دوسرا خیال یہ ہے کہ 'والراسخون فی العلم' مبتدا اور 'یقولون' اس کی خبر ہے۔ اور 'والراسخون' میں جو 'واؤ' ہے وہ عاطفہ نہیں بلکہ استینافیہ ہے۔ اس صورت میں اس کا معنی ہوگا کہ متشابہات کی مراد اصلی کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

الإتقان کا جائزہ لیں تو ہمیں اس سے متعلق تین طرح کے اَقوال ملتے ہیں۔

① متشابہ قرآن کے علم پر آگاہ ہونا ممکن ہے۔

② اس کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں۔

③ متشابہ اُمور سے بعض راسخون فی العلم آگاہ ہوسکتے ہیں۔

اِمام سیوطی رحمہ اللہ نے دلائل کی روشنی میں ان تینوں اَقسام کی تفصیلی وضاحت کی ہے اور اخیر میں علامہ راغب رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے، جس میں وہ کہتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”جميع المتشابه على ثلاثة أضرب: ضرب لا سبيل إلى الوقوف عليه، كوقت الساعة، وخروج الدابّة، ونحو ذلك. وضرب للإنسان سبيل إلى معرفته، كالألفاظ الغريبة والأحكام القلقة. وضرب متردد بين الأمرين، يختص بمعرفته بعض الراسخين في العلم ويخفى على من دونهم، وهو المشار إليه بقوله ﷺ لابن عباس: اللهم فقهّه في الدين.“

’’متشابہ تین اَقسام میں منقسم ہیں:

① جس کو معلوم کر سکنے کی کوئی سبیل ہی نہیں۔ مثلاً قیامت کا وقت اور دابة الأرض کے نکلنے کا زمانہ یا اَیسے اور اُمور۔

② متشابہات کی دوسری قسم وہ ہے کہ انسان ان کی معرفت کا راستہ پا سکتا ہے جیسے غریب الفاظ اور دقت میں ڈالنے والے اَحکام۔

③ متشابہات کی تیسری قسم وہ ہے جو مذکورہ بالاقسموں کے مابین تذبذب کی حالت میں پائی جاتی ہے۔ اس کی شناخت بعض راسخین فی العلم کے لئے مخصوص ہے اور جو ان سے علم وفضل میں کمتر ہوتے ہیں، ان پر اس کے معانی منکشف نہیں ہوتے۔‘‘

امام سیوطی رحمہ اللہ نے اگر حدیث سبعہ اَحرف کو متشابہات میں سے قرار دیا ہے تو متشابہات کی اس تیسری قسم میں سے کہ جن کی شناخت بعض راسخین فی العلم کے لیے خاص ہے۔ نہ کہ متشابہات کی اس قسم میں سے کہ جس کو معلوم کر سکنے کی کوئی سبیل ہی نہیں۔ ان کے قول سے یہ اِستدلال کرنا کہ اُنہوں نے اُسے متشابہات میں سے قرار دے کر یہ معنی مراد لیا ہے کہ دنیا کا کوئی شخص سبعہ کے معانی کی وضاحت نہیں کر سکتا تو یقینی طور پر یہ بدیہی حقائق سے چشم پوشی ہے۔ اِمام سیوطی نے اپنی کتاب میں متشابہات کے جو فوائد گنوائے ہیں متجددین حضرات اگر وقت نکال کر ان پر ایک نگاہ ڈالنے کی زحمت گوارا کر لیں تو ممکن ہے امام صاحب کا مؤقف سمجھنے میں مدد ملے۔ امام سیوطی رحمہ اللہ متشابہات کے فوائد کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

متشابہات کا ایک فائدہ یہ ہے:

”الحث للعلماء على النظر الموجب للعلم بغوامضه، والبحث عن دقائقه، فإن استدعاء الهمم لمعرفته ذلك من أعظم القرب.“

’’یہ علماء کو ایسے غور پر آمادہ کرنے کا موجب ہے جس سے قرآن شریف کی مخفی باتوں کا علم حاصل ہوتا اور اس کی باریکیوں کی کرید کرنے کا شوق پیدا ہوا کرتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ دقائق قرآن شریف کی طرف ہمتوں کا مائل ہونا بہت بڑا قرب ہے۔‘‘

دوسرا فائدہ یہ ہے: ”ظهور التفاضل، وتفاوت الدرجات إذا لو كان القرآن كله محكما لا يحتاج إلى التاويل ونظر لا ستوت منازل الخلق، ولم يظهر فضل العالم على غيره.“

’’متشابہ اُمور سے انسانوں کا فہم میں باہم کم وبیش ہونا اور ان کے درجوں کا تفاوت عیاں ہوتا ہے ورنہ اگر تمام قرآن شریف اسی طرح کا محکم ہوتا جس میں تاویل اور غور کی حاجت نہ پڑتی تو اس کے سمجھنے کے بارے میں تمام خلق کا درجہ یکساں اور مساوی ہو جاتا اور عالم کی بزرگی غیر عالم پر ظاہر نہ ہو سکتی۔‘‘

اسی طرح ایک فائدہ یہ ہے:

”أنه يوجب مزيد المشقة في الوصول إلى المراد، وزيادة المشقة توجب مزيد الثواب.“

[الإتقان:۲/۲۲،۲۳]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’متشابہات کا وارد کرنا معنی مراد کی تہہ تک پہنچنے میں مزید مشقت کرنے کا موجب ہے اور جتنی مشقت زیادہ ہو اتنا ہی ثواب بھی زیادہ ملے گا۔‘‘

سابقہ بحث سے اس بات کی تو وضاحت ہوگئی کہ ان کے ہاں متشابہات میں متعدد اِحتمالات موجود ہوتے ہیں، ان میں سے جہاں ایک احتمال یہ ہوتا ہے کہ متشابہات کی شناخت بعض راسخین فی العلم کے لئے مخصوص ہے تو وہیں ایک احتمال یہ بھی ہوتا ہے کہ اس کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور اس قسم کے متشابہات میں پڑنے کو سخت ناپسند اور اہل زیغ کی نشانی قرار دیا گیا ہے۔حضور نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

”فإذا رأيت الذين يتبعون ما تشابه منه ، فأولئك الذين سمى الله فاحذروهم .“

’’تم جب ان لوگوں کو دیکھو جو قرآن مجید کی متشابہ آیات کی پیروی کرتے ہیں تو یہ وہی لوگ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے نام لیا ہے، لہٰذا تم ان سے بچ جاؤ۔‘‘

جبکہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے سبعہ اَحرف کے مفہوم سے متعلق اپنی آراء کا اِظہار فرمایا ہے۔علامہ موصوف صحیح بخاری کی شرح ’التوشیح‘ میں حدیث سبعہ اَحرف کے ذیل میں رقمطراز ہیں:

”اختلف في المراد بها على نحو أربعين قولا بسطتها في الإتقان وأقربها قولان: أحدهما: أن المراد سبع لغات وعليه أبو عبيد، وثعلب، والأزهرى، وآخرون، وصححه ابن عطية، والبيهقى .

والثانى: أن المراد سبعة أوجه من المعانى المتفقة بألفاظ مختلفة نحو: أقبل، وتعال، وهلم، وعجل، وأسرع .“ [التوشيح شرح جامع الصحيح:۳۱۷۲/۷]

’’اَحرف سبعہ کی مراد سے متعلق چالیس کے قریب اَقوال بیان کئے گئے ہیں جن کو میں نے الإتقان میں ذکر کیا ہے۔ میرے نزدیک ان میں سے اَقرب ترین دو قول ہیں:

① یہ کہ اس سے مراد سات لغات ہیں۔ یہ قول ابو عبید رحمہ اللہ ،ثعلب رحمہ اللہ ، ازہری رحمہ اللہ اور دیگر حضرات کا ہے، جسے ابن عطیہ رحمہ اللہ اور بیہقی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔

② یہ کہ اس سے مختلف اَلفاظ کے ساتھ متفق معانی کی سات وُجوہ مراد ہیں۔جیسا کہ: أقبل، وتعال، وهلم، وعجل، وأسرع۔‘‘

اس کے ساتھ ہی لکھتے ہیں:

”والمختار أن هذا الحديث من المشكل الذي لا يدرى معناه، كمتشابه القرآن والحديث، وعليه ابن سعدان النحوي .“[ایضاً]

’’میرے نزدیک مختار قول یہ ہے کہ یہ حدیث ان مشکلات میں سے ہے جس کا معنی معلوم نہیں کیا جا سکا، یہ قرآن کریم اور حدیث کے متشابہ کے مانند ہے اور یہی مذہب ابن سعدان النحوی کا ہے۔‘‘

اِمام سیوطی رحمہ اللہ نے اگرچہ یہاں یہ تو کہہ دیا ہے کہ اس کا معنی مجھے معلوم نہیں ہوسکا ہے لیکن ساتھ ساتھ وہ حدیث سبعہ کے مفہوم میں بیان کیے جانے والے اَقوال میں سے قریب ترین کی طرف اِشارہ بھی کر رہے ہیں جس کا صاف صاف مطلب یہی ہے کہ امام موصوف کے ہاں یہ ان متشابہات میں سے نہیں جس کو معلوم کرنے کی کوئی سبیل ہی نہیں ہے۔اگر اِمام صاحب کی مراد متشابہات کی پہلی قسم ہوتی تو وہ حدیث سبعہ کی وضاحت کر کے نبی کریم ﷺ کی بیان کردہ مذکورہ بالا وعید کا یقینی مصداق ٹھہرتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا امام سیوطی رحمہ اللہ کے قول کو بنیاد بنا کر متنوع قراء اتِ قرآنیہ کا اِنکار کرنا کسی طور بھی درست نہیں ہے۔ امام موصوف تو قراءات قرآنیہ کے متبحر عالم اور عشرہ قراءات کی بھرپور تائید کرنے والے ہیں۔ اپنی کتاب الإتقان میں انہوں نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

’’القراء ة سنة متبعة يأخذها الآخر عن الأول . ‘‘ [۱/۷۵]

’’قراءت سنتِ متبعہ (سنتِ متواترہ) ہے جسے بعد میں آنے والے متقدمین سے حاصل کریں گے۔‘‘

اسی طرح الإتقان ہی میں متنوع قراءاتِ قرآنیہ سے متعلقہ اِمام جزری رحمہ اللہ کے قول کو نقل فرماتے ہیں:

”كل قراءة وافقت العربية ولو بوجه، ووافقت أحد المصاحف العثمانية ولو احتمالا، وصح سندها، فهي القراءة الصحيحة التي لا يجوز ردها ولا يحل إنكارها، بل هي الأحرف السبعة التي نزل بها القرآن، ووجب على الناس قبولها سواء كانت عن الأئمة السبعة، أم عن العشرة، أم عن غيرهم من الأئمة المقبولين‘‘.[الإتقان:۱/۱۵۲]

’’ہر ایک ایسی قراءت جو کسی وجہ سے بھی عربی زبان کے موافق ہو اور مصاحفِ عثمانیہ میں سے کسی مصحف کے ساتھ خواہ اِحتمالی طور بھی مطابق ہو۔ پھر اس کی سند صحیح ثابت ہو تو ایسی قراءت کو ناقابل رد اور صحیح قراءت شمار کیا جائے گا۔ اس کے ماننے سے اِنکار کرنا جائز نہیں ہوگا بلکہ وہ قراءت انہی حروف سبعہ میں شامل ہوگی جن پر قرآن کا نزول ہوا ہے اور لوگوں پر اس کا قبول کرنا واجب ہوگا۔ اس سے بحث نہیں کہ وہ قراءت ساتویں یا دسوں اماموں کی طرف مروی ہوئی ہے یا ان کے ماسوا دوسرے مقبول اماموں کی جانب سے۔‘‘

اِمام سیوطی رحمہ اللہ نے اس قول کو قراءاتِ قرآنیہ سے متعلق سب سے بہتر کلام قرار دیا ہے۔

اور تو اور امام صاحب کی قراءاتِ قرآنیہ پر لکھی جانے والی متعدد کتب اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ سبعہ اَحرف کی تعیین سے متعلق مختلف تشریحات کے باوصف ثابت شدہ قراءات قرآنیہ سے سرمو انحراف قرآنی آیات سے اِنحراف کے مترادف ہے۔ ان کی قراءات پر لکھی جانے والی کتب درج ذیل ہیں:

① شرح الاستعاذة والبسملة ② الإنصاف في تمييز الأوقاف
③ الدر النشير في قراءة ابن كثير ④ الألفية في القراءات العشرة .
⑤ شرح حرز الأماني ووجه التهاني (للشاطبي)

علاوہ اَزیں امام سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ’التحبير فی علم التفسير‘ میں ایک مستقل نوع ’قراء ات النبی صلی اللہ علیہ وسلم‘ کے نام سے قائم کی ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کردہ متعدد قراءات کو لائے ہیں۔ جن میں سے چند ذیل میں ملاحظہ ہوں:

❶ خارجہ کے طریق سے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بغیر الف کے ﴿فَرُهُنٌ مَّقْبُوضَةٌ﴾[البقرۃ:۲۸۳] پڑھایا۔

❷ داود بن الحصین کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یا کے فتح کے ساتھ ﴿وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ﴾[آل عمران:۱۶۱] پڑھا۔

❸ زہری رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع کے ساتھ ﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنُ بِالْعَيْنِ﴾[المائدۃ:۴۵] پڑھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❹ عبد الرحمٰن بن غنم الأشعری کے طریق سے ایک روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ﴿هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ﴾ اور ﴿هَلْ تَسْتَطِيعُ رَبَّكَ﴾ [المائدۃ:۱۱۲] سے متعلق سوال کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تا کے ساتھ ﴿هَلْ تَسْتَطِيعُ﴾ پڑھایا تھا۔

❺ ابن زبیر کے طریق سے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاد کے ساتھ ﴿لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ﴾ [الغاشیۃ:۲۲] پڑھا۔

اس سے یہ نتیجہ اَخذ کرنا مشکل نہیں ہے کہ امام سیوطی رحمہ اللہ متنوع قراءات پر اِصرار کرنے والے ہیں نہ کہ ان کا اِنکار کرنے والے۔ حافظ زبیر صاحب اس کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

امام سیوطی رحمہ اللہ کیا قراءات کو نہیں مانتے؟ یقیناً ایسا نہیں ہے وہ قراءاتِ عشرہ کے قائل ہیں۔ ان کی 'الإتقان' اٹھا کر دیکھ لیں تو قراءات کے بارے میں ان کا مؤقف واضح ہو جائے گا۔ غامدی صاحب کے علم میں اِضافہ کے لیے ہم ذکر کئے دیتے ہیں کہ اِمام سیوطی رحمہ اللہ تو درکنار ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ سلف وخلف میں سے قراءات کا اِنکار کسی امام نے نہیں کیا اور نہ متنوع قراءاتِ قرآنیہ کو ماننے میں انہیں کوئی شبہ ہے، اختلاف صرف سبعہ اَحرف کی تعیین میں ہے، جسے غامدی صاحب نے کم فہمی سے متنوع قراءات کو نہ ماننے کی بنیاد کے طور پر پیش کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سبعہ اَحرف کے مفہوم کے ضمن میں پیش کردہ تمام اَقوال کے قائلین کے درمیان ایک شے بہرحال قدر مشترک ہے کہ وہ تمام قرآن کریم میں پڑھنے کے متعدد اَسالیب کے قائل ہیں۔ [رُشد قراءات نمبر دوم، ص ۵۱۳]

اِمام سیوطی رحمہ اللہ کے ہاں قراءات قرآنیہ میں اختلاف قراء کی کیا حیثیت ہے؟ اس کا جائزہ ان کی تفسیر 'تفسیر جلالین' کی چند امثلہ سے بخوبی کیا جا سکتا ہے۔ حافظ فیاض حسن جمیل اپنے مقالہ 'الإمام جلال الدین السیوطی وأهم آثاره في علم القراءات' میں رقمطراز ہیں:

❶ قرآن کریم کی آیت ﴿يُخَٰدِعُونَ ٱللَّهَ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّآ أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ﴾ [البقرۃ:۹] میں متنوع قراءات سے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ آیت میں موجود لفظ ﴿وَمَا يَخْدَعُونَ﴾ میں ایک قراءت ﴿وَمَا يُخَٰدِعُونَ﴾ ہے۔ [تفسیر جلالین:۵،۶]

❷ قرآن کریم کی ایک آیت ﴿وَلَا تُقَٰتِلُوهُمْ عِندَ ٱلْمَسْجِدِ ٱلْحَرَامِ حَتَّىٰ يُقَٰتِلُوكُمْ فِيهِ فَإِن قَٰتَلُوكُمْ فَٱقْتُلُوهُمْ كَذَٰلِكَ جَزَآءُ ٱلْكَٰفِرِينَ﴾ [البقرۃ:۱۹۱] میں امام صاحب فرماتے ہیں کہ آیت میں موجود تینوں افعال ایک قراءت میں بغیر الف کے ہیں: ﴿وَلَا تَقْتُلُوهُمْ عِندَ ٱلْمَسْجِدِ ٱلْحَرَامِ حَتَّىٰ يَقْتُلُوكُمْ فِيهِ فَإِن قَتَلُوكُمْ فَٱقْتُلُوهُمْ كَذَٰلِكَ جَزَآءُ ٱلْكَٰفِرِينَ﴾ [تفسیر جلالین:۳۷]

❸ قرآن کریم کی ایک اور آیت ﴿وَرَٰوَدَتْهُ ٱلَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَن نَّفْسِهِۦ وَغَلَّقَتِ ٱلْأَبْوَٰبَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ......الآیة﴾ [یوسف:۲۳] میں علامہ سیوطی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ آیت کے لفظ ﴿هَيْتَ لَكَ﴾ میں ایک قراءت ہاء کے کسرہ اور تاء کے ضمہ کے ساتھ ﴿هِيتُ لَكَ﴾ بیان کی گئی ہے۔

امام سیوطی رحمہ اللہ نے 'الدر المنثور في التفسير بالمأثور' میں بھی اَحادیث نبویہ کی مدد سے مختلف قراءات قرآنیہ تفصیل کے ساتھ بیان کی ہیں۔ بطور مثال ان میں سے چند پیش خدمت ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اولاً: امام سیوطی رحمہ اللہ سورۃ فاتحہ کی آیت ﴿صِرٰطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ [الفاتحہ:۷]

میں درج ذیل مؤقف بیان کرتے ہیں:

① وکیع ، ابوعبید، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی داؤد اور ابن الانباری رحمہم اللہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے طرق سے بیان کرتے ہیں کہ وہ نماز میں ”صرط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم وغیر الضالین“ پڑھا کرتے تھے۔

② اسی طرح ابوعبید، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی داؤد اور ابن الانباری رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نماز میں ”صرط من انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم وغیر الضالین“ کی قراءت کرتے تھے۔

③ ابن الأنباری ابوالحسن رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ہاء اور میم کے کسرہ اور ثبوت یاء کے ساتھ ”عَلَيْهِمِي“ پڑھا کرتے۔

④ ابن الانباری أعرج رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ہاء اور میم کے ضمہ اور واؤ کے الحاق کے ساتھ ”عَلَيْهُمُوْ“ پڑھتے۔

⑤ ابن الانباری، عبداللہ بن کثیر رحمہ اللہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ ہاء کے کسرہ، میم کے ضمہ اور واؤ کے الحاق کے ساتھ ”عَلَيْهِمُوْ“ پڑھتے ہیں۔

⑥ ابن الانباری ابن اسحاق رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ہاء اور میم کے ضمہ اور واؤ کے بغیر ”عَلَيْهُمْ“ کی قراءت کرتے ہیں۔

⑦ ثعلبی، ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ﴿أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ کی قراءت کی۔

[الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور:۱/۴۰،۴۱]

امام سیوطی رحمہ اللہ سورۃ بقرۃ کی آیت ﴿وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ...الآية﴾ [البقرۃ:۸۵] کے تحت رقمطراز ہیں:

① اس آیت کے ضمن میں سعید بن منصور رحمہ اللہ، ابراہیم النخعی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﴿وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسْرٰى تَفْدُوْهُمْ﴾ پڑھا کرتے تھے۔

② سعید بن منصور رحمہ اللہ، حسن سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ﴿اُسْرٰى تُفٰدُوْهُمْ﴾ بالامالہ پڑھتے تھے۔

③ ابن ابی داؤد اَعمش رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ہماری قراءت ﴿وَاِنْ يُّؤْخَذُوْا تَفْدُوْهُمْ﴾ کی ہے۔ [الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور:۲۱۲]

المختصر امام سیوطی رحمہ اللہ کے قول کی بنیاد پر متنوع قراءاتِ قرآنیہ کا اِنکار سراسر حقائق سے منہ موڑنے کے مترادف ہے سچ تو یہ ہے کہ امام صاحب قراءات عشرہ کی بھرپور تائید اور تفسیر قرآن اور دیگر تشریعی مسائل میں ان سے مدد لینے والوں میں سے ہیں۔ غامدی صاحب اگر پھر بھی قراءاتِ عشرہ کے اِنکار پر بضد ہیں تو اپنا شوق ضرور پورا کریں لیکن امام سیوطی رحمہ اللہ کے سر اس قسم کا الزام تھوپنے سے باز رہیں۔ انہوں نے حدیث سبعہ اَحرف کو متشابہات

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سے شمار کیا ہے تو صرف اور صرف اس اعتبار سے کہ عشرہ قراءات کو'سبعہ اَحرف' میں کیسے سمویا جائے۔

سبعہ اَحرف پر بیان کیے جانے والے اَقوال

دوسری بات یہ ہے کہ حدیث سبعہ اَحرف کو اس اعتبار سے متشابہ قرار دیا جاتا ہے کہ اس کے مفہوم میں بہت زیادہ اَقوال کا ہونا اِس بات کی دلیل ہے کہ اُمت میں سبعہ اَحرف کا کوئی مفہوم متعین نہیں ہوسکا ہے۔لیکن اگر غیر جانبداری اور حقیقت پسندانہ تجزیہ کیا جائے تو اس حقیقت سے اِنکار ممکن نہیں ہے کہ شریعت اِسلامیہ کے بہت سے مسائل ایسے ہیں جن پر اُمت کی طرف سے ایک ایک مسئلے پر پچاس سے بھی زیادہ آراء بیان کی گئی ہیں اوران آراء میں سے بہت سی ایسی بھی ہیں جن کا نفس مسئلہ سے تعلق ہی نہیں ہوتا تو کیا اس کی بناء پر اصل مسئلہ ہی کو ترک کر دیا جاتا ہے؟ یقیناً اس کا جواب نفی میں ہے۔بالکل اسی طرح سبعہ اَحرف کے مفہوم پر بیان کئے جانے والے اکثر اَقوال سبعہ اَحرف سے مطابقت ہی نہیں رکھتے۔ بطور مثال ہم چند ایک اَقوال ذکر کرتے ہیں جن سے یہ ثابت کرنے میں دشواری نہیں ہوگی کہ حدیث سبعہ احرف کے ساتھ ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے:

① یہ کہ سبعہ اَحرف سے یہ سات اَشیاء مراد ہیں۔مطلق،مقید، عام، خاص، مؤول، ناسخ ومنسوخ، مجمل ومفسر، استثناء اوراس کی اَقسام۔یہ بعض اصولیین کا مذہب ہے۔

② یہ کہ اس سے مراد حذف وصلہ، تقدیم وتاخیر، قلب واستعارہ، تکرار وکنایہ، حقیقت ومجاز، مجمل ومفسر، ظاہر اور غریب ہیں۔یہ بعض اہل لغت کا مذہب ہے۔

③ یہ کہ سبعہ اَحرف سے مراد تذکیر وتانیث، شرط وجزا، تصریف واعراب، اَقسام اور جواب اَقسام، جمع وتفریق، تصغیر وتعظیم اوراختلافات ادوات۔یہ بعض نحویوں کا مذہب ہے۔

④ یہ کہ اس سے مراد معاملات کی سات اَقسام ہیں، جو یہ ہیں: زہد وقناعت، حزم وخدمت، سخاوت واستغناء، مجاہدہ ومراقبہ، خوف ورجاء، صبر وشکر اورمحبت وشوق۔یہ بعض صوفیوں کا مذہب ہے۔

⑤ یہ کہ سبعہ اَحرف سے مراد وہ سات علوم ہیں جن پر قرآن حکیم مشتمل ہے۔

علم الإثبات والإیجاد، علم التوحید والتنزیہ، علم صفات الذات، علم صفات الفعل، علم صفات العفو والعذاب، علم الحشر والحساب اور علم النبوات والامامات۔

حدیث سبعہ اَحرف کے ضمن میں بیان کیے جانے والے اکثر اَقوال کے قائلین مجہول ہیں اوران میں سے بہت سے سارے اَقوال ایسے ہیں جنہیں حدیث سبعہ کے ذیل میں پیش کرنا حقائق سے منہ موڑنے کے مترادف ہے۔

سبعہ اَحرف سے مراد

لغوی طور پر حرف کا لفظ چھ معانی میں استعمال ہوتا ہے۔

① حافہ	② ناحیہ	③ وجہ
④ طرف	⑤ حد	⑥ کسی چیز کا ٹکڑا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① حرف بمعنی وجہ

یہ لغوی معنی کے مطابق ہے یعنی قرآن سات وجوہ پر نازل ہوا ہے اور﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ﴾[الحج:۱۱] ''بعض لوگ اللہ کی عبادت ایک وجہ پر کرتے ہیں۔'' بھی اسی معنی میں ہے۔ پھر آگے اس کی توضیح فرمائی ہے کہ اگر ان کو خیر حاصل ہوتی ہے تو ایمان پر جمے رہتے اور عبادت کرتے ہیں اور اگر سختی، نقصان اور آزمائش کی حالت پیش آجاتی ہے تو کفر اختیار کرکے عبادت چھوڑ دیتے ہیں۔

② حرف بمعنی قراءت

حرف کا یہ معنی مجازی ہے اور یہ اس بناء پر کہ عرب کی عادت ہے کہ کبھی کسی شے کا وہ نام بھی رکھ دیتے ہیں جو اس چیز کا جزو، قریب، مناسب، سبب یا اس سے تعلق رکھنے والی کسی چیز کا نام ہو۔ بس چونکہ مختلف قراءات حروف میں تغیر سے پیدا ہوتی ہیں مثلاً حرکات کی تبدیلی، ایک حرف کا دوسرے سے ابدال، تقدیم وتاخیر، اِمالہ، زیادتی وکمی اس لیے عرب کے استعمال پر اعتماد کرتے ہوئے رسالت مآب ﷺ نے قراءت کو حرف فرما دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ حدیث میں جو سبعہ اَحرف کا لفظ استعمال ہوا ہے، وہ لغوی اعتبار سے وجہ کے معنی میں ہے اور مجازاً قراءات کے معنی میں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جو حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے جو مشہور اِختلاف ہوا تھا اس کے ضمن میں یہ بات قابل توجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے فرمایا: وهو يقرأ على حروف كثيرة، پھر بعد ازاں اسی اختلاف حروف کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں: فقرأ عليه القراءة التي سمعته يقرأ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے 'علی حروف' کہا پھر انہی حروف کو 'القراءة' سے تعبیر فرمایا۔

اسی طرح حضرت ابی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ''فقرأ قراءة أنكرتها عليه'''' اس نے اپنے ساتھی کے علاوہ کوئی دوسری قراءۃ پڑھی ہے۔'' [صحیح مسلم:۸۲۰]

اس تقریر سے یہ بات واضح ہوئی کہ حدیث میں 'حروف' سے مراد معانی ومطالب کے بجائے قراءت اور تلاوت سے متعلقہ پڑھنے کے سات اَسالیب مراد ہیں، اور یہ حروف ائمہ عشرہ کی قراءات میں موجود ہیں۔

علاوہ اَزیں سلف وخلف میں سے تمام لوگوں نے سبعہ اَحرف کی تشریحات پیش کی ہیں جو اس کی سب سے بڑی دلیل ہیں کہ سبعہ اَحرف متشابہات میں سے نہیں، کیونکہ اگر یہ متشابہات میں سے ہوتی تو جمیع اہل علم کو اس کی حقیقت بیانی کی ضرورت ہی نہیں تھی، سبعہ اَحرف کے مفہوم میں پیش کئے جانے والے تمام اَقوال بہر حال اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ ان کے قائلین قرآن کریم میں پڑھنے کے متعدد اَسالیب کے قائل ہیں۔

نتیجہ بحث یہ ہے کہ تعدد قراءات یا متنوع اَسالیب تلاوت (سبعہ اَحرف) کے نزول پر تو پوری اُمت کا اِجماع ہے، بحث صرف سبعہ اَسالیب تلاوت (سبعہ اَحرف) کی تعیین کے بارے میں ہے، جو کہ ایک علمی بحث ہے اور متنوع قراءات کے ثبوت سے اس کا تعلق بھی اضافی ہے۔ سلف وخلف کے تمام علماء کرام متنوع قراءات قرآنیہ کو تسلیم اور ان کی بھرپور تائید کرنے والے ہیں۔ علماء کرام کے درج ذیل اقوال ملاحظہ کیجیے:

- ابن نجیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اگر ہم قراءاتِ سبعہ میں غور وخوض کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ ہر قراءتِ متواترہ، مشہورہ اور (علماء فن کے ہاں) مقبولہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔نسل در نسل لوگوں نے ان کو نقل کیا اور یہ قراءات مصحف عثمانی کے موافق ہیں۔ جو قراءات مصحف عثمانی کے مطابق مشہور اور متواتر ہیں ان پر نسل در نسل لوگوں نے اجماع نقل کیا ہے۔'' [فتح الغفار:۱/۸۷]

◉ قاضی عبدالجبار فرماتے ہیں:

''صحابہ نے لوگوں کو مصحف عثمانی پر جمع کیا انہوں نے منزل متواتر قراءات میں سے کچھ بھی ہم تک پہنچنے سے نہیں روکا۔ قراءات متنوعہ ثبوت کے اعتبار سے متواتر ہیں جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی اور صحیح ترین قراءات کا علم حاصل کرنا ہم پر واجب ہے۔'' [المغنی:۵۹،۶۰]

◉ احمد الونشریشی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

''ہم سب پر واجب ہے کہ منقول قراءات متواترہ پر ایمان لائیں۔ یہ بات دینی اور عقلی طور پر ناممکن ہے کہ ان میں تصحیف (غلطی) یا تحریف ہوئی ہو۔'' [المعیار المعرب:ص۸۷]

◉ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''متواتر کا اِنکار صحیح نہیں، کیونکہ اِس پر اُمت کا اجماع ہوچکا ہے۔قراءات کا تواتر ایسے حتمی امور میں سے ہے جن کا جاننا واجب ہے۔'' [شرح الفقہ الاکبر:۱۶۷]

◉ امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''آپ نے اللہ کی اجازت کے ساتھ جو قراءات بھی احرف سبعہ میں سے امت کو پڑھائیں ہمارے نزدیک صحیح ہیں صحابہ کرام نے ان قراءات کو (عقیدہ) قرآن کے ساتھ پڑھا۔ جب کسی پڑھنے والے کی قراءت رسم مصحف کے مطابق ہو تو ہمارے لئے جائز نہیں کہ اسے غلط کہیں۔'' [الإبانة:ص۶۰]

◉ اِمام ابن عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''قراءاتِ سبعہ بلکہ عشرہ (کے پڑھنے پڑھانے) پر اعصار (زمانوں کے زمانے) اور اَمصار (شہروں کے شہر) گزر چکے ہیں۔ان کی نماز میں تلاوت کی جاتی تھی کیونکہ یہ اِجماع سے ثابت شدہ ہیں۔'' [أبحاث قراءات القرآن الکریم:ص۲۵]

◉ اِمام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کسی بھی عالم نے قراءاتِ عشرہ کا انکار نہیں کیا ہاں جس کو قراءات کا علم نہیں یا وہ قراءت اس کے نزدیک ثابت نہیں جیسا کہ بلادِ مغرب کی قراءات تو ایسے آدمی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس کی تلاوت کرے، کیونکہ قراءات سنت (متبعہ) ہیں جسے پچھلے اگلوں سے نقل کرتے ہیں۔اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ جس قراءت کا علم نہیں اس کا انکار کردیا جائے۔'' [منجد المقرئین:ص۱۲۹]

◉ امام ابن جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''آج جو قراءات ہم تک پہنچی ہیں وہ صحیح اور متواتر ہیں ان کے بارہ میں یہ بات قطعی طور پر ثابت شدہ ہے کہ وہ ائمہ عشرہ اور ان کے رواۃ کی قراءات ہیں۔ یہ بات علماء کے اَقوال کا ماحصل ہے اور یہی مذہب آج کل شام، عراق، مصر اور حجاز کے لوگوں کا ہے۔'' [النشر:۱/۹]

اگر غامدی صاحب کے بقول عرضۂ اَخیرہ کے بعد اُمت صرف ایک ہی حرف کے ابقاء پر متفق ہوگئی ہوتی تو ناممکن ہے کہ اس کے بعد علماء خوانخواہ ان اَحرف سبعہ کی تفسیر کے متعلق چالیس اَقوال کی حد تک باہم اختلاف کرتے اور یہ بھی ناممکن تھا کہ تمام علماء اس امر پر متفق الرائے ہو جاتے کہ یہ ساتوں اَحرف باقی وثابت ہیں جبکہ اجماعِ علماء حجت ہے لہٰذا ان ساتوں ہی اَحرف کو باقی وثابت تسلیم کرنا ہوگا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاری رحیم بخش پانی پتی☆

جمع قرآن وتشکیل قراءات کی مختصر تاریخ

قراءِ پانی پت میں شیخ القراء قاری رحیم بخش پانی پتیؒ کا نام نامی غیر معروف نہیں۔ان کی شخصیت کا یہ امتیاز ہے کہ متعدد متواتر قراءات میں سے ہر ایک کے بارے میں انہوں نے علیحدہ علیحدہ کتابچے تحریر فرمائے۔آپ کی یہ کاوش عرب وعجم میں اپنے موضوع پر منفرد حیثیت کی حامل ہے۔اس موضوع پر بعض عرب محققین کا شائع ہونے والا تمام کام بنیادی طور پر حضرت قاری صاحب کے اسی کام سے ماخوذ ہے۔عوامی سطح پر پاکستان میں پانی پتی اسلوب تلاوت کو متعارف کروانے کا سہرا بھی آپ کے سر ہے۔آپ کے سینکڑوں تلامذہ حلقہ ہائے حفظِ قرآن کو عرصہ دراز سے جاری وساری رکھے ہوئے ہیں اور عوامی سطح پر پانی پتی لہجہ وسلسلۂ قراءات کو باقی رکھنے کی بنیاد بنے ہوئے ہیں۔ موصوف رحمہ اللہ کی زیر نظر تحریر ان کی کتاب الخط العثماني في الرسم العثماني سے ایک بحث کا انتخاب ہے۔حضرت کی بلند بالا شخصیت اور موضوع کی افادیت کے پیش نظر ان کی یہ تحریر ہم رُشد کے صفحات میں شائع کررہے ہیں۔ [ادارہ]

الف: قرآن کی کتابت وتدوین کے تین دور ہیں:

عہد نبوی: جب کوئی آیت یا کئی آیتیں یا کوئی سورت نازل ہوتی تھی تو آپ حضرت زید رضی اللہ عنہ وغیرہ کو بلا کر لکھوا دیتے تھے اور وہ کسی آیت کو کاغذ کے ٹکڑے پر اور کسی کو ہڈی پر اور کسی آیت کو کھجور وغیرہ کی لکڑی اور کسی کو پتھروں کے ٹکڑوں پر اس طرح مختلف چیزوں پر لکھ لیتے تھے اور اس ذریعہ سے تمام قرآن مجید آپ کے زمانے میں ہی محفوظ ہوگیا تھا لیکن اصل دارومدار حفظ پر تھا، یعنی اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم بغیر دیکھے ہی پڑھتے تھے اور اپنے سینوں میں قرآن مجید کو محفوظ رکھتے تھے۔

عہد صدیقی: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جمع کیا گیا جس کا سبب یہ ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مسیلمہ کذاب (جھوٹے نبی) نے لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کیا اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس سے جہاد کیا اور کافی جانیں تلف ہونے کے بعد اس کا وقت آیا اور وہ مارا گیا اور اس جنگ میں پانچ سو کے قریب قرآن مجید کے حفاظ وقراء شہید ہوگئے اس وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے قراء کے ختم ہوجانے کا اندیشہ ہے اس لئے آپ قرآن کو مختلف چیزوں سے نقل کرا کر ایک جگہ جمع کردیجئے انہوں نے فرمایا میں وہ کام کس طرح کروں جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو خود کیا اور نہ اس کے لئے حکم فرمایا اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''خدا کی قسم یہ تو بہتر ہی بہتر ہے بدعت قطعاً نہیں ہے'' اس پر آپ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلایا اور یہ خدمت ان کے سپرد کی۔ آپ نے بھی پہلے بہت اندیشہ ظاہر کیا پھر حضرات شیخین کے اصرار پر کمر ہمت باندھی اور قرآن کو اس کے تمام

☆ پاکستان میں علم قراءات کے پانی پتی سلسلہ کے بانی استاد...... مصنف کتبِ کثیرہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حروف وقراءات سمیت یکجا جمع کر دیا لیکن اس بار بھی تمام قرآن مجید ایک جلد میں جمع نہیں ہوا بلکہ صحیفوں کی شکل میں محفوظ ہو گیا تھا۔ پھر یہ صحیفے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات تک ان کے پاس رہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حفاظت میں آئے اور ان کی وفات کے بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہے۔

عہد عثمانی: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں پورا قرآن ایک جلد میں بین الدفتین جمع کیا گیا اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ قرآن کے پڑھنے والے آپس میں اختلاف کرنے لگے اور جو جملے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تفسیر اور مطلب کے طور پر بیان فرمائے تھے بعض نے ان کو بھی قرآن کہنا شروع کر دیا اور ہر ایک یہ کہتا کہ میری قراءت عمدہ تر ہے یہاں تک کہ آذربایجان اور آرمینیہ ۳۰ھ کا جہاد پیش آیا جس میں حذیفہ رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے جب موصوف نے قرآن کے الفاظ میں اختلاف والی گفتگو سنی تو گھبرائے ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ قرآن کی حفاظت کا انتظام کیجیے ورنہ لوگ تورات وانجیل کی طرح اس میں بھی اختلاف پیدا کر دیں گے اور کچھ مضمون اپنے پاس سے بھی شامل کر دیں گے اس پر آپ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے صدیقی عہد کے سب صحیفے منگوائے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت کو اس کام پر مقرر کیا کہ پورا قرآن اس دور کے موافق ایک جلد میں نقل کر دیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری بار حضرت جبرائیل علیہ السلام سے کیا تھا اور اس میں حضرت زید رضی اللہ عنہ بھی حاضر تھے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کو ان سب کا سردار بنا دیا اس پر ان حضرات نے پورے قرآن کے کئی نسخے تیار کئے جو ایک روایت کے مطابق پانچ اور دوسری کے مطابق آٹھ تھے اور بڑے بڑے شہروں (کوفہ، بصرہ، شام، مکہ، بحرین، یمن) میں ایک ایک نسخہ روانہ فرمایا اور ایک نسخہ مدینے والوں کو عنایت فرمایا اور ایک جلد خاص اپنی تلاوت کے لئے رکھ لی اور اسی قرآن کو ''امام'' کہتے ہیں اور حکم دیا کہ ان قرآنوں کے سوا جو کچھ بھی کسی کے پاس ہے اس کو قیام امن ونظام کی غرض سے جلا دیں یا دفنا دیں اور سب انہی قرآنوں کے موافق پڑھیں اور ان قرآنوں کو صحابہ نے نقطوں اور حرکتوں سے خالی رکھا تھا تاکہ ایک ہی قرآن سے وہ سب قراتیں اور حروف ووجوہ نکل سکیں جو ان حضرات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچی تھیں اس وقت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع کے سبب یہ بات ضروری قرار دے دی گئی کہ اب جو شخص بھی قرآن پڑھے یا لکھے وہ اس میں ان مصاحف ہی کی متابعت وموافقت کرے پھر بعد میں قرون اخیرہ میں نقطے اور حرکتیں لگائی گئیں (جن کا تفصیلی بیان بعد میں آئے گا)۔

ب: یاد رہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لغت قریش کے علاوہ باقی تمام لغات کو منسوخ نہیں کیا تھا اس لئے کہ روایت حفص ہی کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں لغت قریش کے سوا بعض اور لغات بھی موجود ہیں چنانچہ ان کے لئے مجریھا، ھود، ع ۴ میں اور اس کے بعد والے الف کا امالہ ہے حالانکہ امالہ عام اہل نجد کا لغت ہے اسی طرح فعل کے وزن میں عین کا ضمہ حجازی اور سکون تمیمی لغت ہے اور روایت حفص میں دونوں ہی لغات موجود ہیں اسی طرح ہمزہ ساکنہ کی تحقیق تمیمی لغت ہے وغیرہ وغیرہ پس معلوم ہوا کہ آپ نے قریش کے علاوہ باقی تمام لغات ختم نہیں کیے تھے بلکہ تفسیری الفاظ مدرجہ کے ساتھ ساتھ ان لغات کو منسوخ کیا تھا جو غیر فصیح تھے اور قریش کے یہاں معتبر نہیں تھے مثلاً ہذیل کے یہاں حتی کے بجائے عتی اور اسد کے یہاں تعلمون، اعهد وغیرہ میں علامت مضارع کا کسرہ اور بنو تمیم کے یہاں ردت، ردو میں راء کا کسرہ اور غیر اٰسن کے بجائے غیر یاسن وغیرہ ہے البتہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف میں رسم الخط (طریق کتابت) قریشی ہی رکھا تھا جس کی چند وجوہ ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① پہلے زمانہ میں وسعت ورخصت اورسہولت وآسانی کے لئے قرآن مجید کوسات لغات میں پڑھنے کی اجازت تھی اور ہر قبیلہ اپنے اپنے لغت میں تلاوت کرتا تھا اس لئے مختلف قبائل کے عوام نے کم علمی کی وجہ سے ایک دوسرے کی لغت کی تردید وتنقیص شروع کردی تھی۔

② بعض حضرات نے تفسیری جملے والفاظ بھی شاملِ قراءت کر لئے تھے۔

③ اسی طرح کچھ لوگوں نے ناواقفیت کی بناء پر منسوخ التلاوۃ آیات بھی اپنی قراءت میں شامل کر لی تھیں۔

④ دشمنان دین کی کوشش سے کئی من گھڑت الفاظ ومضامین بھی شامل ہوگئے تھے۔

ان حالات میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ضروری سمجھا کہ قرآن مجید کے کئی نسخے صرف لغت قریش ہی کے رسم الخط کے موافق غیر معرب ومنقط (اعراب اور نقطوں کے بغیر) لکھوا کر معلمین سمیت مختلف اطراف وممالک میں بھیجے جائیں تاکہ سب لوگ انہی کے موافق تلاوت کریں۔

اور لغت قریش کا رسم الخط اس بناء پر اختیار کیا کہ قرآن کا اکثر وبیشتر حصہ اسی کے موافق اترا تھا نیز قرآن سب سے پہلے اسی لغت کے موافق نازل ہوا تھا پھر آسانی ورخصت کی غرض سے دوسری لغات میں پڑھنے کی اجازت ہوگئی تھی اور مصاحف کو نقطوں اور حرکتوں سے خالی اس لئے رکھا گیا کہ ایک ہی قرآن سے مختلف لغات وحروف سبعہ اور منقول قراءات سب کی سب آسانی سے نکل سکیں۔

پس آپ نے آٹھ مصاحف لکھوائے اوران میں بعض اختلافی الفاظ وکلمات منزلہ کو متفرق طور پر لکھوایا اور یہ بارہ ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع سے لکھے گئے پھر آپ نے ایک جلد خاص اپنی تلاوت کے لئے رکھ لی اور ایک نسخہ اہل مدینہ کو عنایت کیا اور ایک ایک مصحف کوفہ، بصرہ، شام، بحرین، یمن کی طرف معلمین قراءات سمیت روانہ فرمایا مدنی مصحف کے معلم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، کوفی کے حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی رضی اللہ عنہ، بصری کے عامر بن قیس رضی اللہ عنہ، شامی کے مغیرہ بن ابی شہاب رحمہ اللہ اور مکی کے حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ تھے اور حکم بھیج دیا گیا کہ سب لوگ انہی قرآنوں کے موافق معلمین سے قراءات سیکھیں۔ پس ہر شہر والوں نے اپنے اپنے مصحف کے موافق پڑھا اور ہر مصحف کی قراءت کو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ سے اورانہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا۔

مصاحف عثمانیہ کی تاریخ مصحف مدنی

مصاحف عثمانیہ کا جو نسخہ مدینہ میں رکھا گیا وہ تاحین حیات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس رہا آپ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس رہا پھر خلافت کے ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوا اور وہاں سے اندلس پہنچا۔

وہاں سے مراکش کے دارالسلطنت ''فاس'' میں پہنچا (تاریخ ادریسی تذکرۃ المصاحف) پھر کسی طرح مدینہ پہنچا۔

جنگ عظیم اوّل میں فخری پاشا گورنر مدینہ اس کو دیگر تبرکات کے ساتھ قسطنطنیہ لے گیا جہاں اب تک موجود ہے۔

مصحف مکی

مکی نسخہ ۶۵۷ھ تک مکہ معظّمہ میں رہا محمد بن جبیر اندلسی رحمہ اللہ نے ۵۷۹ھ میں مکہ میں اس کی زیارت کی تھی مولانا شبلی نعمانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ جس زمانے میں انہوں نے سیاحت کی یہ نسخہ جامع دمشق میں موجود تھا آپ کی زیارت غالباً انیسویں صدی کے آخر میں تھی کشاف المهدي نمبر ۱۵۷ میں ہے کہ سلطان عبدالحمید خان ۱۸۷۶ء

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں تخت نشین ہوئے اور تقریباً تیس برس تک انہوں نے حکومت کی ان کے زمانے میں مسجد جامع دمشق کو آگ لگ گئی اس میں یہ مصحف بھی جل گیا۔

مصحف شامی

احمد مقری مؤرخ نے ۳۷۵ھ میں اس کی زیارت کی تھی۔ یہ نسخہ کوفہ سے سلاطین اندلس پھر سلاطین موحدین پھر سلاطین بنی مرین کے قبضہ میں آیا اور جامع قرطبہ میں رہا اہل قرطبہ نے سلطان عبدالمومن کو دیا عبدالمومن کے حکم سے ابن بشکوال نے دارالسلطنت مراکش کو منتقل کیا یہ منتقلی ۱۱شوال ۵۵۲ھ کو ہوئی ۶۴۵ھ میں خلیفہ معتضد علی بن مامون کے پاس رہا اسی سال خلیفہ مذکور نے تلمستان پر فوج کشی کی اور مارا گیا اسی فوج کشی میں وہ گم ہوگیا لیکن پھر تلمستان کے شاہی خزانہ میں پہنچا وہاں سے ایک تاجر خرید کر فارس لایا وہاں اب تک موجود ہے۔

مصحف بصری

یہ نسخہ کتب خانہ خدیو جو مصر میں ہے وہاں موجود رہا اس کو سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کے وزیر نے ۵۷۵ھ میں تیس ہزار اشرفی میں خریدا۔

مصحف یمنی

کتب خانہ جامع ازہر مصر میں موجود ہے۔

مصحف بحرین

فرانس کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

مصحف کوفی

کتب خانہ قسطنطنیہ میں موجود ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تین مصاحف اور ہیں جن میں سے مصحف عثمانی دوم جامع سیدنا حسین رضی اللہ عنہ قاہرہ میں ہے اور مصحف عثمانی سوم جامعہ ملیہ دہلی میں موجود تھا اگر ہنگامہ تقسیم ہندوستان میں تلف نہ ہوا ہو تو موجود ہوگا۔ مصحف چہارم انڈیا آفس لندن کے کتب خانہ میں موجود ہے اس پر لکھا ہوا ہے ''کتبہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ'' یہ نسخہ میجر روانس کو ملا اس نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے کتب خانہ کو دیا اب انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے اس کے ۱۸۱ صفحات ہیں اور فی صفحہ ۱۶ سطریں ہیں۔

قرآن کے اعراب، نقطے، خموس واعشار، اجزاؤ منازل، رکوعات وغیرہ

اسلام سے پہلے اہل عرب میں حرکات اور نقطے مشہور نہ تھے بلکہ وہ اپنے قدرتی وفطرتی ملکہ وطبعی محاورہ کے زور سے اعراب وغیرہ صحیح طور پر ادا کرلیا کرتے تھے پھر جب اسلام خوب پھیل گیا اور عرب کا عجم سے اختلاط ہوا تو عرب وعجم دونوں کی تلاوت میں خطا اور غلطی واقع ہونے لگی اس لئے علماء نے حرکتوں اور نقطوں کی علامات مقرر کردیں تاکہ غلطی سے بچاؤ ہوجائے۔ چنانچہ اعراب کی تفصیل یہ ہے کہ عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں زیاد بن سمیہ (جو بصرہ کے والی تھے۔انہوں) نے یہ حالت دیکھ کر ابوالاسود ۶۹ھ (شاگرد حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے یہ مطالبہ کیا کہ آپ تلاوت وزبان کی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصلاح کیلئے چند علامات (اعراب سے متعلق) وضع کردیں۔آپ نے اس درخواست کوقبول نہ کیا زیاد نے یہ تدبیر کی کہ اپنے ملازمین میں سے ایک شخص سے کہا کہ تم الاسود کے دروازے پر بیٹھ جاو اور جان بوجھ کرقرآن غلط سلط پڑھنا شروع کردو چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور یوں پڑھا "إِنَّ اللهَ بَرِیْءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلِهِ" (لام اورھاء کے زیر سے) کہ خدا تعالیٰ اہل شرک اوراپنے رسول دونوں ہی سے بیزار ہیں (معاذ اللہ) ابوالاسود نے جو یہ سنا تو نہایت بے تابی سے کہا خدا تعالیٰ اپنے رسول کی بیزاری سے بری اور پاک ہے پھرآپ فوراً زیاد کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا میں نے تمہاری درخواست قبول کرلی میرا خیال ہے کہ عربیت میں ایک کتاب بناؤں جس کے ذریعے عوام وخواص سب کے سب اس خرابی کی درستی کرلیں جوان کے کلام میں رونما ہوگئی ہے اور سب سے پہلے قرآن کے اعراب لگاؤں اس لئے آپ میرے پاس کاتب بھیج دیں زیاد نے ابوالاسود کے پاس تیس کاتب بھیجے جن میں سے ایک کو آپ نے منتخب کرلیا اوراس سے کہا کہ اپنے ساتھ مصحف اورسیاہی کے علاوہ کوئی اور رنگ بھی رکھ لو پس جہاں میں زبر پڑھوں وہاں (اس دوسرے رنگ سے) ایک نقطہ حرف کے اوپر اور جہاں زیر پڑھوں وہاں ایک نقطہ حرف کے نیچے لگا دینا اور جہاں پیش پڑھوں وہاں ایک نقطہ حرف کی اگلی جانب میں یا اس کے درمیان میں لگا دینا۔مثلاً الحمد لله اور غنہ (تنوین) کے موقع پر دودو نقطے لگا دینا (جن میں سے ایک حرکت کا ہوگا اوردوسرا تنوین کا) پھر اگر یہ تنوین والا کلمہ کسی ایسے کلمہ کے ساتھ مل کر آئے جس کے شروع میں حرف حلقی ء ، ہ ، ع ، ح ، غ ، خ میں سے کوئی ہو تو دونوں نقطوں کو ملا دینا مثلاً عذاب ، أليم ، ولكل قوم ، هاد ، سميع ، عليم ، لعلى ، حكيم ، لعفو ، غفور ، عليم ، خبير تاکہ بُعد اور اظہار کا پتہ چل جائے اور اگر تنوین والے کلمے کے متصل راء ، لام ، میم ، نون میں سے کوئی آرہا ہو تو دو نقطے یکے بعد دیگرے ملا کر لکھ دینا اور ان حرفوں پر تشدید بھی لگا دینا۔وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں تنوین ان حروفوں میں مدغم ہوتی ہے اس لئے تم اس صورت میں نقطوں کو قریب قریب کر دینا اور تنوین کے بعد والے حرف کو مشدد لکھ دینا۔پھر آپ نے نہایت سکون واطمینان سے پڑھنا شروع کیا اور کاتب اسی ہدایت کے موافق نقطے لگا تا رہا جب ایک جزو پورا ہو جاتا تو ابوالاسود اس پر نظر ثانی کرتے یہاں تک کہ اسی طرح پورے قرآن کے اعراب لگا دیئے اورسکون کو بلا علامت چھوڑ دیا۔لوگوں نے اس طریق اعراب کو اخذ کیا اوراس کو شکل وتشکیل کے نام سے موسوم کر دیا۔پھر ان نقطوں کے مختلف طریقے رائج ہو گئے بعض نے مربع اور بعض نے مدور شکل کو اختیار کرلیا۔

اس کے بعد لوگوں نے حرکات کے متعلق چند علامتیں اور زیادہ کیں حتیٰ کہ خلیل بن احمد فراهيدي نحوی ۱۷۰ھ نے ضبط حرکات کا یہ طریقہ جاری کیا جو اس وقت مروّج ہے کہ زبر حرف کے اوپر ایک لمبی سی شکل کا نام ہے اور زیر حرف کے لئے ایک ایسی ہی شکل حرف کے نیچے ہوتی ہے اور پیش کے لئے حرف کے اوپر چھوٹا سا واؤ ہوتا ہے اور تنوین کی صورت میں یہی شکلیں دو دو بار ہوتی ہیں اور جزم جیم کے سرے کی طرح ہے اور ہمزہ کی نشانی عین تبری (ع) کا سرا ہے (یعنی ء) اور اقلاب کی نشانی کے لئے باء سے پہلے نون ساکن اور تنوین پر چھوٹا سا میم بناتے ہیں (من بعد) اور تشدید والے حرف پر ملے جلے تین دندانے ہوتے ہیں جس کی اصل شد (تشدید والا ہوا) ہے پھر دال کو گرا کر شین کے دندانے باقی رکھ لئے۔نیز خلیل نے روم اور اشمام کی علامت بھی ایجاد کی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن کی تنقیط (نقطے)

۴۰ ھ سے کچھ عرصہ بعد تک لوگ عثمانی مصاحف سے صحیح طور پر پڑھتے رہے پھر عراق میں نقطوں کی غلطی بکثرت واقع ہونے لگی حجاج بن یوسف ثقفی (متوفی شوال ۹۵ھ) نے عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں کاتبین مصاحف سے یہ مطالبہ کیا کہ جوحروف لکھائی میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں (مثلاً د ذ، ر ز، س ش وغیرہ) ان کیلئے بھی علامتیں مقرر کر دیں حجاج نے نصر بن عاصم لیثي اور یحییٰ بن یعمر عدوانی کو بلایا (یہ دونوں حضرات ابوالاسود کے شاگرد ہیں) اور ان سے اس کام کو انجام دینے کے لئے کہا چونکہ بعض حضرات عثمانی مصاحف پر زیادتی کو ناپسند کرتے تھے اور بعض حضرات پہلی اصلاح (جو ابوالاسود نے کی تھی اس) کے قبول کرنے میں بھی توقف وخاموشی اختیار کرتے تھے اس لئے ان دونوں حضرات نے سوچ بچار اور فکر وتامل کی اجازت چاہی اور پھر یہ طے کیا کہ اصلاح ثانی (علامات نقط) میں بھی کوئی حرج نہیں کیوں کہ ان کے ذریعہ تلاوت میں سہولت اور تفہیم معنی میں آسان ہوگی اور قرآنی حروف کی اصل اور ان کے مادہ میں نہ تو کوئی زیادتی ہوگی اور نہ ہی کوئی تبدیلی۔

پس ان حضرات نے حروف مشتبہ الکتابت کی تمیز کے لئے ہر حرف کے نقطوں کی تعداد مقرر کر دی مثلاً ش کے لئے اس کے تین دندانوں کی مناسبت سے تین نقطے مقرر کئے وغیرہ وغیرہ اور پورے قرآن کو نقطوں سے منقط کر دیا یہ سلسلہ تمام لوگوں میں آج تک اسی طرح چلا آتا ہے جس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں البتہ فاء اور قاف کے بارہ میں اہل مشرق ومغرب کا اختلاف ہے پس اہل مشرق تو فاء کے لئے ایک نقطہ اور قاف کے لئے دو نقطے اوپر لگاتے ہیں اور اہل مغرب فاء کے نیچے اور قاف کے اوپر صرف ایک ایک نقطہ لگاتے ہیں لیکن اس اصطلاح میں کوئی ضرر نہیں جب کہ التباس واختلاط سے امن واحتراز (بچاو) حاصل ہے۔ ابن سیرین کے پاس ایک قرآن تھا جس میں یحییٰ بن یعمر نے نقطے لگائے تھے۔

③ تخمیس وتعشیر

(آیتوں کے پانچ پانچ اور دس دس ہونے کی نشانی) قتادہ تابعی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ آیتوں کے پانچ اور دس ہونے کی علامتیں صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ بھی لگاتے تھے دانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لوگ شہروں میں تابعین رحمہم اللہ کے عہد سے ہمارے اس زمانہ تک نقطے اور حرکات لگانے کی اجازت دیتے چلے آئے ہیں جو قرآن اصل الاصول تھے ان میں بھی اور ان کے علاوہ دوسرے قرآنوں میں بھی اور سورتوں کے شروع کی اور ان کی آیتوں کے شمار کی اور اسی طرح خموس واعشار کے موقعوں کی علامت لگانے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے۔ یہ کام بھی سب سے پہلے نصر بن عاصم لیثي رحمہ اللہ نے کیا جو بصرہ کے جلیل القدر تابعی ہیں۔

④ اجزاء قرآن

(۳۰ پارے) قرآن پاک کے ختم کی مدت میں سلف صالحین کی عادت کم وبیش مختلف تھی لیکن صحیح یہ ہے کہ عموما تین روز سے کم میں ختم کرنا مکروہ اور خلاف اولیٰ ہے جبکہ الفاظ وحروف صحیح طور پر ادا نہ ہوں چنانچہ حدیث میں ہے جس نے تین روز سے کم میں قرآن ختم کیا وہ قرآن کے مطالب سے بے خبر رہا۔ [ابوداؤد: ۱۳۹۰]

یہ حکم ظاہری معانی کے اعتبار سے ہے ورنہ دقائق واسرار کے لئے تو عمریں کی عمریں بھی ناکافی ہیں ایک جماعت

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے ظاہر حدیث کے موافق تین دن میں ختم کرنا ہمیشہ اپنا معمول بنا رکھا تھا اور ایک جماعت پورے ماہ میں ختم کرتی تھی جیسا کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا قرآن حکیم کو ہر مہینہ میں ختم کرو میں نے عرض کیا میرے میں زیادہ قوت ہے فرمایا کہ سات دن میں ختم کرو اور اس پر زیادتی نہ کر۔[ابوداؤد: ۱۳۹۰]

شائد اسی سے اخذ کرکے حجاج کے زمانہ میں تیس پاروں کی اصطلاح مقرر ہوئی جو سورۃ فاتحہ کے علاوہ باقی قرآنی کلمات کے شمار کے موافق مساوی یا قریب بہ مساوی ہیں پس ان تیس پاروں کے شمار میں عام مہینوں کے دنوں کے شمار کی موافقت ہے پھر ہر پارہ کے چار حصے کئے گئے اسی لئے مروجہ نسخوں میں ربع (چوتھائی) نصف (آدھے) ثلث (تین ربع) کے حصے شمار حروف کے اعتبار سے درج ہیں۔

⑤ منازل فمی بشوق (سات منزلیں)

حذیفہ ثقفی کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ میں نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا آپ حضرات قرآن کی منزل کے حصے کو کس طرح کرتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم قرآن کے سات حصے کرتے ہیں:

1. تین سورتیں (بقرۃ سے نسآء تک)
2. پانچ سورتیں (مائدۃ سے براءۃ تک)
3. سات سورتیں (یونس سے نحل تک)
4. نو سورتیں (بنی اسرائیل سے فرقان تک)
5. گیارہ سورتیں (شعراء سے یٰسین تک)
6. تیرہ سورتیں (والصآفات سے حجرات تک)
7. مفصل سورتیں (ق سے آخر قرآن تک) [ابوداؤد، ۱۳۹۳: قال الالبانی: ضعیف]

نیز نبی ﷺ نے ایک ہفتہ میں ختم قرآن کی ترتیب ابن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کیلئے مقرر فرمائی تھی پھر اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم اسی ترتیب سے نماز تہجد میں پڑھتے تھے شاید منازل فمی بشوق (میرا منہ مبتلائے شوق قرآن ہے) انہی احادیث سے اخذ کرکے حجاج کے زمانہ میں مستقل اصطلاح بنادی گئی ہو جو شب جمعہ کو شروع ہوکر شب جمعرات کو ختم ہوتیں ہیں، فمی بشوق کی فاء فاتحہ کی، میم مائدۃ کی ، یاء یونس کی ، باء بنی اسرائیل کی، شین شعرآء کی، واو والصّٰفّٰت کی اور قاف سورہ ق کی رمز ہے بعض حضرات نے دوسری منزل مائدہ کے بجائے نسآء بتائی ہے پس اب مجموعہ فنی بشوق ہوگا ان منازل میں کلمات وحروف کے بجائے سورتوں کے اخیر اور ان کی تمامیت کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

⑥ منازل أحزاب (سات منازل احزاب)

یہ ساتوں فایط عزو میں جمع ہیں فاء فاتحہ کی، ہمزہ انعام کا، یاء یونس کی، طاء طٰہٰ کی، عین عنکبوت کی، زاء زمر کی، واو واقعہ کی رمز ہے۔ یہ سات منازل جمعہ سے شروع ہوکر جمعرات تک ختم ہوتی ہیں حضرت عثمان، حضرت زید، حضرت ابی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم کا معمول یہی تھا اور اعراب تجزیہ تنقیط قرآن وغیرہ کی تمام خدمات خلفاء بنوامیہ کے عہد میں سرانجام ہوئی ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فائدہ

ان منازل کے عمل میں جمعیت دارین کے متعلق عجیب وغریب تاثیر ہے (شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ) اور قبولیت دعا وقضاء حاجات میں بھی مؤثر ہیں۔(ابن عباس)

فائدہ

اہل مصر ومغرب قرآن کو ساٹھ حصوں میں تقسیم کرتے ہیں جن میں سے ہر ایک کو حزب کے نام سے موسوم کرتے ہیں، جو تقریباً نصف پارہ ہوتا ہے۔ پھر ہر حزب کے چار حصے بنا لیتے ہیں، جن میں سے ہر ایک کو ربع حزب یا مقرءا کہتے ہیں۔

ابن جزری رحمہ اللہ وغیرہ آئمہ کے زمانہ میں قرآن کے اجزاء دو طرح بنائے جاتے تھے۔

① ایک سوبیس: جن میں سے ایک ایک جزو کا افراد روایات میں خیال کیا جاتا تھا اور اس طرح ہر روایت چار ماہ کی مدت میں ختم کرتے تھے۔

② دوسو چالیس اجزاء جن میں سے ایک ایک جزو کا جمع الجموع میں خیال کیا جاتا تھا اور اس طرح آٹھ ماہ میں پورے قرآن کی جمع الجموع مکمل کر لیتے تھے۔[النشر:۲، باب إفراد القراء ات وجمعها]

⑦ علامات رکوع

یہ علامات بھی خموس واعشار کی طرح شارع علیہ السلام سے ثابت نہیں بلکہ ان کو مشائخ فقہاء اور علماء ما وراء النہر نے مقرر کیا ہے۔(ان کے تقرر کا زمانہ تقریباً تین سو(۳۰۰ھ) کا شروع ہے) جب ہمارے مشائخ حنفیہ بالخصوص مشائخ بخارہ نے یہ دیکھا کہ لوگوں نے تراویح کی مقدار قراءت کے اندازہ کیلئے تعاشیر (آیتوں کے دس دس ہونے کی نشانیاں) لگائی ہوئی ہیں اور وہ ہر دس آیتوں پر ایک رکعت کرتے ہیں اور اس طرح پورے مہینے میں سنت کے موافق ایک ختم کرتے ہیں (کیونکہ بیس تراویح یومیہ کے حساب سے پورے ماہ کی کل رکعتیں چھ سو بنتی ہیں اور آیتوں کا شمار چھ ہزار سے کچھ زائد ہے پس اس طرح ہر رکعت میں دس دس آیتیں پڑھنے سے پورے مہنے میں ایک قرآن ختم ہوتا ہے) تو انہوں نے یہ خیال کیا کہ ان علامتوں میں کوئی خاص حسنِ کامل فائدہ اور زیادہ نفع نہیں کیوں کہ ان میں مضامین ومعانی کا لحاظ قطعاً نہیں حتیٰ کہ بعض اوقات یہ نشانی ایسے موقع پر ہوتی ہے، جہاں رکعت کا ختم کرنا مناسب نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ ایک دو آیتوں کا ملانا ضروری ہوتا ہے تاکہ مضمون پورا ہو جائے۔ نیز ان علامتوں کی رعایت سے ختم قرآن آخری رات میں ہوتا ہے حالانکہ شب قدر کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے ستائیسویں شب میں ختم کرنا زیادہ عمدہ ہے(کیوں کہ شب قدر کی زیادہ احادیث اسی رات کے متعلق آئی ہیں لیکن اس کا التزام بدعت ہے)اس لئے ان حضرات نے رکوع کی علامتیں وضع کیں اور قرآن کے پانچ سو چالیس (۵۴۰) رکوع مقرر کئے جن میں دو باتوں کی رعایت وپابندی رکھی۔

<u>اول یہ</u> کہ کوئی رکوع قراءت کی فرض مقدار سے کم نہ ہو چنانچہ کوئی رکوع بھی ایسا نہیں جو تین چھوٹی آیتوں یا ایک لمبی آیت سے کم ہو اور قرآن کی آخری چھوٹی چھوٹی سورتیں سب کی سب مستقل رکوع ہیں۔

<u>دوم یہ</u> کہ ہر رکوع ایک پورے مضمون پر مشتمل ہو جس میں کلمات کے شمار ومقدار کا لحاظ بھی ملحوظ ہو۔ ہاں اگر کسی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضمون کو رکوع سے کافی لمبا دیکھا تو اس کے دو یا اس سے زیادہ رکوع بنا دیئے اسی طرح اگر کسی مضمون کو رکوع سے کافی چھوٹا دیکھا تو اس کو پورے رکوع کے بجائے اس کا ایک جزو بنا دیا یہ بات تمام رکوعوں میں ملحوظ ہے۔

البتہ سورۃ واقعہ ع کے پہلے رکوع میں قدرے خدشہ ہے کیونکہ وہ لأصحب الیمین پر ختم ہوتا ہے حالانکہ مضمون اس کے بعد کی دو آیتوں کے ملانے سے پورا ہوتا ہے۔ اس کا حل یوں ہوسکتا ہے کہ چونکہ یہ رکوعات ائمہ فن سے منقول نہیں بلکہ اجتہادی وفقہی ہیں نیز ان کے مقامات اور شمار میں بھی اختلاف ہے چنانچہ متاخرین کے نزدیک کل رکوع پانچ سو اٹھاون (۵۵۸) ہیں اس لئے اس کا اتباع واجب نہیں بلکہ صحیح یہی ہے کہ یہ رکوع وثلة من الأخرين پر پورا ہوتا ہے اسی پر رکعت کا ختم کرنا مناسب ہے۔ نیز یہ بھی احتمال ہے کہ شروع میں تو بعض کم علم لوگوں نے اس کو مقرر کر دیا ہو لیکن پھر بعد والوں نے اسی کو معمول ولازم بنا لیا ہو۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ جس جگہ قصہ یا مضمون پورا ہوتا ہے یا جہاں امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جمعہ کی نماز میں رکوع کیا ہے وہاں یہ شکل (ع) لکھ دیتے ہیں جو رکع کا مخفف ہے لیکن یہ بعید ہے۔ علامت رکوع (ع) پر تین ہندسے لکھتے ہیں جن میں سے اوپر والا ہندسہ سورت کے رکوع کی اور نیچے والا پارہ کے رکوع کی اور درمیان والا آیتوں کی تعداد ظاہر کرتا ہے مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

[مبسوط شمس الأئمة سرخسي رحمہ اللہ (المتوفی ۴۹۰ھ یا ۵۰۰ھ): ۲/ ۱۴۶، قاضی خان (۵۹۲ھ): ۱/ ۲۱۷، ۲۱۸ برہامش، عالمگیریہ، عالمگیری: ۱، تیسیر البیان]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر قاری اَحمد میاں تھانوی☆
مُترجِم: قاری فیاض اَحمد*

رسم عثمانی اور قراءات کے درمیان تعلق

شیخ القراء ڈاکٹر قاری احمد میاں تھانوی ﷾ رُشد قراءات نمبر کی تینوں اشاعتوں میں مجلس مشاورت کے بنیادی ارکان میں سے ہیں۔ آپ کی شخصیت علم قراءات کے حوالے سے علمی وعوامی حلقوں میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ نے پنجاب یونیورسٹی کے شیخ زاید اسلامک سینٹر سے چند سال قبل علومِ اسلامیہ میں پی ایچ ڈی کی اعلیٰ ڈگری 'رسم عثمانی' کے حوالے سے حاصل کی۔ آپ کا تحقیقی مقالہ امام ابوالقاسم شاطبی رحمہ اللہ کے قصیدہ عقیلة أتراب القصائد کی شرح از ملاعلی قاری رحمہ اللہ کی تحقیق وتعلیق پر مشتمل تھا۔ حضرت قاری صاحب کا زیر نظر مضمون درحقیقت اسی عربی مقالہ کی ایک فصل کا انتخاب ہے جو موصوف نے خود رُشد کے صفحات کیلئے مرحمت فرمایا۔ رسم عثمانی کے موضوع پر مطالعہ کے شائقین کو مذکورہ مقالے کی طرف ضرور رجوع کرنا چاہیے۔ [ادارہ]

نزول قرآن کے وقت سیدنا جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کی راہنمائی فرمایا کرتے تھے کہ 'اس آیت کو فلاں سورت میں فلاں جگہ پر رکھا جائے۔' اسی وجہ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ مصاحف عثمانیہ جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ (متوفی ۳۵ھ) کے دور میں لکھے گئے وہ اسی ترتیب پر لکھے گئے جو ترتیب لوح محفوظ میں موجود ہے۔ مصاحف عثمانیہ کے بارے میں یہ بھی ثابت ہے کہ وہ نقطوں، شکلوں سے خالی تھے اور حذف واثبات اور فصل ووصل وغیرہ کے بارے میں مختلف تھے، اور یہ مصاحف راجح قول کے مطابق ان سبعہ احرف کے مطابق تھے جن پر قرآن نازل ہوا اور یہ بھی احتمال موجود ہے کہ یہ مصاحف ان قراءات کے مطابق تھے جو عرضۂ اَخیرہ میں باقی رہ گئی تھیں۔

مصاحف عثمانیہ کی تعداد کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ چار اَقوال زیادہ مشہور ہیں:

① چار مصاحف تھے ② پانچ تھے ③ چھ تھے ④ سات تھے۔

◉ مکی بن ابی طالب رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۷ھ) فرماتے ہیں:

''جب انہوں نے مصاحف تیار کیے تو سات بنائے بعض پانچ کہتے ہیں لیکن سات کے رواۃ زیادہ ہیں۔''

[الإبانة للمكي بن أبي طالب: ٦٥]

⑬ امام شاطبی رحمہ اللہ (متوفی ۵۹۰ھ) 'العقیلة' میں فرماتے ہیں کہ وہ سات تھے۔

وسار في نسخ منها مع المدني　　كوف و شام و بصر تملأ البصرا
وقيل مكة و البحرين مع يمن　　ضاعت بها نسخ في نشرها قطرا

☆ نائب مہتمم دار العلوم الاسلامیہ، لاہور، رئیس لجنة تصحیح المصاحف محکمہ اوقاف پاکستان
* فاضل ومدرّس کلیة القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''مصاحف عثمانیہ کی تعداد سات تھی:
① مصحف مدنی ② مصحف کوفی ③ مصحف شامی ④ مصحف بصری ⑤ مصحف مکی ⑥ مصحف بحرینی ⑦ مصحف یمنی۔''

اور یہ بات ہی فائدہ سے خالی نہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ہر مصحف کے ساتھ ایک ایک قاری بھیجا، جو اس شہر والوں کو اس مصحف سے وہ قراءات پڑھاتا تھا جو عرضۂ اخیرہ میں باقی رہ گئی تھیں۔

سالم محیسن اپنی کتاب میں فرماتے ہیں:

''سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ہر مصحف کے ساتھ قاری اس لیے بھیجا تھا کیونکہ قراءات میں اصل اعتماد تلقی اور مشافہہ پر ہے نہ کہ مصحف پر۔''[الفتح الرباني: ۴۷]

اب ہم ذیل میں بالاختصار قراءات اور رسم عثمانی میں تعلق کا تذکرہ کرتے ہیں۔

اس کی سات فصلیں ہیں:

پہلی فصل

ان قرآنی کلمات کے بارے میں جن میں قراءات تو دو ہیں لیکن رسم ایک ہی طرح ہے۔

دوسری فصل

ان قرآنی کلمات کے بارے میں جن میں قراءات بھی دو ہیں اور ان کی رسم بھی دو طرح سے ثابت ہے۔

تیسری فصل

ان قرآنی کلمات کے بارے میں جن میں دو قراءات ہیں ایک اثبات الف کے ساتھ اور دوسری حذف الف کے ساتھ لیکن رسم صرف حذف الف کے ساتھ ہے۔

چوتھی فصل

ان قرآنی کلمات کے بارے میں جن میں دو قراءات ہیں ایک اثبات یاء کے ساتھ اور دوسری حذف یاء کے ساتھ لیکن رسم میں یاء کو حذف کر کے صرف کسرہ پر اکتفاء کیا گیا ہے تاکہ وہ یاء محذوفہ پر دلالت کرے۔

پانچویں فصل:

ان قرآنی کلمات کے بارے میں جن میں تمام مصاحف عثمانیہ میں واؤ کو حذف کر کے صرف ضمہ پر اکتفاء کیا گیا تاکہ ضمہ اس پر دلالت کرے۔

چھٹی فصل

ان قرآنی کلمات کے بارے میں جن ھاء تانیث (ھاء مدورۃ) ہے۔ لیکن بعض قراءات کی موافقت کی وجہ سے رسم میں تاء تانیث لکھی گئی ہے۔

ساتویں فصل

ان قرآنی کلمات کے بارے میں جو موصولہ (ملا کر لکھے گئے) یا مقطوعہ (کاٹ کر لکھے گئے) ہیں۔ ہم اس باب

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بالاختصار چند مثالیں پیش کریں گے۔

پہلی فصل

اَب ہم ان مثالوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔ جن میں قراء ات ایک سے زائد ہیں مگر رسم ایک ہی ہے۔ چونکہ مصاحف عثمانیہ نقطوں اور زیر، زبر، پیش سے خالی تھے اسی وجہ سے بعض دفعہ ایک ہی رسم میں ایک سے زائد قراءات سما جاتی تھیں۔

❶ مثلاً: ﴿ نَغۡفِرۡ لَكُمۡ خَطٰيٰكُمۡ ﴾ [البقرۃ: ۵۸]: اس میں تین قراءات ہیں۔

① امام نافع رحمہ اللہ اور امام ابوجعفر رحمہ اللہ کی قراءت 'يُغۡفَرۡ لَكُمۡ خَطٰيٰكُمۡ' ہے

② امام ابن عامر شامی رحمہ اللہ کی قراءت 'تُغۡفَرۡ لَكُمۡ خَطٰيٰكُمۡ' ہے۔

③ باقی تمام قراء کی قراءت 'نَغۡفِرۡ لَكُمۡ خَطٰيٰكُمۡ' ہے۔

❷ مثلاً: لفظ ﴿ لِجِبۡرِيۡلَ ﴾ [البقرۃ: ۹۷] ہے۔ اس میں چار قراءات ہیں:

① امام ابن کثیر مکی رحمہ اللہ کی قراءت 'لِجَبۡرِيۡلَ' ہے۔

② امام شعبہ رحمہ اللہ کی قراءت 'لِجَبۡرَئِلَ' ہے۔

③ امام حمزہ رحمہ اللہ اور امام کسائی رحمہ اللہ کی قراءت 'لِجَبۡرَئِيۡلَ' ہے۔

④ باقی تمام قراء کی قراءت 'لِجِبۡرِيۡلَ' ہے۔

❸ مثلاً: لفظ ﴿ اِثۡمٌ كَبِيۡرٌ ﴾ [البقرۃ: ۲۱۹] ہے۔

اس میں دو قراءات ہیں:

① امام حمزہ رحمہ اللہ اور کسائی رحمہ اللہ کی قراءت 'اِثۡمٌ كَثِيۡرٌ' ہے۔

② باقی تمام قراء کی قراءت 'اِثۡمٌ كَبِيۡرٌ' ہے۔

❹ مثلاً: لفظ ﴿ اِذۡ يُغَشِّيۡكُمُ النُّعَاسَ ﴾ [الأنفال: ۱۱] ہے۔

اس میں تین قراءات ہیں:

① امام نافع رحمہ اللہ اور امام ابوجعفر رحمہ اللہ کی قراءت 'اِذۡ يُغۡشِيۡكُمُ النُّعَاسَ' ہے۔

② امام ابن کثیر رحمہ اللہ اور ابوعمرو بصری رحمہ اللہ کی قراءت 'اِذۡ يَغۡشٰكُمُ النُّعَاسُ' ہے۔

③ باقی تمام قراء کی قراءت 'اِذۡ يُغَشِّيۡكُمُ النُّعَاسَ' ہے۔

❺ مثلاً: لفظ ﴿ اَمَّنۡ لَّا يَهِدِّيۡ ﴾ [یونس: ۳۵] ہے۔

اس میں چھ قراءات ہیں:

① امام ابوعمرو بصری رحمہ اللہ اور امام قالون رحمہ اللہ (ایک وجہ میں) کی قراءت [لَّا يَهَدِّيۡ] (ھاء کے اختلاس کے ساتھ) ہے۔

② امام ابوجعفر رحمہ اللہ اور امام قالون رحمہ اللہ (دوسری وجہ میں) کی قراءت 'لَّا يَهۡدِّيۡ' ہے۔

③ امام ابن کثیر رحمہ اللہ، امام ابن عامر رحمہ اللہ اور امام ورش رحمہ اللہ کی قراءت 'لَّا يَهَدِّيۡ' ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

④ امام شعبہ رحمہ اللہ کی قراءت 'لاَّ یِهِدِّیْ' ہے۔
⑤ امام حفص رحمہ اللہ اور امام یعقوب رحمہ اللہ کی قراءت 'لاَّ یَهِدِّیْ' ہے۔
⑥ امام حمزہ رحمہ اللہ، امام کسائی رحمہ اللہ، امام خلف العاشر رحمہ اللہ کی قراءت 'لاَّ یَهْدِیْ' ہے۔

مذکورہ بالا تمام مثالوں میں غور کرنے سے یہ بات آسانی سے سمجھ آ سکتی ہے کہ جب ان الفاظ پر نقطے اور زبر، زیر، پیش نہ ہوں تو ایک ہی رسم سے یہ تمام قراءات سمجھی جاسکتی ہیں۔ خصوصاً آخری مثال پر غور کریں۔ اس میں خصوصاً قالون کی پہلی وجہ والی قراءت میں ھاء پر اختلاس ہے۔ یہ اختلاس صرف اور صرف اساتذہ کے پڑھانے سے ہی سمجھ آ سکتا ہے۔ صرف کتابت سے اس کی وضاحت ممکن نہیں۔ اس لیے ہمارا دعویٰ ہے کہ قراءات صرف اور صرف تلقی اور مشافہت سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

دوسری فصل

اب ہم ان مثالوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔ جن میں قراءات کے ساتھ ساتھ رسم بھی ایک سے زائد ہیں۔

① مثلاً: لفظ ﴿ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ﴾ [البقرۃ: ۱۱۶] ہے۔

اس آیت میں قراءات دو ہیں:

① امام ابن عامر شامی رحمہ اللہ اس کو بغیر واو کے "قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ" پڑھتے ہیں۔
② باقی تمام قراء اس کو واو کے ساتھ "وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ" پڑھتے ہیں۔

اسی طرح اس آیت کا رسم بھی دو طرح ہے:

① مصحف شامی میں 'قَالُوا' واو کے بغیر لکھا ہوا ہے۔

امام شاطبی رحمہ اللہ اپنی کتاب 'العقیلة' میں فرماتے ہیں:

"شام وقالوا بحذف الواو قبل یری" [رقم البیت: ۵۵]

یعنی شامی مصحف میں 'قَالُوا' واو کے بغیر لکھا ہے۔

② باقی تمام مصاحف یہ لفظ 'واو' کے ساتھ 'وَقَالُوا' ہے۔

اس لفظ کو دونوں طرح لکھا گیا ہے تاکہ دونوں قراءات نکالی جاسکیں اگر اس کا رسم ایک طرح ہوتا تو دونوں قراءات نکالنی ممکن نہیں تھیں۔

② مثلاً: لفظ ﴿ وَسَارِعُوْٓا ﴾ [آل عمران: ۱۳۳]

اس لفظ میں بھی دو قراءات ہیں:

① امام نافع رحمہ اللہ اور امام ابن عامر شامی رحمہ اللہ کی قراءت 'سَارِعُوْٓا' واو کے بغیر ہے۔
② باقی تمام قراء کی قراءت 'وَسَارِعُوْٓا' واو کے ساتھ ہے۔

اسی طرح اس کا رسم بھی دو طرح سے ہے:

① مصحف مکی و عراقی میں 'واو' کے ساتھ 'وَسَارِعُوْٓا' ہے۔
◉ امام شاطبی رحمہ اللہ اپنی کتاب 'العقیلة' میں فرماتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وسارعوا الواو مكي عراقية [رقم البيت: ٦١]

② باقی تمام مصاحف میں واؤ کے بغیر 'سَارِعُوْا' ہے۔

اس لفظ میں بھی دونوں طرح رسم ہے تاکہ دونوں قراءات نکل آئیں:

③ مثلاً: لفظ ﴿قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ﴾ [الأعراف: ٣]

اس میں تین قراءات ہیں:

① امام ابن عامر شامی رحمہ اللہ کی قراءت 'قَلِيْلاً مَّا يَتَذَكَّرُوْنَ' ہے۔

② امام حفص رحمہ اللہ، امام حمزہ رحمہ اللہ، امام کسائی کی قراءت 'قَلِيْلاً مَّا تَذَكَّرُوْنَ' ہے۔

③ باقی تمام قراء کی قراءت 'قَلِيْلاً مَّا تَذَّكَّرُوْنَ' ہے۔

لیکن اس میں رسم دو طرح مروی ہے:

① مصحف شامی میں [يَتَذَكَّرُوْنَ] ہے۔

امام شاطبی رحمہ اللہ 'العقيلة' کے شعر نمبر ۴۷ میں فرماتے ہیں: 'وما يتذكرون و أنجاكم لهم زبرا'

② باقی تمام مصاحف میں 'تَذَكَّرُوْنَ' ہے۔

اس لفظ کو دو رسموں میں اسی لیے لکھا گیا ہے تاکہ تینوں قراءات نکالی جاسکیں۔

④ مثلاً: لفظ ﴿تَجْرِي تَحْتَهَا﴾ [التوبة: ١٠٠] ہے۔

اس میں دو قراءات ہیں:

① امام ابن کثیر مکی رحمہ اللہ کی قراءت 'تَجْرِي مِن تَحْتِهَا' ہے۔

② باقی تمام قراء کی قراءت 'تَجْرِيْ تَحْتَهَا' ہے۔

اس طرح اس میں رسم بھی دو طرح سے مروی ہے:

① مصحف مکی میں 'تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا' ہے۔

اس بارے میں امام شاطبی رحمہ اللہ 'العقيلة' کے شعر نمبر ۷۷ میں فرماتے ہیں:

'من تحتها آخرا مكيهم زبرا'

② باقی تمام مصاحف میں 'تَجْرِي تَحْتَهَا' ہے۔

ان دونوں رسموں سے دونوں قراءات نکالی جاسکتی ہیں۔

⑤ مثلاً: لفظ ﴿كَانُوا هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً﴾ [غافر: ٢١]

اس میں دو قراءات ہیں:

① ابن عامر شامی رحمہ اللہ کی قراءت 'كَانُوا هُمْ أَشَدَّ مِنكُمْ قُوَّةً' ہے۔

② باقی تمام قراء کی قراءت 'كَانُوا هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً' ہے۔

اسی طرح اس میں رسم بھی دو طرح ہے:

① مصحف شامی میں 'كَانُوا هُمْ أَشَدَّ مِنكُمْ قُوَّةً' ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس بارے میں امام شاطبی رحمہ اللہ 'العقیلة' کے شعر نمبر ۱۰۷ میں فرماتے ہیں۔

أشد منکم له أو أن لکوفية

یعنی شامی کے لیے منکم ہے۔

② باقی تمام مصاحف میں 'کَانُوْا هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً' ہے۔

❻ مثلاً: لفظ ﴿ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴾ [الحدید: ۲۴] ہے۔

اس میں دو قراءات ہیں:

① امام نافع رحمہ اللہ، امام ابوجعفر رحمہ اللہ اور ابن عامر شامی رحمہ اللہ کی قراءت 'فَاِنَّ اللّٰهَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ' ہے۔

② باقی تمام قراء کی قراءت 'فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ' ہے۔

اسی طرح اس میں رسم بھی دو طرح ہے:

① مصحف مدینہ و شام میں 'فَاِنَّ اللّٰهَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ' ہے۔

اسی بارے میں امام شاطبی رحمہ اللہ 'العقیلة' کے شعر نمبر ۱۱۴ میں فرماتے ہیں:

دع للشام والمدنی هو المنیف ذرا

یعنی شامی و مدنی مصاحف میں بغیر 'هو' کے لکھا ہے۔

ان تمام مثالوں سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ ان الفاظ کو دو طرح لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ دونوں قراءات سمجھ آجائیں۔

تیسری فصل

اَب ہم ان کلماتِ قرآنیہ کا تذکرہ کرتے ہیں۔ جن میں دو قراءات ہیں۔ ایک اثبات الف کے ساتھ اور دوسری حذف الف کے ساتھ لیکن ان دونوں کا رسم حذف الف کے ساتھ ہے۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ جس لفظ کا رسم حذف الف کے ساتھ ہے وہاں سے اثبات الف کی قراءت کیسے نکلتی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ الف محذوفہ کے اوپر چھوٹا الف اسی لیے ڈالا جاتا ہے تاکہ اثبات الف کی طرف اِشارہ ہوجائے۔ جس طرح علامہ خراز اپنی کتاب 'دلیل الحیران شرح مورد الظمان' میں فرماتے ہیں:

وألحقن ألفا توسطا مما من الخط اختصارا اسقطا

''یعنی جس لفظ سے اختصاراً الف حذف کردیا گیا ہو اس پر چھوٹا الف (جسے ہم کھڑا زبر کہتے ہیں) لگا دو۔ (مثلاً العٰلمین)''

❶ مثلاً لفظ ﴿ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴾ [الفاتحة: ۴]

تمام علماء رسم کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس لفظ میں میم کے بعد الف حذف کیا جائے گا۔ جس طرح امام شاطبی رحمہ اللہ اپنی کتاب [العقیلة کے شعر ۴۶] میں فرماتے ہیں:

'وقل بالحذف ملك یوم الدین مقتصرا'

یعنی ملك یوم الدین میں حذف الف ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لفظ میں دو قراءات ہیں۔

① امام نافع رحمہ اللہ، ابن کثیر رحمہ اللہ، ابوعمرو رحمہ اللہ، ابن عامر رحمہ اللہ، حمزہ رحمہ اللہ اور ابوجعفر رحمہ اللہ کی قراءت 'مَلِكِ' ہے۔اس قراءت کے مطابق یہ اسم فاعل مبالغہ کا صیغہ بنتا ہے۔

امام ابوزرعہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے متعلق 'مَلِكِ' (یعنی بادشاہ) کہنا زیادہ بہتر ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں متعدد مواقع پر اپنے آپ کے بارے میں یہ لفظ استعمال کیا ہے۔مثلاً ﴿ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ﴾ 'آج کس کی بادشاہی ہے' اسی طرح ﴿الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ﴾ [الحشر: ٢٣] اسی طرح ﴿مَلِكِ النَّاسِ﴾ [الناس:٢] 'لوگوں کے بادشاہ'

② باقی تمام قراء کی قراءت 'مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ' ہے۔

◉ امام شافعی اپنی کتاب 'الشاطبیۃ' میں فرماتے ہیں:

'وَمٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ راويه ناصر' (یعنی اس کو الف کے ساتھ عاصم اور کسائی نے پڑھا ہے)

اور امام ابن الجزری رحمہ اللہ اپنی 'الدرۃ' میں فرماتے ہیں:

'وَمٰلِكِ حُزْ فُزْ' (یعنی اس کو الف کے ساتھ یعقوب اور خلف العاشر نے پڑھا ہے۔)

اس لفظ کو الف کے ساتھ پڑھنے سے یہ اسم فاعل کا صیغہ بن جائے گا۔جس کا معنی یہ ہے کہ (وہ اللہ) قیامت کے دن کا مالک ہے۔(پوری کائنات میں جیسے چاہے تصرف کرسکتا ہے۔اسی معنی میں قرآن کی درج ذیل آیت ہے:

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ﴾ [آل عمران:٢٦]

''اے اللہ تو بادشاہی کا مالک ہے، جس کو چاہے بادشاہی دے......''

اس مثال سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ اگر یہ لفظ الف کے ساتھ یعنی 'مَالِكِ' لکھ دیا جاتا، تو حذف الف والی قراءت کیسے نکلتی۔ اس لیے اس کو حذف الف کے ساتھ لکھا ہے تاکہ حذف و اثبات والی دونوں قراءات نکالی جاسکیں۔ڈاکٹر سالم محیسن اپنی کتاب 'الفتح الربانی' [صفحہ نمبر ١٣٦] میں فرماتے ہیں کہ محذوف الفاظ کی تین قسمیں ہیں:

پہلی قسم

بعض قراءات کی طرف اشارہ کرنے کے لیے الف حذف کرنا۔یعنی الف کو حذف صرف اس لیے کیا جاتا ہے تاکہ دوسری قراءات بھی نکالی جاسکیں۔مثلاً 'وَمَايَخْدَعُوْنَ' کا الف اس لیے حذف کیا گیا تاکہ 'وَمَايُخٰدِعُوْنَ' کی قراءت نکالی جاسکے۔(اس طرح 'مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ' کی مثال ہے)

دوسری قسم

بعض کلمات کا دوسرے کلمات سے فرق کرنے کے لیے الف حذف کرنا۔یعنی صرف اس لیے الف حذف کرنا تاکہ دوسری جگہ سے اس کا فرق ہوجائے۔مثلاً لفظ 'کِتٰب' ہے،اس کا الف صرف فرق کے لیے محذوف ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسری قسم

بعض کلمات سے اختصار کی وجہ سے الف حذف کرنا۔یعنی صرف اس لیے الف حذف کرنا تاکہ اختصار ہو جائے۔مثلاً 'الرَّحْمٰن' میں میم کے بعد والا الف پورے قرآن میں صرف اختصار کی وجہ سے حذف ہے۔

❷ مثلا: لفظ ﴿وَلَا تُقْتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقْتِلُوْكُمْ فِيْهِ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ﴾ [البقرة: ١٩١]

اس مثال میں تین افعال ہیں اور ان تینوں افعال سے الف حذف کیا گیا ہے۔جس طرح امام شاطبی رحمہ اللہ اپنی کتاب 'العقيلة' کے شعر نمبر ۴۸ میں فرماتے ہیں:

وقتلوهم وأفعال القتال بها ثلاثة قبله تبدو لمن نظرا

یعنی وَقٰتِلُوْهُمْ اور اس کے ساتھ باقی دو افعال ان تینوں سے الف کا حذف واضح ہے۔

ان کلمات میں دو قراءات ہیں:

① امام حمزہ رحمہ اللہ ، کسائی رحمہ اللہ اور خلف العاشر رحمہ اللہ کی قراءت ہے۔﴿ وَلَا تَقْتُلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يَقْتُلُوْكُمْ فِيْهِ فَاِنْ قَتَلُوْكُمْ ﴾ (یعنی ان افعال کو باب قَتَلَ یَقْتُلُ سے بنایا گیا ہے۔)

② باقی تمام قراء کی قراءت ہے: ﴿ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ ﴾ (یعنی ان افعال کو باب قَاتَلَ یُقَاتِلُ سے بنایا گیا ہے۔)

سالم محیسن اپنی کتاب [الفتح الرباني: ١٥٠] میں فرماتے ہیں:

ان کلمات میں الف اس لیے حذف کیا گیا تاکہ حذف الف والی قراءت بھی نکل آئے حالانکہ رسم قیاسی کا تقاضا یہ تھا کہ ان کلمات کو الف کے ساتھ لکھا جاتا۔لیکن الف کے ساتھ لکھنے میں حذف الف والی قراءت نہیں نکل سکتی۔

❸ مثلاً: لفظ ﴿ أَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ ﴾ [النساء: ٤٣]

بعض علماء رسم نے اس لفظ میں حذف الف کی باقاعدہ صراحت کی ہے۔

جس طرح امام شاطبی رحمہ اللہ 'العقيلة' کے شعر نمبر ۵۸ میں فرماتے ہیں:

'مراغما قاتلوا لامستم بهما'

یعنی نافع نے حذف الف روایت کیا ہے۔

اسی طرح امام دانی رحمہ اللہ اپنی کتاب [التيسير کے صفحہ نمبر ۹۶] میں لکھتے ہیں:

"قرأ حمزة والكسائى 'أَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَآءَ' في النساء والمائدة بغير ألف والباقون بالألف"

یعنی اس لفظ میں دو قراءات ہیں:

① امام حمزہ رحمہ اللہ اور کسائی کی قراءت 'أَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَآءَ' (بغیر الف)

② باقی تمام قراء کی قراءت 'أَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ' (بالالف)

امام ابوزرعۃ رحمہ اللہ اپنی کتاب [الحجة کے صفحہ نمبر ۲۰۵] میں فرماتے ہیں:

"حذف الف والی قراءت کے مطابق معنی یہ ہے کہ عورتوں کو جماع کے علاوہ چھونا یعنی بوس و کنار کرنا اور یہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی قراءت ہے۔جبکہ اثبات الف والی قراءت کا معنی یہ ہے کہ عورتوں کے ساتھ جماع کرنا اور یہ ابن

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عباس رضی اللہ عنہ کی قراءت ہے۔

اسی طرح امام ابوزرعۃ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس لفظ کو حذف الف کے ساتھ لکھنے میں یہ بتانا مقصود ہے کہ اس میں حذف والی قراءت بھی ہے۔ اس طرح کے الفاظ تو قرآن میں بہت زیادہ ہیں۔ اسی کثرت وقوع کی وجہ سے ان کا الف حذف کر دیا جاتا ہے۔''

چوتھی فصل

اب ہم ان قرآنی کلمات کا تذکرہ کرتے ہیں۔ جن میں دو قراءات ہیں ایک اثبات یاء کے ساتھ، اور دوسری حذف یاء کے ساتھ لیکن رسم میں یاء کو حذف کر کے صرف کسرہ پر اکتفاء کیا گیا ہے تا کہ وہ کسرہ یاء محذوفۃ پر دلالت کرے اور اس بات کی طرف بھی اشارہ ہو جائے کہ بعض قراء ان کلمات میں وقفا بھی یاء کو حذف کرتے ہیں۔

❶ مثلاً: لفظ ﴿أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ﴾ [البقرۃ: ۱۸۶]

اصل میں یہ لفظ 'الدَّاعِیْ' ہے اثبات یاء کے ساتھ۔

اس میں دو قراءات ہیں:

① امام ورش رحمہ اللہ، امام ابوجعفر رحمہ اللہ اور امام ابوعمرو رحمہ اللہ کی قراءت حالت وصل میں 'الدَّاعِیْ' ہے جبکہ وقفاً یہ قراء حذف یاء کے ساتھ پڑھتے ہیں (امام یعقوب دونوں حالتوں میں یاء کو ثابت کرتے ہیں۔)

امام ابوزرعۃ رحمہ اللہ اپنی کتاب 'الحجۃ' کے صفحہ نمبر ۱۲۶ میں فرماتے ہیں کہ یہ لفظ اصل میں یاء کے ساتھ ہے کیونکہ یاء فعل کا لام کلمہ ہے۔ ان قراء نے بہت اچھا کیا ہے کیونکہ یہ حالت وصل ہے یاء یعنی فاء کلمہ کو ثابت کرتے ہیں جبکہ حالت وقف میں یاء کو حذف کر کے انہوں نے رسم عثمانی کی اتباع کی ہے جبکہ یاء کو حذف کرنے والے قراء نے رسم عثمانی کو دلیل بنایا ہے۔

② باقی تمام قراء یاء کو وصل و وقف دونوں حالتوں میں حذف کرتے ہوئے 'الدَّاعِ' پڑھتے ہیں۔

❷ مثلاً لفظ ﴿يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ﴾ [القمر: ٦]

اس میں دو قراءات ہیں:

① امام ورش، امام ابوعمرو بصری، امام ابوجعفر رحمہم اللہ یہ قراء حالت وصل میں اثبات یاء کے ساتھ 'الدَّاعِیْ' پڑھتے ہیں۔ (امام بزی رحمہ اللہ و یعقوب رحمہ اللہ دونوں حالتوں میں اثبات یاء کے ساتھ 'الدَّاعِیْ' پڑھتے ہیں۔)

② باقی تمام قراء دونوں حالتوں میں حذف یاء کے ساتھ 'الدَّاعِ' پڑھتے ہیں۔

❸ مثلاً: لفظ ﴿مُّهْطِعِينَ إِلَى الدَّاعِ﴾ [القمر: ۸]

اس میں بھی دو قراءات ہیں:

① امام نافع رحمہ اللہ، امام ابوعمرو رحمہ اللہ، امام ابوجعفر رحمہ اللہ یہ قراء حالت وصل میں اثبات یاء کے ساتھ 'الدَّاعِی' پڑھتے ہیں۔ (امام ابن کثیر رحمہ اللہ، امام یعقوب رحمہ اللہ دونوں حالتوں میں اثبات یاء کے ساتھ پڑھتے ہیں۔)

② باقی تمام قراء دونوں حالتوں میں حذف یاء کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

امام ابوزرعۃ رحمہ اللہ اپنی کتاب [الحجۃ کے صفحہ نمبر ۲۸۹] میں فرماتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورۃ القمر کے ان دونوں کلمات میں یاء کا اثبات اصل کے مطابق ہے جبکہ یاء کا حذف بھی جائز ہے کیونکہ یاء محذوفہ پر کسرہ دلالت کر رہا ہے۔

۴ مثلاً: لفظ﴿ يَقُصُّ الْحَقَّ ﴾[الأنعام: ۵۷]

اس میں دو قراءات ہیں:

① امام نافع رحمہ اللہ، ابن کثیر مکی رحمہ اللہ، امام عاصم رحمہ اللہ، ابوجعفر رحمہ اللہ کی قراء 'يَقُصُّ الْحَقَّ' ہے۔

② باقی تمام قراء کی قراءات 'يَقْضِ الْحَقَّ' ہے۔

مصاحف عثمانیہ میں یہ لفظ 'یقص' لکھا گیا ہے۔ مصاحف عثمانیہ میں نقطے اور اعراب نہ ہونے کی وجہ سے دونوں قراءات کا احتمال موجود ہے۔ اس لفظ کو صرف امام یعقوب رحمہ اللہ حالت وقف میں یاء کے اثبات کے ساتھ 'يَقْضِيْ' پڑھتے ہیں۔

معنوی اعتبار سے 'يَقُصُّ' بمعنی بیان کرنا ہے۔ جس طرح قرآن میں ہے: ﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ﴾[یوسف:۳] جبکہ 'يَقْضِ' کا معنی ہے 'فیصلہ کرنا' جس طرح [الغافر:۲۰] میں ہے: ﴿وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ﴾

پورے قرآن میں ایسے کلمات کی تعداد اکیس ہے جن میں رسماً یاء حذف ہے مثلاً ﴿ نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [یونس:۱۰۳]﴿يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ﴾[ہود: ۱۰۵]، ﴿وَمَا أَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ﴾[الروم: ۵۳]

ان مثالوں سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ اگر ان کلمات میں رسماً یاء لکھ دی جاتی تو حذف یاء والی قراءت نکالنا مشکل ہوجاتا۔

پانچویں فصل

اَب ہم ان قرآنی کلمات کا ذکر کرتے ہیں کہ: جن میں تمام مصاحف عثمانیہ میں واؤ کو حذف کرکے صرف ضمہ پر اکتفاء کیا گیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ تمام قراء وقفاً و وصلاً واؤ کو حذف کرتے ہیں۔

قرآن میں اس طرح کی چار مثالیں ہیں۔

۱ مثلاً: لفظ﴿ وَيَدْعُ الْإِنْسٰنُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ﴾[الإسراء: ۱۱]

یہ لفظ اصل میں 'يَدْعُوْ' واؤ کے ساتھ ہے۔ لیکن تمام مصاحف عثمانیہ بالاتفاق اس کو واؤ کے حذف کے ساتھ لکھتے ہیں۔[نثر المرجان: ۱۴/۴]

◉ علامہ زرکشی رحمہ اللہ [البرھان في علوم القرآن: ۳۹۸/۱] میں فرماتے ہیں:

واؤ کے حذف سے ہمیں یہ بات سمجھ آتی ہے کہ انسان بُرائی کو اختیار کرنے میں جلدی کرتا ہے۔ لیکن نیکی کے حصول میں جلدی نظر نہیں آتی۔

۲ مثلاً: لفظ﴿ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبٰطِلَ﴾[الشوری: ۲۴]

اس لفظ میں واؤ کو بغیر کسی صرفی، نحوی وجہ کے حذف کردیا گیا ہے۔ تلفظ بھی واؤ کے بغیر ہے حالانکہ یہ اصل میں 'يَمْحُوْ' تھا۔[نثر المرجان: ۳۶۲/۶]

اس طرح دو کلمات اور ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

③ مثلاً: لفظ ﴿ يَدْعُ الدَّاعِ ﴾ [القمر: ٦]
اس میں بھی لفظ 'یَدْعُ' اصل میں 'یَدْعُوْ' تھا۔
④ مثلاً: لفظ ﴿ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴾ [العلق: ١٨]
اس میں لفظ 'سَنَدْعُ' اصل میں 'سَنَدْعُوْ' تھا۔
ان مثالوں سے یہ سمجھنا آسان ہے کہ اگر ان کلمات کو واؤ کے ساتھ لکھا جاتا تو قراءت کی مخالفت ہو جاتی۔ کیونکہ تمام قراء وقفا وصلاً اس واؤ کو حذف کرتے ہیں۔

چھٹی فصل

اب ہم ان قرآنی کلمات کا ذکر کرتے ہیں کہ: جن کلمات میں اصلاً ھاء ثانیت (تاء مدورۃ) ہے۔ لیکن بعض قراءات کی موافقت کی وجہ سے ان کو تاء تانیث (لمبی تا) کے ساتھ لکھا گیا ہے۔

ڈاکٹر سالم محیسن اپنی کتاب [الفتح الرباني کے صفحہ نمبر ۲۶۵] میں فرماتے ہیں:

''کہ ھاء تانیث جب فعل میں ہو تو تاء تانیث (لمبی تا) کے ساتھ لکھی جاتی ہے اور تمام قراء اسی تاء تانیث پر وقف کرتے ہیں مثلاً ﴿ وَعَنَتِ الْوُجُوهُ ﴾ [طه: ١١١] اور یہ ھاء تانیث اسموں میں ہو تو اس کو ھاء تانیث کے ساتھ ہی لکھا جاتا ہے اور تمام قراء اس پر وقف بالھا کرتے ہیں مثلاً 'رِسَالَةٌ'

اصل قاعدہ یہ ہے لیکن چند ایک کلمات میں اس سے مختلف صورت حال ہے کہ ان کو لکھا تو تاء تانیث کے ساتھ جاتا ہے لیکن ان پر وقف ھاء تانیث کے ساتھ بالھا کیا جاتا ہے۔

شیخ علی القاری اپنی کتاب [المنح الفكرية شرح الجزري، کے صفحہ نمبر ۳۲۵] میں فرماتے ہیں کہ 'ھاء تانیث' کی دو قسمیں ہیں:

① وہ کلمات قرآنیہ جن میں ھاء تانیث کو ھاء تانیث کی صورت میں ہی لکھا جاتا ہے۔ تمام قراء کا اتفاق ہے کہ ان پر وقف بالھاء ہی ہوگا اور یہ ویسے بھی عربی کتابت کے عین مطابق ہے۔

② وہ کلمات قرآنیہ جن میں ھاء تانیث کو تاء تانیث کی صورت میں لکھا گیا ہے۔ ان میں وقفاً قراء کا اختلاف ہے۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ، ابو عمرو رحمہ اللہ اور امام کسائی رحمہ اللہ ان کلمات میں لغت قریش کے مطابق وقف ھا کے ساتھ کرتے ہیں پھر اسی کے مطابق کسائی کا وقفاً اِمالہ، اور روم و اِشمام وغیرہ کے مسائل ہوں گے۔ لیکن باقی تمام قراء لغت طی کے مطابق ان کلمات میں تاء تانیث کے ساتھ وقف کرتے ہیں۔ لہٰذا پڑھنے والے کو چاہئے کہ ہر کلمہ قرآنی میں تاء اور ھاء کی پہچان کرے تاکہ صحیح طور پر ادا کیا جاسکا۔

◉ حافظ ابن الجزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لفظ 'رحمت' پورے قرآن میں سات جگہ آیا ہے۔ وہ سات جگہ یہ ہیں۔ سورۃ البقرہ، سورۃ الاعراف، سورۃ ھود، سورۃ مریم، سورۃ الروم اور سورۃ الزخرف میں دو جگہ۔ مثلاً سورۃ البقرہ میں ہے: ﴿أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ﴾ [البقرة: ٢١٨] تمام مصاحف میں بالاتفاق اس لفظ کو تاء تانیث کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ لیکن وقفاً اس میں اختلاف ہے۔ امام نافع رحمہ اللہ، امام ابن عامر رحمہ اللہ، امام عاصم رحمہ اللہ، امام حمزہ رحمہ اللہ، امام ابو جعفر رحمہ اللہ اور امام خلف رحمہ اللہ اس کو وقفاً تاء

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھتے ہیں۔ تاکہ رسم قراءات کے ساتھ متفق رہے۔ لیکن باقی تمام قراو اس لفظ کو وقفاً ھا پڑھتے ہیں۔ جس طرح 'فاطمة ، قائمة' وغیرہ جیسے کلمات کو وقفاً ھا کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔

اسی طرح بہت سارے کلمات ہیں مثلاً لفظ 'نعمت' یہ قرآن میں گیارہ مرتبہ آیا ہے۔ اسی طرح "سنت ، امرأت ، کلمت ، لعنت ، معصیت" ان کلمات کی تفصیل مقدمة الجزرية للشيخ ابن الجزری رحمہ اللہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ ان مثالوں سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اگر ان مثالوں میں رسم قیاسی کے مطابق ھا لکھی جاتی تو تا کے ساتھ وقف کرنے والے قراء کی قراءات کیسے نکل سکتی تھیں۔

ساتویں فصل

اَب ہم ان قرآنی کلمات کا تذکرہ کرتے ہیں کہ جن کو ملا کر لکھا گیا ہے۔ اس کے باوجود کہ وہ دو مستقل کلمات ہیں۔ لیکن بعض جگہ ان دونوں کو کاٹ کر بھی لکھا گیا ہے۔ یہ اصل کے مطابق ہے۔

مثلاً : لفظ ﴿أَلَّا تَعْبُدُوٓا إِلَّا اللَّهَ﴾ [هود:۲]

یہ دو الگ الگ کلمات ہیں 'أَنْ' الگ کلمہ ہے اور 'لَا' الگ کلمہ ہے۔ مگر ان کو ملا کر 'أَلَّا' لکھا گیا ہے۔ اب تمام قراء کا اتفاق ہے کہ ان کو کاٹ کر پہلے لفظ پر وقف کرنا یا وصل میں کاٹ کر پڑھنا دونوں صورتیں غلط ہیں کیونکہ اب یہ ایک کلمہ بن چکا ہے۔ لیکن سورۃ ھود ہی میں یہی ﴿أَلَّا تَعْبُدُوٓا إِلَّا اللَّهَ﴾ آیت نمبر ۲۶ میں بھی ہے۔ اس آیت میں اس لفظ کو کاٹ کر ﴿أَنْ لَّا تَعْبُدُوٓا﴾ لکھا گیا ہے۔

اسی وجہ سے امام شاطبی رحمہ اللہ 'العقيلة' شعر نمبر ۲۳۹ میں فرماتے ہیں:

واقطع بهودَ بأن لا تعبدُوا الثان مع ياسين لا حصرا

یعنی سورۃ ہود کے دوسرے 'أَنْ لَّا تَعْبُدُوٓا' کو کاٹ کر لکھا۔

اسی رسم کے مطابق تمام قراء کے لیے ان پر ضرورت ہو تو وقف جائز ہے۔ اسی طرح لفظ ﴿مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ﴾ جیسے کلمات میں 'مِنْ' جارہ کو 'ما' موصولہ کے ساتھ ملا کر لکھا گیا ہے۔

ان مثالوں سے یہ بات بخوبی سمجھ آتی ہے کہ: سورۃ ھود کے دوسرے لفظ کو کاٹ کر اسی لیے لکھا گیا ہے تاکہ لفظ 'أَنْ' پر وقف کا جواز رسم سے ثابت ہوجائے اور اس کے علاوہ باقی تمام کلمات میں کاٹ کر پڑھنا قطعاً غلط ہے۔ اگر سورۃ ھود والے دوسرے 'أَنْ لَّا تَعْبُدُوٓا' کو پہلے کے مطابق ملا کر لکھ دیا جاتا تو 'أَنْ' پر وقف والی قراءت کیسے سمجھ آتی۔ تمت بالخير

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ محمد مصطفیٰ راسخ☆

اِعجاز رسم القرآن من حیث القراءات

فاضل مضمون نگار نے رُشد قراءات نمبر دوم میں قرآن مجید کے رسم توقیفی کے متعدد معنوی اعجازات کی وضاحت کیلئے الگ مضمون ترتیب دیا تھا۔ زیر نظر مضمون اسی مضمون کی ایک کڑی ہے جس میں موصوف نے رسم قرآنی کے اعجاز کے بعض دیگر پہلوؤں کی نشاندہی فرمائی ہے۔ اس مضمون کو اگر پچھلے مضمون کے تناظر میں پڑھا جائے تو اس کی افادیت سے کم حقہ مستفید ہوا جاسکتا ہے۔ [ادارہ]

قرآن مجید اللہ رب العزت کی طرف سے نازل کردہ وہ عظیم الشان کتاب ہے، جس کی حفاظت کا ذِمہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے سر لیا ہے۔ یہ حفاظت الٰہی کا ہی کرشمہ ہے کہ اس کتاب مبین کا ہر ہر حرف، کلمہ، لہجہ اور رسم تک محفوظ ہے۔ حفاظت قرآن کا ایک ذریعہ کتابت ہے، اور کتابتِ قرآن مجید کا سلسلہ عہد نبوی ﷺ میں ہی شروع ہو چکا تھا۔ جب بھی کوئی آیت یا سورت نازل ہوتی تو نبی کریم ﷺ کاتبین وحی کو بلوا کر اسے لکھوا دیا کرتے تھے۔ عہد صدیقی رضی اللہ عنہ میں مکمل قرآن مجید کو ایک جگہ محفوظ کرلیا گیا اور عہد عثمانی رضی اللہ عنہ میں اس کی متعدد کاپیاں کروا کر مختلف علاقوں کی طرف روانہ کردیا گیا۔ تدوین قرآن کے ان تمام مراحل میں اس کی رسم کا خصوصی اِہتمام کیا گیا اور تمام اَدوار میں اسی رسم کے مطابق لکھا گیا جس کے مطابق نبی کریم ﷺ نے لکھوایا تھا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں جو مصاحف لکھوائے، ان کا رسم وہی تھا جو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لکھے ہوئے صحف کا تھا اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لکھے ہوئے صحف کا رسم نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کے مطابق تھا۔ اس اِعتبار سے قرآن مجید کا رسم توقیفی حیثیت کا حامل ہے جس کی مخالفت کرنا حرام ہے۔ قرآن مجید کا یہ رسم توقیفی متعدد اسرار و رموز کا حامل ہے اور تمام قراءاتِ متواترہ کو اپنے اَندر سموئے ہوئے ہے۔ یہ اس رسم توقیفی کا ہی اعجاز ہے کہ ایک ہی رسم سے متعدد قراءات قرآنیہ نکل رہی ہوتی ہیں۔ وگرنہ اگر اس رسم توقیفی کے خلاف کسی کلمہ کو رسم قیاس کے مطابق لکھ دیا جائے تو شاید اس سے وہ تمام قراءات متواترہ نہ نکل سکیں جو رسم توقیفی (عثمانی) سے نکلتی ہیں۔

علم الرسم کی تعریف

رسم کا لغوی معنی اثر یا نشان ہے، اس کی جمع رسوم (آثار، نشانات) آتی ہے۔ جبکہ علم الرسم سے مراد وہ علم ہے جس کے ذریعے مصاحف عثمانیہ کی اِملاء میں رسم قیاسی کی مخالفت اور اختلافات کا پتہ چلتا ہے۔ [قرآن وسنت چند مباحث: ۴۷]

قاری رحیم بخش پانی پتی رحمہ اللہ علم الرسم کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”کلمات قرآنی کو حذف و زیادت اور وصل و قطع کی پابندی کے ساتھ اس شکل پر لکھنے کا علم، جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا

☆ فاضل کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجماع ہے اور تواتر کے ساتھ نبی کریم ﷺ سے منقول ہے۔'' [الخط العثماني في الرسم القرآني:۲]

علم الرسم کا موضوع

علم الرسم کا موضوع قرآن مجید کے حروف من حیث الکتابت ہیں، کیونکہ اس علم میں حروف کی رسم کا ہی بیان ہوتا ہے۔ تاکہ جس طرح قرآن مجید من حیث المعنیٰ محفوظ ہے، اسی طرح اس کی رسم بھی محفوظ ہو جائے۔ تمام قراءِ کرام اور اَہل علم پر واجب ہے کہ وہ قرآن مجید کے رسم کا علم حاصل کریں اور اس کی پیروی کریں اور اس کی مخالفت کرنے سے اِجتناب کریں، کیونکہ یہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا رسم ہے جو نبی کریم ﷺ کے اَمانت دار تھے اور کسی کے لیے بھی اس کی گنجائش نہیں ہے کہ وہ سیدنا زید رضی اللہ عنہ کی کتابت کے خلاف لکھے۔

[الخط العثماني في الرسم القرآني:۶،۷]

رسم عثمانی کی شرعی حیثیت

رسم عثمانی توقیفی ہے جسے نبی کریم ﷺ نے خود اپنی نگرانی میں لکھوایا۔ عہد صدیقی رضی اللہ عنہ اور عہد عثمانی رضی اللہ عنہ میں بھی سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے لکھوائے ہوئے رسم کے مطابق قرآن مجید کو جمع کیا۔ کتابت مصاحف میں رسم عثمانی کا اِلتزام کرنا فرض و واجب ہے اور رسم عثمانی کے خلاف کتابت قرآن حرام ہے۔ کیونکہ یہی وہ معیاری رسم ہے جس پر بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اُمت کا اِجماع ہے۔ [رسم عثمانی کی توقیفیت اور کتابت مصاحف میں اس کا التزام کرنے کے حوالے سے تفصیلات جاننے کے لیے راقم الحروف کے 'رسم عثمانی اور اس کی حیثیت' نامی مضمون کا مطالعہ فرمائیں جو ماہنامہ 'رُشد' کے شمارہ ''قراءات نمبر (حصہ اوّل)'' میں شائع ہو چکا ہے۔]

چونکہ رسم عثمانی توقیفی ہے اور کسی بھی قراءت کے ثبوت کے لیے جملہ شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ قراءت رسم عثمانی کے موافق ہو۔ لہٰذا رسم عثمانی سے مخالفت کی بنیاد پر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ وغیرہ کے مصاحف کی تلاوت کرنا حرام ہے۔ اسی طرح صحیح بخاری و صحیح مسلم میں منقول رسم عثمانی کے خلاف صحیح رِوایات سے ثابت قراءات کی تلاوت کرنا بھی ناجائز ہے، کیونکہ وہ رسم عثمانی کے خلاف ہیں۔ وہ صحیح اَحادیث کا درجہ تو رکھتی ہیں مگر انہیں شرائط کے فقدان کی بناء پر قرآن نہیں کہا جائے گا۔

رسم عثمانی پر کی جانے والی خدمات مزیدہ

عہد نبوی ﷺ، عہد صدیقی رضی اللہ عنہ اور عہد عثمانی رضی اللہ عنہ میں قرآن مجید کے توقیفی رسم پر نہ تو نقطے تھے اور نہ ہی اعراب، اور موجودہ دور میں قرآن مجید کی أجزاء، أحزاب، تخمیس و تعشیر، منازل اور رکوعات وغیرہ کی تقسیم بھی موجود نہیں تھی۔ بلکہ منجملہ مذکورہ خدمات عہد عثمانی کے بعد تلاوت میں سہولت پیدا کرنے کے لیے سرانجام دی گئیں۔ قاری رحیم بخش صاحب پانی پتی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب 'الخط العثماني في الرسم القرآني' میں رسم عثمانی پر خدمات مزیدہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

رسم عثمانی پر سرانجام دی جانے والی خدمات مزیدہ کا مختصر بیان درج ذیل ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید کی تشکیل (اِعراب لگانا)

اسلام سے پہلے عرب نقاط و اِعراب سے واقف نہ تھے بلکہ وہ اپنے قدرتی اورفطرتی ملکہ اورطبعی محاورہ سے اعراب وغیرہ صحیح طور پر ادا کرلیا کرتے تھے۔ جب مملکت اِسلامیہ کا دائرہ وسیع ہوگیا اورعرب وعجم کا اِختلاط ہوا تو عرب وعجم دونوں کی تلاوت میں غلطی واقع ہونے لگی۔ چنانچہ اس غلطی سے بچاؤ کے لیے اہل علم نے نقاط وحرکات کی علامات مقرر کردیں۔

اس مبارک کام کی اِبتداء (سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد رشید) أبو الأسود الدؤلي نے کی۔ چنانچہ اُنہوں نے تلاوت کی اِصلاح کے لیے چند علامات (اعراب سے متعلق) وضع کیں۔ انہوں نے زبر کے لیے حرف کے اُوپر ایک نقطہ، زیر کے لیے حرف کے نیچے ایک نقطہ اور پیش کے لیے حرف کے سامنے یا درمیان میں ایک نقطہ، اورتنوین کے لیے ایک کی بجائے دو دونقطوں کی علامات وضع کیں وغیرہ۔ جب ایک جزء مکمل ہوجاتا تو أبو الأسود الدؤلي اس پرنظر ثانی کرتے اور آگے کام شروع کردیتے، یہاں تک کہ مکمل قرآن مجید کے اعراب لگا دیئے گئے۔ لوگوں نے اس طریقۂ اِعراب کو قبول کیا اور اس کوشکل وتشکیل کا نام دیا۔ اس کے بعد اہل علم نے حرکات میں مزید چند علامتوں کا اضافہ کیا۔ حتیٰ کہ خلیل بن احمد الفراھیدی نحوی نے ضبط حرکات کا یہ طریقہ جاری کیا جو آج کل مروّج ہے۔ یعنی زَبر کے لیے حرف کے اُوپر ایک لمبی لکیر، زِیر کے لیے حرف کے نیچے ایک لمبی لکیر اور پیش کے لیے حرف کے اُوپر ایک چھوٹا سا واؤ کی علامت مقرر کردیں، تنوین کی صورت میں یہی علامات ایک کی بجائے دو دو مقرر کردیں نیز خلیل نحوی نے روم اور اِشمام کی علامات بھی مقرر کیں۔

قرآن مجید کی تنقیط (نقطے)

۴۰ رہجری سے کچھ عرصہ بعد تک لوگوں مصاحف عثمانیہ سے درست تلاوت کرتے رہے۔ پھر عراق میں نقطوں کی غلطی بکثرت واقع ہونے لگی۔ اس صورت حال کو دیکھ کرحجاج بن یوسف نے عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں کاتبین مصاحف سے یہ مطالبہ کیا کہ جوحروف لکھائی میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں (مثلاً د ذ، ر ز، س ش، ص ض وغیرہ) ان کے درمیان اِمتیاز کے لیے بھی علامات مقرر کردیں۔ چنانچہ (أبو الأسود الدؤلي کے شاگرد) نصر بن عاصم لیثی اور یحییٰ بن یعمر عدوائی نے مشتبہ الکتابت حروف کی تمیز کے لیے ہر حرف کے نقطوں کی تعداد مقرر کردی مثلاً ش کیلئے اس کے تین دندانوں کی مناسبت سے تین نقطے مقرر کردیئے وغیرہ وغیرہ۔ اوراس اَنداز سے انہوں نے پورے قرآن مجید کو منقط کردیا۔ یہ سلسلہ آج تک اسی اَنداز سے چلا آرہا ہے۔ اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ البتہ 'فا' اور 'قاف' کے بارے میں اَہل مشرق اور اَہل مغرب کا اختلاف ہے۔ اہل مشرق تو 'فا' کے لیے ایک نقطہ اور 'قاف' کے لیے دو نقطے اوپر لگاتے ہیں جبکہ اہل مغرب 'فا' کے نیچے اور 'قاف' کے اُوپر صرف ایک ایک نقطہ لگاتے ہیں۔ لیکن اس اصطلاح میں کوئی ضرر نہیں ہے۔

مذکورہ (تشکیل وتنقیط کے) دونوں کام رسم عثمانی پر بعدمیں کیے گئے۔ ان کو اصطلاح میں ضبط کہا جاتا ہے۔ علامات ضبط وقت کے ساتھ ساتھ بدلتی رہیں اور ان میں اِرتقاء ہوتا رہا۔ علاماتِ ضبط اِجتہادی ہیں اور ان میں تبدیلی جائز ہے بشرطیکہ نئی علامات قدیم علامات سے سہل اور آسان ہوں۔ گویا کہ علامات ضبط کو رسم عثمانی کی مانند کوئی ایسی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقدیس حاصل نہیں ہے کہ ان میں تبدیلی نہ ہوسکتی ہو۔ رسم عثمانی چونکہ توقیفی ہے لہٰذا اس میں تبدیلی حرام ہے۔

تخمیس و تعشیر (آیتوں کے پانچ پانچ اور دس دس ہونے کی علامات)

قتادہ تابعی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ آیتوں کے پانچ اور دس ہونے کی علامات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہ اللہ بھی لگاتے تھے۔ اِمام دانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''لوگ تمام شہروں میں تابعین رحمہ اللہ کے عہد سے ہمارے اس زمانہ تک نقطے اور حرکات لگانے کی اِجازت دیتے چلے آئے ہیں۔ جو قرآن اصل الاصول تھے، ان میں بھی، اور ان کے علاوہ دوسرے قرآنوں میں بھی، اور سورتوں کے شروع کی اور ان کی آیتوں کے شمار کی اور اسی طرح خموس و اعشار کے موقعوں کی علامت لگانے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے۔ یہ کام بھی سب سے پہلے نصر بن عاصم لیثی نے کیا جو بصرہ کے جلیل القدر تابعی تھے۔''

[الخط العثماني في الرسم القراني: ۳۰، ۳۱]

اَجزاءِ قرآن (۳۰ پارے)

قرآن مجید کو ختم کرنے کی مدت میں سلف صالحین کی عادت کم وبیش مختلف رہی ہے۔ کوئی تین دن میں قرآن ختم کرتا تھا، کوئی سات دن میں اور کوئی ایک مہینہ میں۔

شاید اسی سے اَخذ کرتے ہوئے حجاج بن یوسف کے زمانہ میں تیس (۳۰) پاروں کی اِصطلاح مقرر ہوئی۔ ان تیس پاروں کے شمار میں عام مہینوں کے دنوں کے شمار کی موافقت ہے۔ پھر ہر پارہ کے چار حصے کیے گئے ہیں۔ اسی لیے مروجہ نسخوں میں رُبع (چوتھائی) نصف (آدھے) ثلثہ (تین رُبع) کے حصے شمار حروف کے اِعتبار سے درج ہیں۔

اسی طرح قرآن مجید کو مختلف منازل اور رکوعات میں تقسیم کردیا گیا ہے جو سب کے سب تلاوت قرآن مجید کے مختلف طریقے ہیں۔ [تفصیلات جاننے کے لیے قاری رحیم بخش رحمہ اللہ کی کتاب ''الخط العثماني في الرسم القرآنی'' کا مطالعہ فرمائیں] مذکورہ تمام تقسیمات تلاوت کرنے کے اعتبار سے ہیں کہ کون کتنی تلاوت کرنا چاہتا ہے۔ اور یہ تمام اجتہادی ہیں، ان میں تبدیلی کرنا بھی جائز ہے۔

ثبوتِ قراءات کا ضابطہ

کسی بھی قراءت کے صحیح ثابت ہونے کے لیے اس میں درج ذیل تین شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

① سند کا تواتر کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہونا۔

② روایت کا مصحف عثمانیہ کی رسم کے موافق ہونا۔ خواہ احتمالاً ہی ہو۔

③ لغت عرب کی کسی بھی وجہ کے موافق ہونا۔

لہٰذا اگر کسی قراءت میں مذکورہ تینوں شرائط پائی جاتی ہیں تو وہ قرآن ہے اور اگر کسی قراءت میں مذکورہ تینوں شرائط میں سے کوئی ایک شرط مفقود ہو تو وہ قراءتِ شاذہ ہے اور غیر قرآن ہے۔

مصاحفِ عثمانیہ اور قراءاتِ متواترہ

کسی بھی قراءت کے صحیح ثابت ہونے کے لیے منجملہ تین شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ مصاحف

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عثمانیہ میں سے کسی ایک مصحف کی رسم کے موافق ہو۔ چنانچہ تمام قراءات صحیحہ مصاحف عثمانیہ کے رسم کے موافق ہیں۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے جو مصاحف لکھوائے تھے ان کا رسم ایسا تھا کہ اس سے تمام قراءات نکلتی تھیں۔لیکن ان قراءات کے ضبط کے لیے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ہر مصحف کے ساتھ ساتھ ایک ایک قاری بھی روانہ کیا۔ جو لوگوں کو مختلف قراءات ولہجات کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ ان قراء کی متعدد قراءات کے فرق کے باوجود تمام مصاحف عثمانیہ کا رسم ایک جیسا تھا۔ سوائے گنتی کے چند کلمات کے، جن میں مصاحف کا حذف وزیادت کا اختلاف ہے۔ اب جن مصاحف میں جو کلمات ثابت تھے، ان مصاحف کو پڑھنے والے قراء نے اپنی قراءت بھی رسم کے موافق ویسی ہی اِثبات الکلمات کے ساتھ اختیار کی اور جن مصاحف میں جو کلمات حذف تھے ان مصاحف کو پڑھنے والے قراء نے اپنی قراءت اسی مصحف کے رسم کے مطابق بحذف الکلمات اختیار کی۔ مثلاً شامی مصحف میں ﴿قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا﴾ [بقرہ:۱۱۶] بحذف الواؤ مرسوم ہے، چنانچہ شام کے قراء بھی اس کو شامی مصحف کے رسم کے مطابق بحذف الواؤ ہی پڑھتے ہیں۔ قراءِ سبعہ میں سے اِمام ابن عامر شامی رحمہ اللہ کی قراءت بھی بحذف الواؤ ہی ہے۔ جبکہ دیگر مصاحف میں یہ آیت مبارکہ ﴿ وَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ﴾ [بقرہ:۱۱۶] باثبات الواؤ مرسوم ہے۔ چنانچہ دیگر تمام قراءِ کرام اس کو باثبات الواؤ ہی پڑھتے ہیں۔

حذف واثبات کے اعتبار سے مختلف مصاحف عثمانیہ میں اختلافی مقامات کی تعداد باون (۵۲) کے قریب ہے۔ جن کی تفصیل امام عبدالواحد بن عاشر الاندلسی کی نظم 'الإعلان بتکملة مورد الظمئان' میں موجود ہے۔

اِعجاز رسم القرآن من حیث القراءات

مشہور اہل علم کے نزدیک رسم عثمانی توقیفی ہے اور کتابت مصاحف میں اس کا اِلتزام کرنا فرض و واجب ہے اور اس کے خلاف لکھنا حرام ہے۔ رسم عثمانی کے منجملہ فوائد اور اعجازات میں سے ایک اعجاز یہ بھی ہے کہ اس سے تمام قراءاتِ صحیحہ متواترہ نکل آتی ہیں۔ اگر قرآن مجید کو رسم عثمانی کی بجائے رسم قیاسی کے مطابق لکھا جائے تو رسم عثمانی سے نکلنے والی تمام قراءات صحیحہ متواترہ رسم قیاسی سے نہیں نکل سکیں گی اور متعدد قراءات صحیحہ متواترہ ساقط ہو جائیں گی۔ کیونکہ کسی بھی قراءت کے صحیح ثابت ہونے کے لیے منجملہ شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ قراءت مصاحف عثمانیہ کے رسم کے موافق ہو۔ رسم عثمانی اپنی توقیفیت کی بناء پر متعدد اِسرار و رموز اور حکمتوں کو اپنے اَندر سموئے ہوئے ہے۔

رسم عثمانی کے اِعجازات میں سے ایک اعجاز یہ بھی ہے کہ ایک ہی رسم سے تمام قراءات صحیحہ متواترہ پڑھی جاتی ہیں۔ ذیل میں ہم نے رسم عثمانی کے شاہکار چند منتخب کلمات کو وضاحت کے ساتھ بیان کردیا ہے کہ اگر ان کا رسم، رسم عثمانی کی بجائے، رسم قیاسی کے مطابق ہوتا تو اس سے فلاں، فلاں قراءت ساقط ہوجاتی جبکہ رسم عثمانی سے تمام قراءات صحیحہ متواترہ نکل آتی ہیں مثلاً:

[بقرہ:۹] ﴿وَمَا يَخْدَعُوْنَ﴾ اس کلمہ میں دو قراءات ہیں۔ امام نافع، امام ابن کثیر مکی اور امام ابوعمرو بصری ﴿يُخٰدِعُوْنَ﴾ جبکہ دیگر قراء کرام ﴿يَخْدَعُوْنَ﴾ پڑھتے ہیں۔ اس کے موجودہ رسم (رسم عثمانی) سے ﴿يَخْدَعُوْنَ، يُخٰدِعُوْنَ﴾ دونوں قراءات ہی پڑھی جاتی ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[بقرہ:۳۶] ﴿فَأَزَلَّهُمَا﴾ اس کلمہ میں دو قراءات ہیں۔ امام حمزہ ﴿فَأَزَالَهُمَا﴾ جبکہ دیگر تمام قراءِ کرام ﴿فَأَزَلَّهُمَا﴾ پڑھتے ہیں۔ اس کے موجودہ رسم سے ﴿فَأَزَلَّهُمَا، فَأَزَالَهُمَا﴾ دونوں قراءات ہی پڑھی جارہی ہیں۔

[بقرہ:۵۱] ﴿وَإِذْ وٰعَدْنَا﴾ اس کلمہ میں دو قراءات ہیں۔ امام ابو عمرو بصری، امام ابوجعفر اور امام یعقوب ﴿ وَعَدْنَا ﴾ جبکہ دیگر قراء کرام ﴿ وٰعَدْنَا﴾ پڑھتے ہیں۔ اس کو اگر وَاعَدْنَا بالالف لکھ دیا جاتا تو ﴿ وَعَدْنَا﴾ کی قراءت ساقط ہوجاتی، لیکن اس کے موجودہ رسم (رسم عثمانی) سے ﴿ وٰعَدْنَا، وَعَدْنَا﴾ دونوں قراءات ہی پڑھی جارہی ہیں۔

[بقرہ:۸۵] ﴿أُسٰرٰی﴾ اس کلمہ میں دو قراءات ہیں۔ امام حمزہ ﴿أَسْرٰی﴾ جبکہ دیگر تمام قراء کرام ﴿أُسٰرٰی﴾ پڑھتے ہیں۔ اس کو اگر أُسَارٰی بالالف لکھ دیا جاتا تو ﴿أَسْرٰی﴾ کی قراءت ساقط ہوجاتی۔ لیکن اس کے موجودہ رسم (عثمانی) سے ﴿أَسْرٰی، أُسٰرٰی﴾ دونوں قراءات ہی پڑھی جاتی ہیں۔

[بقرہ:۸۵] ﴿تُفٰدُوْهُمْ﴾ اس کلمہ میں دو قراءات ہیں۔ امام نافع، عاصم، کسائی، یعقوب اور ابوجعفر ﴿تُفٰدُوْهُمْ﴾ جبکہ دیگر تمام قراء کرام ﴿تَفْدُوْهُمْ﴾ پڑھتے ہیں اگر اس کلمہ کو تُفَادُوْهُم لکھ دیا جاتا تو ﴿ تَفْدُوْهُمْ﴾ کی قراءت ساقط ہوجاتی۔ لیکن اسکے موجودہ رسم سے ﴿تُفٰدُوْهُمْ ،تَفْدُوْهُمْ﴾ دونوں قراءات ہی پڑھی جاتی ہیں۔

[بقرہ:۱۲۴] ﴿إِبْرٰهِمَ﴾ اس کلمہ میں دو قراءات ہیں۔ امام ہشام ﴿إِبْرٰهٰم﴾ جبکہ دیگر تمام قراء کرام ﴿إِبْرٰهِم﴾ پڑھتے ہیں۔ اس کو اگر إِبْرٰهِيْم بالیاء لکھ دیا جاتا تو إِبْرٰهَام والی قراءت ساقط ہوجاتی لیکن اس کے موجودہ رسم (عثمانی) سے ﴿إِبْرٰهٰم، إبرٰهِم﴾ دونوں قراءات ہی پڑھی جارہی ہیں۔

[بقرہ:۱۶۴] ﴿الرِّيٰحِ﴾ اس کلمہ میں دو قراءات ہیں۔ امام حمزہ، کسائی اور خلف العاشر ﴿الرِّيْحِ﴾ جبکہ دیگر تمام قراء کرام ﴿الرِّيٰحِ﴾ پڑھتے ہیں۔ اس کے موجودہ رسم (عثمانی) سے ﴿الرِّيْحِ، الرِّيٰحِ﴾ دونوں قراءت ہی پڑھی جارہی ہیں۔

[بقرہ:۲۳۶] ﴿تَمَسُّوْهُنَّ﴾ اس کلمہ میں دو قراءات ہیں۔ امام حمزہ، کسائی اور خلف العاشر ﴿تُمٰسُّوْهُنَّ﴾ جبکہ دیگر تمام قراء کرام ﴿تَمَسُّوْهُنَّ﴾ پڑھتے ہیں۔ اگر اس کو تُمَاسُّوْهُنَّ بالالف لکھ دیا جاتا تو ﴿تَمَسُّوْهُنَّ﴾ کی قراءت ساقط ہوجاتی لیکن اس کے موجودہ رسم (عثمانی) سے ﴿تَمَسُّوْهُنَّ، تُمٰسُّوْهُنَّ﴾ دونوں قراءات ہی پڑھی جارہی ہیں۔

[بقرہ:۲۵۱] ﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ﴾ اس کلمہ میں دو قراءات ہیں۔ امام نافع، ابوجعفر اور امام یعقوب ﴿ دِفٰعُ اللّٰهِ﴾ جبکہ دیگر قراء کرام ﴿ دَفْعُ اللّٰهِ﴾ پڑھتے ہیں۔ اس کو اگر دِفَاعُ اللّٰهِ بالالف لکھ دیا جاتا تو ﴿ دَفْعُ اللّٰهِ﴾ کی قراءت ساقط ہوجاتی۔ لیکن اس کے موجودہ رسم (عثمانی) سے ﴿ دَفْعُ اللّٰهِ، دِفٰعُ اللّٰهِ﴾ دونوں قراءات ہی پڑھی جارہی ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[بقرہ:۲۶۱] ﴿یُضٰعِفُ﴾ اس کلمہ میں دوقراءات ہیں۔مکی، شامی، ابوجعفراور یعقوب ﴿یُضَعِّفُ﴾ جبکہ دیگر قراءکرام ﴿یُضٰعِفُ﴾ پڑھتے ہیں۔اس کو اگر یُضَاعِفُ بالالف لکھ دیا جاتا تو ﴿یُضَعِّفُ﴾ کی قراءت ساقط ہوجاتی۔لیکن اس کے موجودہ رسم (عثمانی) سے ﴿یُضٰعِفُ، یُضَعِّفُ﴾ دونوں ہی قراءات پڑھی جارہی ہیں۔

[آلعمران:۲۸] ﴿تُقٰةً﴾ اس کلمہ میں دوقراءات ہیں۔ یعقوب ﴿تَقِیَّةً﴾ جبکہ دیگر قراءکرام ﴿تُقٰةً﴾ پڑھتے ہیں اس کو اگر تُقَاۃً بالالف لکھ دیا جاتا تو ﴿تَقِیَّةً﴾ کی قراءت ساقط ہوجاتی، لیکن اس کے موجودہ رسم (عثمانی) سے ﴿تَقِیَّةً، تُقٰةً﴾ دونوں ہی قراءات پڑھی جارہی ہیں۔

[آلعمران:۴۹] ﴿طَیْرًا﴾ اس کلمہ میں دوقراءات ہیں۔امام نافع، ابوجعفراور یعقوب ﴿طٰٓئِرًا﴾ جبکہ دیگر قراءکرام ﴿طَیْرًا﴾ پڑھتے ہیں۔اس کے موجودہ رسم (عثمانی) سے ﴿طَیْرًا، طٰٓئِرًا﴾ دونوں قراءات ہی پڑھی جارہی ہیں۔

[نساء:۵] ﴿قِیٰمًا﴾ اس کلمہ میں دوقراءات ہیں۔امام نافع اورابن عامرشامی ﴿قِیَمًا﴾ جبکہ دیگرقراءکرام ﴿قِیٰمًا﴾ پڑھتے ہیں۔اگراس کو قِیَاماً بالالف لکھا جاتا تو ﴿قِیَمًا﴾ کی قراءت ساقط ہوجاتی۔لیکن موجودہ رسم عثمانی سے ﴿قِیٰماً، قِیَمًا﴾ دونوں ہی قراءات پڑھی جارہی ہیں۔

[نساء:۳۳] ﴿عَقَدَتْ﴾ اس کلمہ میں دوقراءات ہیں۔امام عاصم،حمزہ، کسائی اور خلف العاشر ﴿عَقَدَتْ﴾ جبکہ دیگرقراءکرام ﴿عٰقَدَتْ﴾ پڑھتے ہیں۔اگراس کو عَاقَدَتْ بالالف لکھا جاتا تو ﴿عَقَدَتْ﴾ کی قراءت ساقط ہوجاتی۔لیکن موجودہ رسم (عثمانی) سے ﴿عَقَدَتْ، عٰقَدَتْ﴾ دونوں ہی قراءات پڑھی جارہی ہیں۔

[نساء:۴۳] ﴿لٰمَسْتُمُ﴾ اس کلمہ میں دوقراءات ہیں۔امام حمزہ کسائی اور خلف العاشر ﴿لَمَسْتُمُ﴾ جبکہ دیگر قراءکرام ﴿لٰمَسْتُمُ﴾ پڑھتے ہیں۔اگراس کو لَامَسْتُمُ بالالف لکھا جاتا تو ﴿لَمَسْتُمُ﴾ کی قراءت ساقط ہوجاتی، لیکن موجودہ رسم عثمانی سے ﴿لٰمَسْتُمُ، لَمَسْتُمُ﴾ دونوں ہی قراءات پڑھی جارہی ہیں۔

[مائدہ:۱۳] ﴿قٰسِیَةً﴾ اس کلمہ میں دوقراءات ہیں۔امام حمزہ اورامام کسائی ﴿قَسِیَّةً﴾ جبکہ دیگرقراءکرام ﴿قٰسِیَةً﴾ پڑھتے ہیں۔اگراس کو قَاسِیَةً بالالف لکھ دیا جاتا تو ﴿قَسِیَّةً﴾ کی قراءت ساقط ہوجاتی لیکن موجودہ رسم (عثمانی) سے ﴿قٰسِیَةً، قَسِیَّةً﴾ دونوں قراءات ہی پڑھی جارہی ہیں۔

[مائدہ:۱۰۷] ﴿الْاَوْلَیٰنِ﴾ اس کلمہ میں دوقراءات ہیں۔امام شعبہ،حمزہ، خلف العاشراور یعقوب ﴿الْاَوَّلِیْنَ﴾ جبکہ دیگرقراءکرام ﴿الْاَوْلَیٰنِ﴾ پڑھتے ہیں اور دونوں قراءات ہی اس ایک رسم (عثمانی) سے پڑھی جارہی ہیں۔

[انعام:۵۷] ﴿یَقُصُّ الْحَقَّ﴾ اس کلمہ میں دوقراءات ہیں۔امام نافع، ابن کثیر مکی، عاصم اور ابوجعفر ﴿یَقُصُّ الْحَقَّ﴾ جبکہ دیگر قراءکرام ﴿یَقْضِ الْحَقَّ﴾ پڑھتے ہیں۔ اور مذکورہ دونوں قراءات، ایک ہی رسم سے پڑھی جارہی ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[انعام:٦١] ﴿توفّتهُ﴾ اس کلمہ میں دوقراءات ہیں، امام حمزہ ﴿توفّٰهُ﴾ جبکہ دیگر قراء کرام ﴿توفّتهُ﴾ پڑھتے ہیں۔ اس کو اگر تَوَفّٰهُ بالالف لکھ دیا جاتا تو ﴿توفّتهُ﴾ کی قراءت ساقط ہوجاتی۔ لیکن موجودہ رسم سے ﴿توفّتهُ، توفّٰهُ﴾ دونوں ہی قراءات پڑھی جارہی ہیں۔

[انعام:٩٦] ﴿وجعل الّيل﴾ اس کلمہ میں دوقراءات ہیں۔ امام عاصم، حمزہ، کسائی اور خلف العاشر ﴿وجعل الّيل﴾ جبکہ دیگر قراء کرام ﴿وجٰعلُ الّيل﴾ پڑھتے ہیں۔ اس کو اگر وَجَاعِلُ بالالف لکھ دیا جاتا تو ﴿وجعل الّيل﴾ کی قراءت ساقط ہوجاتی، لیکن موجودہ رسم (عثمانی) سے ﴿وجعل الّيل، وجٰعلُ الّيل﴾ دونوں قراءات پڑھی جارہی ہیں۔

[انعام:١٠٥] ﴿درست﴾ اس کلمہ میں تین قراءات ہیں۔ مکی اور بصری ﴿دٰرست﴾ ابن عامر شامی اور یعقوب ﴿درَسَتْ﴾ جبکہ باقی قراء کرام ﴿دَرَسْتَ﴾ پڑھتے ہیں۔ اس کے موجودہ رسم (عثمانی) سے ﴿دَرَسْتَ، دٰرَسْتَ، دَرَسَتْ﴾ تینوں قراءات ہی پڑھی جارہی ہیں۔

[انعام:١٢٥] ﴿يصّعّدُ﴾ اس کلمہ میں تین قراءات ہیں۔ امام ابن کثیر مکی ﴿يَصْعَدُ﴾ امام شعبہ ﴿يصّٰعدُ﴾ جبکہ دیگر قراء کرام ﴿يَصَّعَّدُ﴾ پڑھتے ہیں۔ اس کے موجودہ رسم (عثمانی) سے مذکورہ تینوں قراءات ہی پڑھی جارہی ہیں۔

[اعراف:١١٢] ﴿سٰحرٍ﴾ اس کلمہ میں دوقراءات ہیں۔ امام حمزہ کسائی اور خلف العاشر ﴿سحّٰر﴾ جبکہ دیگر قراء کرام ﴿سٰحرٍ﴾ پڑھتے ہیں۔ اس کے موجودہ رسم (عثمانی) سے ﴿سٰحرٍ، سحّٰر﴾ دونوں قراءات ہی پڑھی جارہی ہیں۔

[اعراف:١٧٢] ﴿ذرّيّتهم﴾ اس کلمہ میں دوقراءات ہیں۔ امام نافع، بصری، شامی، ابوجعفر اور یعقوب ﴿ذرّيّٰتهمْ﴾ جبکہ دیگر قراء کرام ﴿ذرّيّتهم﴾ پڑھتے ہیں۔ اس کو اگر ذُرِّيَاتِهِمْ لکھا جاتا تو ﴿ذرّيّتهم﴾ کی قراءت ساقط ہوجاتی۔ لیکن اس کے موجودہ رسم (عثمانی) سے ﴿ذرّيّتهم، ذرّيّٰتهمْ﴾ دونوں قراءات پڑھی جارہی ہیں۔

[مریم:٢٥] ﴿تُسٰقِطْ﴾ اس کلمہ میں چار قراءات ہیں۔ امام حفص ﴿تُسٰقِطْ﴾ امام حمزہ ﴿تَسٰقَطْ﴾ امام یعقوب ﴿يَسّٰقَطْ﴾ جبکہ دیگر قراء کرام ﴿تَسّٰقَطْ﴾ پڑھتے ہیں اور مذکورہ چاروں قراءات ایک ہی رسم سے پڑھی جارہی ہیں۔

[لقمان:٢٠] ﴿نعمه﴾ اس کلمہ میں دوقراءات ہیں۔ امام نافع، امام بصری، حفص اور ابوجعفر ﴿نِعَمَهُ﴾ جبکہ دیگر قراء کرام ﴿نِعْمَةً﴾ پڑھتے ہیں اور مذکورہ دونوں قراءات ایک ہی رسم سے پڑھی جارہی ہیں۔

[سبأ:١٩] ﴿ربّنا بٰعِدْ﴾ اس کلمہ میں تین قراءات ہیں۔ مکی، بصری اور ہشام ﴿ربّنا بعّدْ﴾ یعقوب ﴿ربُّنا بٰعَدَ﴾ جبکہ دیگر قراء کرام ﴿ربّنا بٰعِدْ﴾ پڑھتے ہیں اور مذکورہ تینوں قراءات ایک ہی رسم سے پڑھی جارہی ہیں۔

[احزاب:٣٠] ﴿يضٰعف﴾ اس کلمہ میں تین قراءات ہیں۔ امام ابن کثیر مکی اور شامی ﴿نُضَعِّفْ﴾ بصری، ابوجعفر اور یعقوب ﴿يُضَعَّفْ﴾ جبکہ دیگر قراء کرام ﴿يُضٰعَفْ﴾ پڑھتے ہیں اور مذکورہ تینوں قراءات ایک ہی رسم سے پڑھی جارہی ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[ص:۴۸] ﴿وَالْيَسَعَ﴾	اس کلمہ میں دو قراءات ہیں۔ امام حمزہ، کسائی اور خلف العاشر ﴿وَالَّيْسَعَ﴾ جبکہ دیگر تمام قراء کرام ﴿وَالْيَسَعَ﴾ پڑھتے ہیں اور مذکورہ دونوں قراءات ایک ہی رسم سے پڑھی جارہی ہیں۔
[زخرف:۱۹] ﴿عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ﴾	اس کلمہ میں دو قراءات ہیں۔ امام نافع، مکی، شامی ،ابوجعفر اور یعقوب ﴿عِنْدَ الرَّحْمٰنِ﴾ جبکہ دیگر قراء کرام ﴿عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ﴾ پڑھتے ہیں۔ اور مذکورہ دونوں قراءات ایک ہی رسم سے پڑھی جارہی ہیں۔
[زخرف:۲۴] ﴿قٰلَ اَوَلَوْ﴾	اس کلمہ میں دو قراءات ہیں۔ امام ابن عامر شامی اور امام حفص ﴿قٰلَ اَوَلَوْ﴾ جبکہ دیگر قراء کرام ﴿قُلْ اَوَلَوْ﴾ پڑھتے ہیں۔ اور مذکورہ دونوں قراءات ایک ہی رسم سے پڑھی جارہی ہیں۔
[حجرات:۶] ﴿فَتَبَيَّنُوْا﴾	اس کلمہ میں دو قراءات ہیں۔ امام حمزہ کسائی اور خلف العاشر ﴿فَتَثَبَّتُوْا﴾ جبکہ دیگر تمام قراء کرام ﴿فَتَبَيَّنُوْا﴾ پڑھتے ہیں اور مذکورہ دونوں قراءات ایک ہی رسم سے پڑھی جارہی ہیں۔

مذکورہ مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ رسم عثمانی کا ایک اعجاز یہ بھی ہے کہ ایک ہی رسم سے تمام قراءاتِ صحیحہ متواترہ پڑھی جا رہی ہوتی ہیں اور کوئی قراءت صحیحہ ساقط نہیں ہوتی۔ یہ تھیں رسم عثمانی کے إعجاز من حیث القراءات کی چند مثالیں۔ ورنہ پورے قرآن مجید کا رسم، رسم عثمانی پر مشتمل ہے۔ اِختصار کے پیش نظر ہم نے ان میں سے چند اَمثلہ پیش کر دی ہیں۔ عصر حاضر میں رسم عثمانی کے مطابق معیاری مصحف کی طباعت کے سلسلے میں مجمع ملک فہد نے گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں اور 'المصحف المدینة' کے نام سے روایت حفص میں رسم عثمانی کے مطابق ایک معیاری مصحف تیار کیا ہے جو سعودی عرب سمیت دنیا کے متعدد ممالک میں مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔

ہمارے ہاں پاکستان میں مطبوعہ مصاحف رسم عثمانی کے مطابق نہیں ہیں بلکہ ان میں متعدد اَغلاط پائی جاتی ہیں۔

[تفصیلات کے لیے مولانا پروفیسر احمد یار صاحب کی کتاب ''قرآن وسنت، چند مباحث'' کا مطالعہ فرمائیں]

ہاں اَلبتہ حال ہی میں بین الاقوامی طباعتی ادارے مکتبہ 'دارالسلام' لاہور نے رسم عثمانی کے مطابق مصحف چھاپنے کی کوشش کی ہے جو اس باب میں ایک گراں قدر خدمت ہے۔

رسم عثمانی کا حقیقی تصور

رسم عثمانی سے مراد وہ طرز کتابت قرآن مجید ہے جو اَمیر المؤمنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں کاتبین قرآن کی ایک جماعت نے سرانجام دی اور اس سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مطابق کتابت کروائی۔ اس وقت قرآن مجید کا رسم نقاط واعراب اور اَجزاء اَحزاب اور رکوعات وغیرہ کی تقسیمات سے خالی تھا۔ مذکورہ مثالوں میں بھی رسم کا وہ تصور پیش نظر ہے جو رسم عثمانی پر خدمات مزیدہ سے پہلے کا تھا اور وہ رسم ایسا ہے کہ اس سے تمام قراءات پڑھی جاتی ہیں جیسا کہ مذکورہ مثالوں میں گزر چکا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ